

۲۹۲۹ ✓
۱۳۳ ✓

ملفوظات و حالات شاہ فخر دہلوی

اردو ترجمہ فخر الطالبین و مناقب فخریہ

شاہ فی الدین - دہلی

مترجمہ و مرتبہ :- میر نذر علی درو کاکوروی

سلمان اکبر پوری

حق نشان، ۳۳ کراچی، ہاؤسنگ سوسائٹی - کراچی ۵

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

سن طباعت ۱۹۶۱ عیسوی

پاراؤل ایک ہزار

قیمت چار روپے چھپاس پیسے

مطبوعہ

مشہور آفیسٹ پریس کراچی

۱۹۶۱

فہرست مضامین

مقدمہ۔۔۔ از جناب مفتی انتظام اللہ شہابی

نقشِ اول۔۔۔ میر نذر علی درویش کاکوروی

حالاتِ حضرت مولانا فخر جہ۔۔۔ از میر نذر علی درویش کاکوروی

ویساچہ (اصل کتاب) سید نور الدین حسین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۱	میر بدیع الدین کا تذکرہ	۳۹	مولانا کے خلیفہ اعظم
۵۱	میر شہیر الدین اور میر شفیق الدین کا تذکرہ	۴۰	کلاوٹی فرقیے کا ذکر
۵۲	میر گلہ، خادم خاص کا تذکرہ	۴۱	میر افضل اور حضرت صاحب کا تذکرہ
۵۴	حضرت شاہ ظہور اللہ کا تذکرہ	۴۲	حضرت منصور علاج کا تذکرہ
۵۸	وجوب کے مسائل	۴۳	ایک اور تذکرہ (حسن اعتقاد)
۶۰	سید احمد شاہی منصب دار کا تذکرہ	۴۴	سیاں نور محمد صاحب کا تذکرہ
۶۲	میر شفیق الدین اور میر گلہ کا ذکر	۴۶	زیارت قبور کی بابت حدیث شریف
۶۳	صبونی یار محمد صاحب کا تذکرہ	۴۷	مولوی محمد اکرم کا تذکرہ اور شاہ جہاں آباد میں احمد شاہ درانی
۶۵	سیاں قمر الدین منت کا تذکرہ		
۶۹	میر بدیع الدین کا تذکرہ	۴۹	حاجی خدا بخش نامی بزرگ کا تذکرہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۱	حضرت صاحب کے دوستوں کا ذکر	۷۱	ذکر شاہ عبداللہ
۹۱	حافظ خیر الدین سیاح کا تذکرہ	۷۲	میر خیر الدین کا تذکرہ
۹۳	حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کا تذکرہ	۷۵	غلام محمد، صاحب کمال کا تذکرہ
۹۴	محبوبیت کا تذکرہ	۷۶	میاں مجیب الدین کا تذکرہ
۹۴	ایک خونی کا تذکرہ	۷۷	آن حضرت کی انکشت مبارک کا تذکرہ
۹۶	حضرت گنج شکر کی زیارت کا تذکرہ	۸۰	حضرت صاحب قبلہ کے شغل و اشغال
۹۶	مولانا کی سرگزشت	۸۱	حضرت صاحب کے دوست
۹۷	میر بدیع الدین کا تذکرہ	۸۱	میاں عشق اللہ
۹۸	کسی ہندو کا معتقد ہونا	۸۲	سات کا عدد اور ایک مجزوب
۹۸	ایک ہندو کا مرید ہونا	۸۴	حضرت محبوب الہی کی زیارت کا تذکرہ
۹۹	مولانا سے ایک ہندو کی مصاحبت	۸۵	حضرت صاحب کی مجلس کا ذکر
۹۹	مولانا کے ایک دوست اور ان کا انتقال	۸۶	حضرت شاہ شریف کا تذکرہ
۱۰۳	مولوی علاء الدین کا تذکرہ	۸۷	حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ
۱۰۴	ایک دوسرا تذکرہ (زیادہ اور مشیت)	۸۸	ایک شخص کا تذکرہ جس نے بیعت کا سوال کیا
۱۰۵	مولوی سعید کا تذکرہ	۸۹	درویش اور آندادوں کا تذکرہ
۱۰۷	مہمور خاں کے پیٹے کا تذکرہ	۹۰	حضرت بڑے صاحب کے واقعہ کا تذکرہ
۱۰۷	شہر مقدس اور سفر		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۸	بیاد و خورد میاں علامہ معین الدین	۱۰۸	نیا رسالہ خوب اور طرز ہر خوب
۱۲۰	حضرت مولانا کے ذاتی اخراجات کا تذکرہ	۱۱۵	حالت رقت و سماع کا تذکرہ
۱۲۳	میاں عبداللہ اور شمس الدین کا تذکرہ	۱۱۶	ذکر میاں ضیاء الدین
۱۲۵	حضور کا نقش قدم	۱۱۸	خانم جی کا تذکرہ
۱۲۴	حدیث شریف کے درس کا تذکرہ	۱۲۰	اپنے مرشد کی تعریف کا تذکرہ
۱۲۶	حضرت صاحب قبلہ سے	۱۲۲	خواجہ محمد امجدت اللہ و میاں عبد القادر
۱۲۶	مرید ہونے کا تذکرہ	۱۲۴	حضرت قبلہ کی نظر اور توجہ
۱۲۹	حافظ محمد ابرہہ کا تذکرہ	۱۲۶	حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ
۱۲۹	ایک معتقد شخص کا ذکر	۱۲۹	مولانا کی بہنوں کی نسبت کا تذکرہ
۱۵۰	مولانا کے ارشادات کا تذکرہ	۱۲۹	حضرت صاحب کے لباس
۱۵۲	خیر و شر کے بیان میں	۱۲۹	اور پاؤں کی تکلیف کا ذکر
۱۵۲	حضرت خواجہ قطب الدین کا ذکر	۱۳۱	محمد صادق خاں
۱۵۳	ایک دوسرا تذکرہ (نامہ اعمال میں نیکی)	۱۳۱	بچوں کو سبق پڑھانے کا تذکرہ
۱۵۴	شیخ عبد العزیز حسیبی کا تذکرہ	۱۳۲	حدیث شریف کا ذکر
۱۵۴	حضرت مولوی روم کا تذکرہ	۱۳۳	کھانے کے وقت بیٹھنا
۱۵۶	ایک اور تذکرہ (بینائی)	۱۳۳	میر محمد افضل کا ذکر
۱۵۶	اور طرح طرح کی صورتیں	۱۳۴	مختلف امور کی بابت ارشادات
۱۵۷	معاش اور فقر و فاقے کا تذکرہ	۱۳۶	حضرت صاحب کے ملفوظ کی عبارت کا تذکرہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۷	حدیث شریف (آسمان دنیا)	۱۵۸	حافظ اسعد کا تذکرہ
۱۶۸	اسم اعظم کا تذکرہ	۱۶۱	ایک اور تذکرہ (عملیات)
۱۶۹	اجمیر شریف وغیرہ کا تذکرہ	۱۶۳	شیخ محمد قدس سرہ کا تذکرہ
۱۸۲	حضرت شیخ کلیم اللہ کا تذکرہ	۱۶۵	ایک دوسرا تذکرہ { ذکر کے طریقے اور چند باتیں}
۱۸۲	طیبوں کے علاج کا تذکرہ		
۱۸۵	ایک اولاد کا تذکرہ (قدی)	۱۶۱	حضرت نصیر الدین روشن چراغ (کشف)
		۱۶۳	ایک دوسرا تذکرہ (مشغولی)
۱۸۶	مختلف تذکرات	۱۶۴	حضرت شیخ کلیم اللہ کے نواسے کا تذکرہ (محب نبی کی وجہ)
۱۸۸	حضرت مولوی رشید کے عرس کا تذکرہ		
۱۹۰	تاریخی قطعات	۱۷۵	حافظ خیر اللہ شاہ محمد پوسٹ حاجی نصر اللہ خاں کا تذکرہ

مقدمہ

از جناب مفتی انتظام اللہ شہابی

خداے تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ اپنے دینِ مشین کی اشاعت و تحفظ کی خاطر علمائے اُمت میں سے وقتاً فوقتاً ایسے صالح بندے منتخب فرماتا ہے جن کی صلاحیتیں بروئے کار آکر اُمتِ محمدیہ میں نئی روح بھونکتی رہتی ہیں۔ تاریخِ اسلام کے صفحات ان نفوسِ قدسیہ کے حالات سے مزین ہیں۔ ان میں سے اکثر حضرات ایسے ہیں جن کو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کی قربانی دینی پڑی ہے اور ان بزرگوں نے بخوشی یہ قربانیاں دی ہیں۔

برصغیر ہند پاکستان میں کثرت سے ایسے بزرگان
 دین پیدا ہوئے جن کے واقعات زندگی تاریخوں اور
 تذکروں میں محفوظ چلے آتے ہیں۔ اپنے زمانہ میں
 اُنہوں نے احیاء دین اور اشاعتِ اسلام میں بڑی
 صعوبتیں جھیلیں، مخالف حالات کا مقابلہ کیا، لیکن وہ
 اپنے کام میں لگے رہے۔ آخر کار اُن کی دعوت حق سے
 اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

صوفیائے کرام اور علمائے عظام کی دعوت
 اعلیٰ کلمۃ الحق کا یہ ایک کرشمہ ہے کہ برصغیر کے
 باشندے جو حق جو حق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔
 یہاں کے بادشاہوں نے اشاعتِ اسلام کی
 طرف توجہ نہیں کی، وہ دوسری اصلاحات میں
 مصروف رہے۔ لیکن اس کمی کو صوفیائے کرام اور
 علمائے حق نے پورا کیا۔ ان ہی حضرات کی کوششوں
 کا نتیجہ ہے کہ آج اس سرزمین پر تیرہ کروڑ حلقہ بگوشانِ
 اسلام موجود ہیں۔

ان حضرات میں مشائخین قادریہ، مہروردیہ، چشتیہ
 نقشبندیہ پیش پیش ہے۔
 چشتیہ سلسلے کے عہدِ آخر کے بزرگوں میں حضرت

شاہ فخر الدین نظامی کا اسم گرامی صرف اول میں
شمال کیا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کی تعلیمات اور معلومات زندگی کا
مختصر سا نقشہ آپ کے ملفوظات "فخر الطالبین" میں
میں نظر آتا ہے، شاہ فخر کے علم و فضل، درس و
تدریس، تبلیغ اسلام، پیری و مریدی اور آپ کے
مریدین و احباب کے تذکرہ کی تفصیل اس میں
موجود ہے۔

شاہ صاحب جس وقت اورنگ آباد سے دلی
آئے تو یہاں کی زبوں حالی منہی کو پہنچ چکی تھی۔
سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی
عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی۔ مسلمانوں میں ہر قسم
کے عیوب راہ پانچے تھے۔ اس دور کی زندگی میں
جو خرابیاں سرایت کئے ہوئے تھیں ان کا اندازہ
لگانے کے لئے درگاہِ قلی قالی کی تصنیف
"سرف و پبی" کے صفحات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔
دہلی کا وہ شہر جس کو کبھی "عالم میں انتحاب"
کہا جاتا تھا اور جو ہنرمندوں اور صنعت کاروں
کا مرکز تھا، اب عیاش پسند امراؤ کی تفریح گاہ بن کر

رہ گیا تھا۔

سیاسی زندگی میں ان ہی خود غرض امراء اور
ور پارٹیوں کی سازشوں اور خانہ جنگیوں کے علاوہ
کچھ باقی نہ رہا تھا۔ بادشاہ کو پہلے مرہٹوں اور بعد
میں انگریزوں نے عضو معطل بنا دیا تھا۔ غرض جہاں
تک مسلمانوں کا تعلق تھا ہر طرف باپوسی اور تاریکی
چھانی ہوئی تھی۔

اسی دور تاریکی میں ہم کو چند درخشاں
ہستیاں نظر آتی ہیں جن کے کارنامے تاریخ میں
یادگار رہیں گے۔

ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں حضرت شاہ
عبدالرحیم، حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی و مرزا
منظر جان جانان قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات نے بوریہ نشینی کے باوجود عوام
کی اصلاح کی اور ان کو دینی تعلیم کی طرف دعوت
دی، اپنے مکانوں اور خانقاہوں میں ان بزرگوں نے
درس لکھائے قائم کیں جہاں سے علماء نکلتے
اور دور دور تک اشاعت علم کرتے شاہ عبدالرحیم
کے بعد شاہ ولی اللہ نے درس و تدریس اور

رشد و پدائیت کی محفل جمائی، شاہ کلیم اللہ کے
 مستدیر شاہ کو حضرت شاہ فخر الدین نے سینھالا
 اور چشتیہ سلسلہ کو زور دیا اور دور تک پھیلا یا۔ اس کے
 ساتھ ہی دوسری حدیث بھی جاری تھا کہ جو
 بہ عانت وہ محدثات رواج پاگئی تھیں اس کا
 سبب بآپ ہو۔

حکومتِ وقت کا بڑا حاکم امیر الامرا سچف خاں
 اپنے مسلک پر عوام کو رجوع کرنا چاہتا تھا،
 اس کی وجہ سے دلی میں تعزیرہ والی کا بہت
 زور تھا، حضرت مرزا مظہر جان جانا نے اس
 بدعت کے خلاف حق بات کہی اس نے فولاد
 خاں (شیعہ) سے آن کو ایسا زخمی کر دیا کہ وہ
 جاں بحق ہو گئے۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کی پاداش میں
 حضرت شاہ عہد العزیز پرچ کو جلا وطنی کا حکم
 ہوا تمام خاندان دور تک پھیل گیا پھر ان
 کے لئے سواری کا انتظام شاہ فخر الدین

نے کیا۔
 شاہ فخر الدین سے شاہ عالم کو عقیدت

تھی اس کے خلف اکیبر شاہ ثانی ان کے مرید تھے اور پوتے ابو ظفر بہادر شاہ نے بچپن میں دیکھا تھا۔

بہادر شاہ ظفر فرماتے ہیں سے

اے ظفر کیا بتاؤں تجھ سے کہ جو کچھ ہوں سو ہوں
لیکن اپنے فخر دین کے کفش بہ داروں میں ہوں
حضرت شاہ فخر الدین اور شاہ عبدالعزیز کی اصلاحی
مساعی نے دنی کے امراء اور عوام کی کایا پلٹ دی تھی
اور اسلامی معاشرہ میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔
ان کے "لامذہ" نے جگہ جگہ مدرسے کھول دیئے
تھے خود حضرت شاہ عبدالعزیز ایک قصیدہ
ہیں فرماتے ہیں سے

بِقَامَدَا اِیْرَاسُ لَوْ لِحَافِ الْبَصْرِ رِیْحًا

لَمْ تَفْطَحْ عَیْنَهُ الْاَعْلٰی الصُّحُفِ

روٹی میں جس طرف نیکل جاسیے اس میں مدارس
نظر آئیں گے، اور وہاں درس و تدریس کا سلسلہ
جاری ہوگا۔

شاہ فخر نے اپنے مریدی کے سلسلہ کو وسیع
 کر دیا تھا ہندو اور شیعہ بھی آپ کے مرید
 ہو جاتے تھے شاہ صاحب بڑی بالغ نظری سے
 تبلیغ دین متین فرماتے تھے، بہت سے ہندوؤں نے
 حضرت کی تربیت سے اسلام قبول کر لیا، اسی طرح
 بہت سے شیعہ حضرات صحیح العقیدہ ہو گئے۔ مہربان
 آباد، خاٹقاہیں ذکر و فکر کی مجلسیں بن گئی تھیں، ان
 سب حالات کی "فخر الطالبین و مناقب فخریہ" میں ایک
 پراز معلومات روشن تصویر نظر آتی ہے۔

ہر دو کتاب فارسی میں ہیں جن کو شاہ فخر
 کے مریدین میر نور الدین حسین و غازی الدین خاں نظام
 نے جمع کیا ہے۔ ان کتب کو اردو زبان کا جامہ
 جناب میر نذیر علی درو کا کوری نے پہنایا
 ہے۔ حضرت درو کسی تعارف کے محتاج
 نہیں ہیں۔ ہندو پاکستان کے مشہور شاعر کہنہ مشقی
 اہل قلم اور صاحب درد ہیں۔ ترجمہ شگفتہ اور
 سلیس ہے۔ شروع میں شاہ فخر الدین کی
 مختصر سوانح عمری بھی اس میں شامل کر دی ہے
 جس سے اس کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

کہیں کہیں حاشیے بھی حسب ضرورت لکھ دیتے
ہیں۔

سلمان اگیڈی اس کتاب کو شایع کر کے
وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر رہی ہے۔
اللہ تعالیٰ اس کے اردباب کو جزائے خیر
دے۔ آمین۔

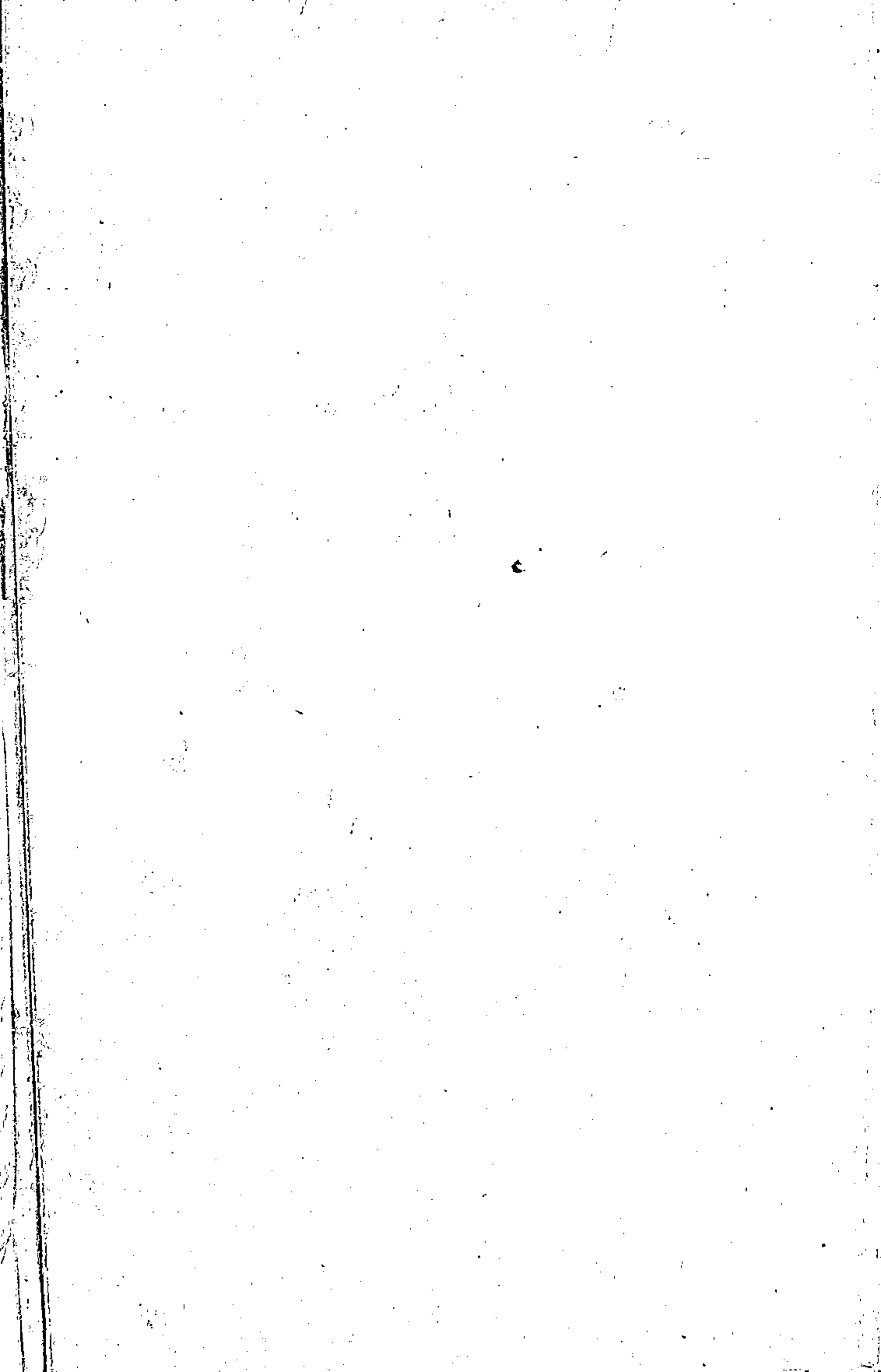
انتظام اللہ شہابی

۱۵ جولائی ۱۹۶۱ء

فخر الطالبيين

و لفظونات شاه فخر الدين دہلوی رح





نقشِ اول

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے حضرت مولانا فخر کے ارشادات کے فارسی مجموعے کا ترجمہ ہے۔

حضرت مولانا فخر کلیم اللہی عظمت کے علم بردار و مہستی ہیں جن کی پشتیہ خاندان میں ایک و صوم ہے۔

آپ حضرت شاہ نظام الدین کا کوری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ نظام الدین نے کوری میں خواب دیکھا کہ میں وہی کے کسی بزرگ کی مجلس میں ہوں اور ان کے انوار و برکات سے مستفید ہو رہا ہوں۔

والد سے اس خواب کو بیان کیا اور علی تشنگی ظاہر کرتے ہوئے دہلی وغیرہ کی سیرو سیاحت کی اجازت چاہی۔ والد نے پہلے پوری محبت کی وجہ سے روکا، پھر

ان کے اصرار پر اجازت دیدی، آپ دہلی پہنچے اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ خود ان کا بیان ہے کہ جب میں

حضرت شیخ موصوف جہاں آبادی کی مجلس میں پہنچا تو مجھ کو اپنا کوری والا خواب یاد آگیا۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے یہ مرید ہو گئے۔ چند روز میں آپ کو مرشد نے

سلوک کے تمام مقامات طے کر دیئے۔ اور علاقہ دکن کا قطب بنا کر اورنگ آباد دکن بھیج دیا اور وہیں قیام کا حکم صادر فرمایا جن صاحب کو حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے تفصیلی حالات درکار ہوں وہ ہماری کتاب "تذکرہ اولیاء اللہ اورنگ آباد دکن" ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص مرید سید نور الدین حسینی نے اپنے مرشد کے ارشادات کو فارسی زبان میں مرتب کر کے "فخر الطالبین" نام رکھا تھا۔ حافظ عبدالاحد مالک مطبع مجتہبائی نے اس کتاب کو صفر ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں شائع کیا تھا۔ فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام اردو داں طبقہ اس کتاب سے مستفید نہیں ہو سکتا تھا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اردو زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا جائے۔ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کے سجادہ نشین حضرت جناب قیصر میاں صاحب زاد عنایت نے بھی اس کی نہ صرف تائید فرمائی بلکہ اصرار فرمایا کہ جلد اس کو مکمل کیا جائے۔ (یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب میں اورنگ آباد دکن میں ۳۳ سال مقیم رہا ہوں۔)

بہر حال عند ذکا اولیاء اللہ تنزل الرحمۃ (اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے) اس حدیث شریف کے تحت اس کتاب کو اردو زبان میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ عام طبقہ بھی خدا کی رحمتوں سے فائدہ اٹھا سکے چونکہ کتاب حضرت مولانا فخر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے متعلق ہے اس لئے ناظرین آئندہ صفحہ میں حضرت موصوف کا مختصر حال ملاحظہ فرمائیں۔

دماد کا کوری۔

حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ بمقام اورنگ آباد کن الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا شاہ نظام الدین نے اپنے مرشد (حضرت شاہ کلیم الدین شہرہاں آبادی) کو مطلع کیا۔ چونکہ ان کے متعلق بہت سی بشارتیں تھیں اس لئے وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور اپنا پیر میں ان کے لئے روانہ فرماتے ہوئے "مولانا فخر الدین" نام سچو یہ فرمایا۔ اشارہ تائید بھی صراحت فرمائی کہ جس فرزند کے متعلق بشارتیں ملی گئی ہیں وہ یہی فرزند ہے۔ یہ بچہ ظاہری علوم میں جید عالم اور باطنی عرفانی علوم کے لحاظ سے اپنے زمانے میں وہابی کا قطب الارشاد ہو گا۔

پدری سلسلے کے لحاظ سے آپ کا نسب حضرت شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور ماورئی اعتبار سے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

مگر اسماء آپ کے حقیقی بھائی تھے جو اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ کامگار تھاں کے مرید تھے۔ ایک حقیقی بہن تھیں۔ دوسری والدہ سے اور تین بیٹائی تھے۔ علامہ معین الدین علیہ السلام بہاؤ الدین علیہ السلام کلیم الدین علیہ السلام اور تینوں بیٹائی آپ سے عمر میں چھوٹے اور تینوں آپ ہی کے مرید تھے۔

تہایت اعلیٰ پیمانہ پر آپ کی تعلیم ہوئی قرآن شریف اور اس کی تفسیر۔ شریعت فقہ و مشارق الانوار، فتویٰ شریف، فتوحات کبیرہ، انجلیات الانس و بیہ کہ انہیں آپ نے اپنے والد سے پڑھے ہیں۔ اس کے بعد آپ مولانا عبدالحکیم کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ ان سے بھی تفسیر، حدیث، اور فقہ کی تکمیل فرمائی۔ اگرچہ باطنی تعلیم اپنے والد سے بہت کچھ حاصل کر چکے تھے، تاہم حضرت مولانا اسعد انصاری سے حدیث، تصوف، منطق، فلسفہ کے علوم پر عبور حاصل کیا۔ پھر شمس باز اور قصوں الحکم مولانا میاں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ اس طرح آپ ۳ سال تک علوم کی تکمیل میں مشغول و مصروف رہے۔ اس کے علاوہ دیگر علوم و فنون، طب، تیر اندازی اور فن سپہ گری میں بھی مہارت حاصل کی۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کی بشارات سے آپ کے والد کو عیلم ہو چکا تھا اس لئے تمام صاحبزادوں میں مولانا فخر صاحب ہی سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی۔ مولانا اپنے ذاتی ذوق سے فن سپہ گری میں یکتائے روزگار ہو گئے تھے۔ جب آپ کے والد ماجد اس عالم سے سفر فرمانے لگے تو مولانا کے بہنوئی قاضی کریم الدین کے ذریعے مولانا کو طلب فرما کر لپٹا لیا اور تمام ظاہری باطنی نعمتیں جو آپ کو سینہ بہ سینہ ملی تھیں وہ سب مولانا کے سینے میں منتقل فرما دیں اس کے بعد رحلت فرمائی۔

باطنی اشارے پر آپ نے فوجی ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح آپ دن بھر سپاہیانہ خدمات انجام دیتے اور رات کو ریاضت و عبادت میں مصروف رہتے۔ اورنگ آباد کی خانقاہ آپ کے والد کی وجہ سے مرجع خلافت پہلے ہی سے تھی۔ اب آپ کی ریاضت اور مجاہدوں سے اس میں اور چار چاند لگ گئے چند روز بعد آپ نے ملازمت کو خیر باد کہہ دیا جس قدر آپ درویشی کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے اتنی اور شہرت ہوتی جاتی۔

مقامات مقدسہ کی زیارت کا آپ کو شوق ہوا تو اورنگ آباد کی خانقاہ کے
تمام امور کو اپنے بھائیوں کے سپرد کر کے دہلی روانہ ہو گئے۔ کستنا ب
مناقب المجوبین سے پتہ چلتا ہے ۱۱۶۵ھ میں آپ دہلی تشریف لے گئے۔
نواب غازی الدین مرحوم کی رباعی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بود سالے چہ فرخ و میوں شخصت و بیخ و ہزار و صد افروں

فخریں بات درم سعد و سعید دہلی کہنہ را نو انجشید

دہلی میں آپ تمام مزاروں کی زیارت سے مشرف ہو کر پاک پٹن شریف
پھر لاہور اس کے بعد اجمیر شریف پہنچے۔ ان تمام مقدس آستانوں کی حاضری
چلاکشی، مجاہدوں اور اسمائے حسنیٰ کی زکاتوں سے متعلق تھی اس طرح رومانی

فیوض سے آپ نے اپنے آپ کو بالالہا لیا اس کے بعد پھر دہلی واپس

ہو گئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے صاحبزادوں نے آپ کو کئی دن

مہمان رکھا۔ معتقدین نے اورنگ آباد واپس جانے نہ دیا بلکہ ایک چوٹی لڑیے

پر لے کر آپ کے قیام کا مستقل انتظام کر دیا۔ پھر کیا تھا مخلوق ٹوٹ پڑی۔

بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مختلف خاندانوں کے شہزادوں میں سب سے

پہلے ابو نصر معین الدین داخل سلسلہ ہوئے اس کے بعد شاہی خاندان کے اکثر

افراد اس سعادت سے مشرف ہونے لگے۔ بہادر شاہ ظفر آپ ہی کے مرید

تھے۔ (جنھوں نے نظم میں آپ کی منقبتیں لکھی ہیں) بالآخر اجمیری دروازے

کے باہر آپ کے لئے خانقاہ تعمیر ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہ خانقاہ چشتیہ سلسلے کے فیوض کا

مرکز بن گئی۔ یہاں اکثر سماع کی مجلسیں بھی گرم رہا کرتی تھیں۔

دہلی کے امراء میں ایک شخص مولانا کا مرید ہوا بعد میں چند حاسدوں کی شرارتوں نے اس کو مولانا سے منحرف کر دیا۔ حضرت سید ظفر علی شاہ قادری سلسلے کے ایک بزرگ تھے جو محلہ بہاؤ گنج میں رہا کرتے تھے۔ یہ شخص وہاں گیا اور اس نے حضرت سید ظفر علی شاہ گنج سے مولانا کی مجلس سماع کا ذکر کرتے ہوئے بہت کچھ نازیبا کلمے کہے۔ سید صاحب کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اس شخص کی طرف نگاہ جلال سے دیکھا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اس امیر کے ملازمین اس شخص کو پاکی میں ڈال کے گھر لائے مگر ہوش میں نہ آیا۔ بعض لوگ اس کو مولانا کی خدمت میں لے گئے۔ مولانا نے فرمایا یہ قادری جلال کا معتوب ہے۔ سید ظفر علی شاہ دہلی کے شاہ ولایت ہیں کچھ نہیں کر سکتا انھیں کے پاس لے جاؤ۔ بالآخر لوگ ان کے پاس لے گئے اور اس کی طرف سے بہت معافی چاہی۔ سادات کا مسک رحیم و کرم سے۔ سید صاحب کو رحیم آگیا۔ فوراً نگاہ کرم سے دیکھا تو وہ شخص ہوش میں آگیا۔ آپ نے اس کو ہدایت کی کہ دیکھو کبھی نقیروں کو برائہ کہنا۔ اس کے بعد یہ شخص قدیم پوس ہو کر اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے گھر واپس آگیا۔

۱۰۵ اور حضرت سید مظفر علی شاہ قادری حضرت مولانا سے ملنے آئے

اور فرمایا کہ میرا آخری وقت ہے۔ حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی کے باطنی حکیم پر آپ کو سلسلہ قادریہ کی امانت سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر سید صاحب مولانا سے بخل گیر ہو گئے اور قادری سلسلے کی نعمت آپ کے سپرد فرمائی۔ اسی رات مظفر علی شاہ کا انتقال ہوا جب شاہ فخر کو خبر ہوئی تو آپ نے قطب ابدال

جہازے کی نماز میں شرکت فرما کر سعادت دارین حاصل کی۔

یہ وہ مقدس زمانہ تھا کہ بمقام الہ آباد حضرت شاہ باسط علی قلندرؒ بمقام چون پور شاہ عبدالقدوس قلندرؒ بمقام مارہرہ حضرت شاہ آل احمد قادری سلسلے کے فیوض و برکات سے خدا کی مخلوق کو فیض یاب کر رہے تھے۔ اسی طرح مولانا شاہ محمد معصوم قصبہ کاکوری میں، اولیسیہ سلسلے کی تبلیغ میں مشغول تھے۔ حضرت شاہ محمد کاشف مہر لوش بھی قصبہ کاکوری میں پشتیبہ سلسلے کے فیوض و برکات سے عالم کو مستفید فرما رہے تھے۔ خلاصہ یہ کہ یہ حضرات آپ کے ہم عصر تھے۔

چونکہ حضرت سید مظفر علی شاہ نے حضرت مولانا فخر گو قادری نعمت دے کر اپنی قطب ابدالی بھی عنایت فرمادی تھی۔ اس لئے آپ کے پشتیبہ سلسلے کی شراب دو آتشہ ہو گئی تھی۔

غرض مولانا اسلامی تعلیمات کا زندہ نمونہ تھے۔ ہر حقیقی طالب کو ظاہر و باطنی علم و عمل سے مالا مال فرماتے رہتے۔ اسلامی اخلاق کی آپ کو یا مجسم تصویر تھے۔ بلکہ سرمایہ فخر و امتیاز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ آپ کا دامن نہ چھوڑتے۔ ظاہری باطنی علم کی مسند آپ کے حلقے میں آگئی تھی شاید کوئی ایسا ہو جو آپ کی دولت علم کا دست نگر نہ ہو۔ آپ کے علمی و اخلاقی اور صوفیانہ کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی بڑی عظمت تھی آپ کا قول سدا مانا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ بہرہ و چوہ صوفیانہ مسند کی زینت بن چکے تھے۔ پرہیزگاری آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

آپ کے والد کی خانقاہ جو اورنگ آباد میں ہے آج کل جناب
 علامہ معین الدین عرف قیصر میاں صاحب سجادہ نشین ہیں (جن کے والد
 ماجد اور حجاز صاحبان کی خدمت میں اس کترین درو کو نیاز حاصل
 رہا ہے) موصوف سے آپ کی چوبہا عیاں ملی ہیں وہ یہ ہیں۔
 میرے مولا اقل ہوا اللہ احد کے واسطے

اسم اعظم اور اللہ الصمد کے واسطے
 اپنی ماں کے باپ کے بھائی کے جد کے واسطے
 یحسین ابن علی پونچھو مدد کے واسطے
 آپ کی فارسی رباعی بھی سنئے۔

نہ راضی کہ کنم سینہ و گریباں شق
 کہ کیست بر سر باطل کبیت بر سر حق
 مرید حضرت عشق و لے نامی دام

چند روز بعد حضرت مولانا پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ کی
 زبان پر یہ شعر تھا۔

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم جسم بگزارم بر سر جہاں شوم
 اس سے رحلت کی طرف اشارہ تھا مریدین، معتقدین، حاضر باش
 سب یہ حالت دیکھ کر زار قطار رو رہے تھے یہاں تک کہ ۲۷ جمادی الثانی
 ۱۱۹۹ھ میں بعمر ۷۳ سال آپ نے وصال فرمایا وصیت کے مطابق
 ۱۶۸۲ء
 آپ کی میت آپ کے مرید صادق پینڈھو خاں کے سپرد کی گئی نماز

جنارہ میں مشائخ وقت علما۔ اوباد سبھی شریک تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے آستانے کے قریب آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اذاللتنا وانا الیہ راجعون۔

آپ کے مشہور خلفاء

حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی۔ خواجہ نور محمد مہاروی۔
 مولانا ضیاء الدین بچے پوری۔ مولانا جمال الدین رام پوری۔ سید احمد۔
 مولوی غلام حسین فریدی حسینی۔ میرداح الدین۔ صوفی یار محمد۔ میر محمد اعظم
 بن عبدالرحمان۔ مولانا ظہور اللہ۔ محمد امان اللہ۔ مولوی روشن علی۔
 میاں عصمت اللہ۔

تصانیف

فخر الحسن۔ عقائد نظامیہ۔ رقعات متفرقہ۔ (ان رقعات میں سے ایک ایک رقعہ ہم کو ملا ہے جس کو ہم نے اپنی کتاب تذکرہ اولیاء اللہ اور نگ آباد کن میں نقل کیا ہے)۔ یہ تمام چیزیں آپ کے علم و فضل اور تحقیقانہ قابلیت کی آئینہ دار ہیں۔

اولاد

حضرت مولانا فخر گنج کے ایک فرزند تھے۔ غلام قطب الدین ان کا نام تھا یہ دکن میں پیدا ہوئے تھے۔ جب مولانا فخر دہلی آئے تو ان کو اپنی ہمشیر کے سپرد کر آئے۔ چند روز بعد یہ بھی دہلی آگئے اور مولانا فخر گنج کے وصال کے بعد یہ اپنے والد کے سجادہ نشین ہوئے۔ انھوں نے ۱۸ محرم ۱۲۳۳ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کے بھی ایک فرزند تھے۔ جن کا نصیر الدین نام تھا۔ مگر میاں کالے صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ بے نظیر شاعر مومن خاں نے ان کا یہ بیچ کہا ہے۔

” ہر دم نام میاں کالے“

بمقام دہلی قاسم جان کی گلی ہیں۔ میاں کالے صاحب کی حویلی تھی۔ اب احاطہ کالے صاحب کے نام سے یہ جگہ مشہور ہے۔ کالے صاحب نے ۱۵ جنوری ۱۸۲۶ء کو وصال فرمایا۔ مہرولی میں دفن ہوئے۔ کالے صاحب کے بعد ان کے فرزند اکبر۔ غلام نظام الدین سجادہ نشین ہوئے۔ قدر میں کالے صاحب کی املاک ضبط ہو گئی تھیں۔ غلام نظام الدین دکن چلے گئے۔ جب حالات درست ہوئے تو دہلی واپس آگئے۔ انھوں نے ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ کالے صاحب کے نواسوں میں سجادہ نشینی کا سلسلہ ہے۔ اس وقت حاجی میاں صاحب سجادہ نشین ہیں۔

جن کتابوں سے حالات اخذ کئے گئے ہیں ان کے یہ نام ہیں۔ کتاب

رومانیت کے تاجدار۔ مناقب المجتہدین۔ واقعات دار الحکومت ذہلی۔
 تاریخ مشائخ پشت علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی جلد اول) مرتبہ محمد الیوب قادری
 یقینہ قیام اور رنگ آباد دکن ذاتی معلومات کی بناء پر لکھا گیا ہے۔ اس کو
 تذکرہ اولیاء اللہ اور رنگ آباد دکن میں ملاحظہ فرمائیے۔

تاریخی قطعات رحلت حضرت مولانا فخر

چوں بسوئے عالم ارواح و وصل
 بے سرو پا لطف و صف و شغل عقل

عارف حق شاہ فخر الدین نمود
 سال رحلت دردم گفتیم گشتہ اند

۱۱۹۹ھ

دیگر

درود فخر زمانہ فخر الدین
 ہو گئے ذات بخت میں ستانی

ہے سن عیسوی میں حضرت کا
 سال رحلت بقتل سبجانی

صوری معنی ہے۔ واسع۔ درد
 بست و ہفتیم جمادی الثانی

۱۶۲۳ ۱۷۸۰ھ

دیگر

تھے بہ فضل و کمال مولانا
فخر جامع مثال مولانا

فخر فخر زمانہ فخر الدین
بن ہجری میں درد ہے تاریخ

۱۱۹۹ھ

درد کا کوروی قلندری

اظہار تشکر

میں اپنے محب صادق مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب
کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ موصوف نے اس
کتاب پر مختصر مگر جامع مقدمہ تحریر فرمایا۔ اسی طرح جناب
ڈاکٹر سید معین الحق اور مولوی محمد ایوب قادری کا شکریہ ادا کرنا
بھی ضروری ہے جن کی پُر خلوص توجہ اور سعی کامل سے یہ کتاب
زیور طبع سے آراستہ ہوئی قادری صاحب نے جس توجہ سے اس
کی کاپیاں اور پروف پڑھے وہ ان کی علم دوستی کی بین دلیل ہے
اللہ تعالیٰ میرے تمام مخلصین کو جزائے خیر دے۔

درد کا کوروی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نہمۃ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس واحد کی حمد جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسا رسول بنا کر بھیجا۔ تمام مخلوقات سے پہلے مرتبہ وحدت میں پورے منظر کی حقیقت کو ملاحظہ فرمایا۔ اور اولیا انبیاء کے دفتر کا ان کو پیشوا بنایا۔ اور ابو البشر (حضرت آدم علیہ السلام) کی آنکھ کو ان کے جمال سے منور فرمایا۔
تمام رسولوں کے بعد زمانے کو۔ کمالات کے ظہور سے اور دین کو
آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کثیر معجزات کے ذریعہ (اللہ نے)
الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ والی آیت
سے دین کو مکمل فرما دیا۔ عارف اور مشہور عقلمند جان لیں کہ سرکارِ دو عالم
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی ذات سے کائنات وابستہ ہے ^۱ هو الاول
والاخر والظاهر والباطن سے اسی طرف اشارہ ہے۔

اس خورشید نوری کا ہاتھ جو درحقیقت یہ قدرت ہے اس نے
کفر کی ظلمتوں کو صفحہ دنیا سے مٹا دیا اور اس کو دین کی صفائی اور روشنی
سے بدل دیا اور چاہا کہ قیامت قائم ہونے تک یہ دین مضبوط اور
قائم رہے۔

۱۔ آج میں نے آپ کا دین مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمتیں آپ پر ختم کر دیں۔

۲۔ وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن۔

اولیاء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔ حدیث ان قواعد کی شاہد ہے
 اس طرح اس امت میں گویا انبیاء کے صفات موجود ہیں۔ جن سے دنیا
 کی ہدایت مقصود ہے۔ اس لئے ہر مومن کو لازم ہے کہ مقبولان بارگاہ
 میں سے کسی ایک کے طریقے پر استقامت حاصل کرے۔ اور اپنے ہاتھ
 سے ان کا پاک و امن پکڑے تاکہ شفاعت کے واسطے دلیل ہاتھ آجائے۔
 زنجیر اللاحادیت کے صفحہ ۲۳ میں یہ شفاعت کی حدیث ہے کہ
 یا انس اکثر من الاصدقاء فانہم شفعاء (ترجمہ) اے انس! دوست
 بہت پیدا کر یہ تیرے لئے شفیع ہوں گے) قل فلتسبح الحجة المبالغہ
 فرمادیجئے اللہ کے یہاں پوری دلیل کی ضرورت ہے اس آیت پر
 کامل یقین ہے اور یہ نسبت ہمارے زمانہ تک ظاہر اور موجود ہے۔
 اسی واسطے جو زندہ یا بندہ کی مثل ہے جس نے ڈھونڈھا اس نے
 پایا۔ جس اہل اللہ سے فیض حاصل کرنا ہو اس کے قول اور فعل سے
 فیض حاصل کرے، اس کے ارشاد کو اللہ و رسول کا قول سمجھے۔ اور
 ان کے قدم بقدم چلنے کو شریعت اور طریقت کے موافق جانے۔ یہ
 درحقیقت بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہے۔
 عالم دو طرح پر ہیں۔ ایک بے تمیز جو بحث سے خارج ہے۔ دوسرا
 با تمیز۔ انھیں اولیاء کو حق تعالیٰ نے عقلی عرفان نصیب فرمایا ہے۔ لوگوں
 کو چاہئے کہ پہلے مرشد کے طریقے پر غور کریں اور اسی دولت کو حاصل کریں
 لہ میری امت کے ولی بنی اسرائیل کے نبیاء کی طرح ہیں۔

کیونکہ مولوی معنوی (حضرت مولانا رحم) فرماتے ہیں کہ
 لے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہ ہر دستے نیاید داد دست
 یعنی بہت سے آدمی شیطانی بھیس میں ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر باقیہ
 معیت کہ لینا ٹھیک نہیں۔ فرض ہر طرح نیک نیت ہو کر اور افسوس
 آسماوی الی اللہ پڑھ کر مرشد کو تلاش کرے۔ مرشد سے جو کچھ سننے
 آسمانی وحی کی طرح سمجھے۔ اندھیری رات کا چاند جان کر یاد رکھئے اور
 اگر فرصت ہو تو کافذہ لکھ کر عمل کرنے کے لئے حفاظت سے رکھے۔
 کہ اس میں جو کچھ وقت صرف ہوتا ہے عبادت میں لکھا جاتا ہے۔
 یہ نور الدین حسین فخری جو نور الدین حسین خاں کے نام سے مشہور
 ہے۔ یہ قطب زمانہ فردیگانہ رئیس العارفین فخر العاشقین کریم ابن کریم (جو
 انک لعلی خلیق عظیمہ کے مصداق تھے) حضرت مولانا محمد فخر الدین
 رحین کا محب بنی لقب ہے) ان کا نظر یافتہ ہے لطیفہ خفی اور جلی پر
 اللہ اس کی مدد کرے۔

حضرت مولانا فخری کے معتقدین یا ان کے سلسلے والوں کی اگر اس کتاب
 پر نظر پڑے اور جس مقام اور ذوق پر ان کو اطلاع ہو وہ اس بے خبر کے
 خاتمہ بخیر ہونے کی دعا فرمائیں۔ (حضرت مولانا فخری کے ارشادات میر
 لئے دستاویز اور وثیقہ ہیں۔ اس لئے جو کچھ سمجھ میں آیا اور یاد رہا میں نے

لے میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

اس کو لکھ لیا ہے

من نونم صرف کر دم روزگار
من نونم میں ہماند یادگار
میں نے لکھا اپنا وقت صرف کیا۔ میں نہ رہوں گا اگر یہ کتاب یادگار
رہے گی۔

عمر بھر میں صرف دو سال سے کم ایسا زمانہ گزرا کہ حضوری میں مسلسل
نہ رہ سکا۔ اور پابندی سے حاضری نہ ہو سکی۔ اس لئے جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ
بقید دن اور تاریخ نہیں ہے۔

ایک دن آپ کی خدمت میں حضرت خواجہ بایزید بسطامی کے قول
دیحانی ما اعظم شانی یعنی سبحان اللہ میری شان کتنی بڑی ہے) کا بار بار تذکرہ
ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ سُکر کی حالت میں ان کی زبان سے جو بات نکل گئی
لوگ اس کو معیوب سمجھتے ہیں۔ سُکر کی حالت میں انسان سے عجیب غریب
منظاہرہ ہو ہی جاتا ہے۔ جیسے شیخ محمد کا مقولہ ہے کہ "میرا جھنڈا الوائے محمد
سے بلند ہے" یہ حالت صحو کا فقرہ ہے۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرح تعریف ہے کہ ہمارا
جھنڈا آل حضرت کی نبوت ہے اور آل حضرت کا علم (جھنڈا) جبریل ہیں۔

اے علم تصوف کے لحاظ سے سُکر اور صحو کی تعریف یہ ہے کہ جب عقل پر عشق کا علیہ ہو تو اس حالت کو
سُکر کہتے ہیں اور جب بحویت کے بعد بیداری ہو (ہوش آئے) تو اس کو صحو کہتے ہیں۔ درد کا کوئی

اس لحاظ سے ہمارا جھنڈا آں حضرت کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے
کیونکہ جبریل سے آں حضرت ہر حیثیت سے افضل ہیں یہ تشریح ہے چونکہ
شرعیات کے مطابق ہو گئی اس لئے جو لوگ ہمارے لئے سب سے اس کو
تسلیم کر لیا۔

اس کے بعد حضرت علی کریم اللہ وجہ کی بابت حضرت مولانا رحمہ
نے جو صریح لکھا ہے۔

افتخارِ ہر نبی و ہر ولی
اس کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا فخر نے فرمایا۔ اس کے
دو مطالب ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت علیؑ اگرچہ نبی نہیں تھے پھر بھی اللہ
نے آپ کو ایسے صفات سے متصف فرمایا جس کی تفصیل بیان میں نہیں
آسکتی اگر تمام انبیاء اس پر فخر کریں تو بجا ہے کہ نبی نہ ہونے کے باوجود
حضرت علیؑ کو اللہ وجہ ارایا اللہ کے سردار بنائے گئے اور اعلیٰ مقامات پر فائز
کئے گئے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ (قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انبیاء کی بھی شفاعت کریں گے اس لحاظ سے) تمام فقیہ اس پر متفق ہیں کہ
تمام انبیاء کو اگر آں حضرت کی امت کہا جائے تو جائز ہے۔ حضرت علیؑ کو خدا نے
جو فضیلتیں عطا فرمائی ہیں ان پر پیغمبر خدا نے فخر کیا ہے۔ آں حضرت جو
سب انبیاء کے سردار ہیں جب انھوں نے فخر کیا ہے تو انبیاء کا امت ہونے
کی حیثیت سے فخر کرنا قابل تعجب نہیں ہے۔ مولانا کی اس مدلل تقریر کو

سب نے بلا شک و شبہ تسلیم کر لیا۔ عرض یہ کہ اسی وجہ سے مولانا رحم کے
حضرت علیؑ کو نہ صرف ولی بلکہ ہر نبی کے لئے باعث فخر بتلا یا ہے۔

اس کے بعد سحانی یا اعظم شافی (جو حضرت پانچویں نے کہا تھا) کے متعلق
پھر ذکر ہوا کہ اس کا مصداق کون تھا۔ مولانا فخر نے فرمایا اس میں ویسی ہی نسبت
(ہی) ہے جیسی محمدی حنفی۔ قادری اور حنفی الفاظ میں ہے اس کے یہ معنی
سمجھنا چاہئیں کہ میں سحان سے نسبت رکھتا ہوں پس کس درجہ بلند شان
والا ہوں۔ اس تقریر سے حاضرین محفوظ ہوئے۔

ایک روز فرمایا شیخہ لوگ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ من فصر
بنی ولین آل علیؑ فلیس منی (ترجمہ) جس نے مجھ میں اور میری آل میں
علی سے فصل رکھا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس حدیث کی اس طرح تشریح
فرمائی کہ اس سے آل کی فضیلت فاصلہ سے ثابت ہوتی ہے۔ یعنی بغیر لفظ
علی اگر دو پڑھا جائے تو عام طور پر دو پڑھنا ہوا اور اگر لفظ علی اور میان میں ہو تو
آل پر مستقل یعنی خاص طور پر دو پڑھنا ہوگا۔ اس طرح لفظ علی لانے پر
آل کی فضیلت کی مستقل صورت نکل آتی ہے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد مولانا مسجد میں بیٹھے تھے بعض اوقار
ایسا ہوتا تھا کہ جب سب مراقب ہو کر بیٹھے دروازہ بند کر دیا جاتا۔ آنے والے
اجنبی ہوتے اور ان کا آنا موجب تشویش ہوتا اس لئے آپ خود اگر مسجد میں
بیٹھ جاتے تاکہ اگر کوئی آئے تو بیٹھے اور آواز نہ ہو اور مریدوں معتقد
کو اسی طرح حلقے میں چھوڑ دیتے۔ جب یہ فقیر مسجد میں آیا تو حضورؐ دیکھا

فرمایا آج ایک حدیث کے معنی خوب سمجھیں آگئے۔

حدیث شریف یہ ہے **زُحْرًا نَحْبًا تَحْرُفُ فِيهَا**۔ اس کے متعلق شیخینہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی کے حق میں ارشاد ہوا ہے بلحاظ نصرت۔ کیونکہ اگر فی الحقیقت کم بلنا۔ محبت کی زیادتی کا سبب ہوتا تو پہلے حضرت علی رضی کے لئے آں حضرت ایسا فرماتے۔ بات یہ ہے کہ شیعوں نے اپنے طور پر یہ معنی لے لئے ہیں یعنی علم لانے چوالفاظ ہیں انہیں سے مطلب نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی سے آں حضرت نے فرمایا کہ تم ایسی حالت میں ہماری زیارت کرو کہ تمہاری ہستی غائب ہو یعنی تم اپنی ہستی کو کھو لے ہو۔ (خودی نہ ہو) یہی چیز محبت کی زیادتی کا سبب ہو جائے گی۔

چونکہ طبیعت خوش تھی اور معتقدین بے تکلف حاضر تھے۔ ان میں سے ایک سید محمدی تھے جو سادات مشائخ سے ہیں اور اپنے اچراہ سے درویشی کا سلسلہ رکھتے ہیں اور مولانا سے بھی انھوں نے اجازت (خلافت) حاصل کی تھی۔ ان کے ساتھ ایک مسافر اور ایک لڑکا الہی بخش نام پٹھان تھا۔ مولوی محمدی کے مریدوں اور شاگردوں میں سے ایک صاحب تھے جو ہر کامی بلازم اور بے عمل تخلص کرتے تھے۔ انھوں نے اس مضمون کا ایک مصرع پڑھا کہ **موتی نازیب ایک علیہ ہی مذہب ہے۔**

مصرع :- **شمشاد سایہ پرور ما از کہ کترست**

(شمشاد ہمارا سایہ پرور کس سے کم ہے)

(یعنی۔ ہمارا مرشد جو ہماری روح کی پرورش میں ہے، وہ مراتب میں کسی سے کم نہیں)

اتنے میں شاہ عبداللہ آئے اور فرمایا عربی پڑھو، انہوں نے پڑھنا شروع کر دی اور یہ شاہ عبداللہ ایک درویش ہیں جو تھوڑے دن سے مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر کبھی کبھی کچھ پڑھا کرتے ہیں۔ اور یہ عبداللہ ان عبداللہ میاں کے علاوہ ہیں جن کی حضرت کی خدمت میں بچپن سے تربیت ہوئی ہے۔ درست اور قوی نسبت رکھتے ہیں ایک عالم ان سے پہرہ مند ہے ان کا مزاج سادہ اور طبیعت نازک ہے۔

ایسے لوگ جو بزرگوں سے عقیدہ رکھتے ہیں میاں صاحب کی باطنی توجیہ سے اچھی آواز سے اشعار پڑھنے کا اکثر ذوق رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسی ذوق میں راتیں گزرتی اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی تھی۔ لوگوں کو ذوق ہوتا اور ان کو خود بھی لطف آتا۔ اور یہ اس لطف میں لہر لگاتے۔ اور ہم لوگوں کے لئے محنت کرتے تھے۔

مریدوں کی کثرت کی وجہ سے جو مختلف طبیعتوں کے ہوتے ہیں یہ طریقہ جاری ہے۔ لیکن حضرت مولانا فخر کی عنایت سے بہت زیادہ صاحب ذوق اور فیض رساں ہو گئے ہیں اور ان کے پاس بیٹھنے والے ہمیشہ سے صاحب وجد و سماع ہیں اور بالدراروں سے ملنے کی تمنا۔ غنی اور میل جول میں کم ہیں۔ اللہ ان کو اچھا رکھے۔ مقبولان سے ہیں۔

ایک دن انہوں نے خواجہ بزرگ کی رباعی جو حضرت کرم اللہ وجہ کی شان میں ہے پڑھی۔

سے بعد نبی بر سر تو تاج نبی وسے واوہ شہماں زیم تو بلان نبی
 آئی تو کہ معراج تو بالا تر شد یک قامت احمدی ز معراج نبی
 لوگ توجیہ کرتے ہیں مگر یاد ہو تلو ہے کہ کسی بندہ کہ نے لکھا ہے کہ جمع الجمع
 کا مرتبہ انبیاء کا مقام ہے، یہ حق سے مخلوق کی طرف رجوع ہوتا مخلوق کی نسبت
 کے لئے ہے اور یہی عمرہ مرتبہ ہے۔

اور مرتبہ جمع اولیا کا مقام ہے جس میں مخلوق سے حق کی طرف رجوع
 ہونا لازمی ہے۔ ہمیشہ مخلوق سے حق کی طرف ولی کی توجہ رہتی ہے اور
 نسبت کے لئے مخلوق کی طرف نبی کی توجہ ہوتی ہے اس لئے (شاعر نے) کہا
 کہ (علیؑ) آپ کی معراج معراج نبی سے بالاتر ہے۔

مولانا فخر صاحب نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ قبر میں تہکات کے
 دفن کرنا حدیث شریف سے ثابت ہے اس طرح کہ فاطمہؑ یعنی حضرت امیرالمؤمنین
 علیؑ رضی اللہ عنہم شہد کی والدہ کے دفن کے وقت حضرت رسالت پناہ
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی قمیص مرحمت فرمائی تھی کہ اس کو کفن
 میں رکھ دیں۔

کسی شخص نے اگر ایک شعر پڑھا مولانا فخر صاحب بہت خوش ہوئے۔

سہ نبی کے بعد نبی کا تاج آپ کے سر پر ہے بندگانوں نے یہ مرتبہ دیکھ کر آپ کی نسبت
 کی۔ اس کے سوا نبوت کی معراج سے آپ کی ولایت کی معراج بالاتر ہے کیونکہ جب تک
 ولی ہونے کی قابلیت موجود نہ ہو نبوت ملتی نہیں گویا ولایت اصل بنیاد ہے۔

پھر فقیر حقیقہ زنا چیز کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ شعر سنو۔

اثبات غیر و نفی من از من نمی شود
بت می شود فضیل و برہمن نمی شود

پھر حضرت صوفیہ کے طریقے پر بھی اس کا مطلب ارشاد فرمایا۔

ایک دن تنہائی میں ارشاد فرمایا انسان کو چاہئے کہ فرماں بردارِ خلوص بن کر زندگی گزارے اور متبوع (یعنی مخدوم) نہ بنے۔ جفاکش ہو کر نہ زندگی بسر کرے اور ہر کام میں اپنا ایک اصول مقرر کرے۔ یہ فرمایا کہ بعض رشتہ دار ظاہر میں پہچاٹ و دنیا داری ہدایت کرتے معاملات برداشت کرتے ہوئے معافی دیدیتے ہیں اور اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے معافی کا طریقہ بڑا کہ یہ آدمی ہمارا محتاج ہے۔ اس لئے ہم نے معافی دی تو یہ امیری ٹھاٹھ کی معافی ہے۔ اصل معافی وہی ہے جس میں معافی دینے کے احسان جتنے کا خیال نہ ہو۔

۱۔ (ترجمہ) غیر کا ثابت کرنا اور اپنا انکار چھڑے سے نہیں ہونا فضیل بت ہو سکتا ہے، برہمن نہیں ہو سکتا۔ (فضیل شاعر کا تخلص معلوم ہوتا ہے) حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں بت انسان کامل کو کہتے ہیں (کنز الخطیم) اور جس کو دوسرے معنوں کا خیال ہو تو اس کے خیال کی درستی کے لئے مولانا رومؒ کا شعر کافی ہے۔ چوں خلیل آمد خیال یار من۔ صورتش بت معنی آو بت شکن اس سے بہتر تصور میرشد کا جواز اور دلیل کیا ہو سکتی ہے تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب حقائق تصوف دیکھیے۔

درد کا کو روی

مولانا فخر صاحب کے خلیفہ عظیم کا بیان

ایک روز مولانا سے یہ صاحب نماز کے بعد قاعدہ مقررہ کے
واقف دعا کے طالب ہوئے۔ یہ مولانا کے مشہور خلیفہ ہیں۔ ان کو تمام طریقوں
اجازت بھی حاصل ہے اور یہ حسب ارشاد غازی الدین ننگ میں رہتے ہیں
بارے کے سیدوں میں ہیں۔ انھوں نے جوانی میں سپاہیانہ زندگی بسر کی
سن فن میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔ سپہ گری کے بعد فقیری لے لی۔ کچھ
شمالی پہاڑ اور کشمیر وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے حضرت شیخ المشائخ
یق الحق حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر بارے کی زیارت کے لئے
کے جنگلوں کی طرف آئے۔

پھر قصبہ حصار میں بیان محمد ماہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے
س چند ماہ رہے۔ یہ میاں محمد ماہ درویش کامل الوجود اور مرد آزوہ سیاح
ر صاحب عرفان ہیں۔ اعمال علوی ہیں تہرت رکھتے ہیں ان سے ملاقات
ربیت کر لی) شاہ صاحب مذکور نے ان کو دعائے سیفی کی بھی اجازت

مگر خود میاں محمد ماہ حضرت صاحب قبلہ عالم و عالمیاں قدوۃ العارفين
الہائے نقیین سر دفتر دروینداں (یعنی حضرت مولانا فخر صاحب کے والد)
شیخ المشائخ حضرت شاہ نظام الدین ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے
بہت فائدے حاصل کئے۔ اس لحاظ سے وقت رحلت آپ نے

رمیاں مہر ماہ نے) سید عظیم الدین سے فرمایا حضرت مولانا فخر صاحب کے پاس
جانا اور خدا کا راستہ معلوم کرنا۔ چنانچہ سید عظیم الدین سید مہر ماہ کے کہنے پر
یہاں آئے اور مرشد کی برکت سے اللہ نے ان کو بڑے درجے پر پہنچایا۔
حضرت مولانا فخر نے ارشاد فرمایا تم ہمیشہ ایک ہی دعا مانگا کرتے ہو۔ رزق کی
وسعت کے لئے کیوں دعا نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ چیز سب پر مقدم ہے انسان
کو چاہئے کہ اللہ سے روزی کی وسعت کے لئے دعا کرتا رہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک روز مولانا فخر نے ارشاد فرمایا کہ میں تو سب سے
پہلے رزق کے لئے اس طرح دعا کرتا ہوں۔ اللہم ابسط علينا
فی الدنیا و زیدنا فیہ۔ اس ارشاد سے چند سال پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ
درویش کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے پاس کوئی وہی یا کسی عمل ہو تاکہ
کہ رزق میں وسعت ہو لیکن اس میں نیت نہ لگی رہے اس کو صرف اطمینان
قلبی کی حد تک سمجھے۔

کلاوتی فرقے کا تذکرہ

ایک روز ارشاد ہوا کہ ہندوستان میں کلاوتیوں کا ایک فرقہ ہے۔
جو ایسی ذہانت رکھتا ہے کہ اگر ان میں کوئی موسیقی کے فن میں کامل ہو جاتا ہے
تو وہ بکتلے روزگار سمجھا جاتا ہے ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہم میں چیزیں

لے یا اللہ ہم کو رزق عطا فرما، یا اور اس کو بڑھاتا رہ۔ ورد کا کوری

مہارت حاصل کرتے ہیں تو اسی میں مست رہتے ہیں۔ ایک مقام کی بحث کو دوسرے مقام سے مخلوط نہیں کرتے۔ پس مرد کا کمال اسی میں ہے کہ ایک مسلک یا ایک طریق یا ایک روش پر قائم رہے اور اس کے متعلق اگر کوئی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دیتا رہے اور دوسری باتوں کو اس میں مخلوط نہ کرے۔ مثلاً کوئی ایسا آدمی ہے جو درویشیانہ مزاج رکھتا ہے اور اس وقت اس کی طبیعت کا لگناؤ اسی طرف ہے تو اس سے اسی طرح لے اور حیب دنیاوی کاموں میں مصروف ہو تو اس سے دنیا داری پرستے یا اگر وہ صوفی ہے تو اس سے صوفیوں کی طرح پیش آئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ فقہ جانتے والے سے حقائق میں گفتگو کرنے لگے اور اگر حقائق جانتے والے سے گفتگو کر رہا ہے تو اس سے حکمت (فلسفے) علم کلام کے متعلق کوئی سوال نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر فن اور ہر علم والے سے اسی فن اور علم کی گفتگو کرے جس کا وہ ماہر ہے۔

میر افضل اور حضرت صاحب کا تذکرہ

ایک دفعہ رات میں بچے مکلف دوستوں کے ساتھ حضرت مولانا فتح صاحب خانقاہ کے صحن میں بوسے پر تشریف رکھتے تھے۔ سید محمد افضل جو حکیم میر افضل کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت صاحب سے اجازت خلافت بھی رکھتے ہیں عبادت کا بھی ذوق ہے۔ نقایہ بہت پڑھتے رہتے ہیں، مولانا سے بھی چند عملوں کی اجازت ہے یہ ہر جگہ

بے کھٹکے ان عمالوں کو آزماتے رہتے ہیں حضرت خواجگان کی نوجہ سے ان کے عمل تیر بہدت بھی ہیں طبابت پیشہ ہے بادشاہان وقت کا علاج بھی کرتے رہے ہیں۔ یہ بھی مولانا کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ ہوا تو اس پر (حضرت مولانا فخر صاحب نے) یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے دوستوں میں ایک صاحب تھے ان کی شادی ہوئی اتفاقاً سے ناکام رہے اور بہت دنوں تک اپنے کو بے کار سمجھا کرتے۔ ایک روز مولانا نے ان سے فرمایا، کہو کیا حال ہے۔ بے تکلفی کی وجہ سے اصل بات عرض کر دی۔ ارشاد ہوا۔ کوڑی لو اور چنے لو اور اس پر بھائی سر اج الدین کا فاتحہ دے کر کھا لو۔ چنانچہ ان صاحب نے ایسا ہی کیا، ٹھوڑی دیر بعد وہ صاحب عادت کے موافق اپنے گھوڑے کے پاس گئے، گھوڑے نے ان کے عضو تناسل میں کاٹ کھایا، جس سے بہت سا خراب خون بہ گیا۔ مرہم وغیرہ لگایا، زخم اچھا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دمی کی قوت پوری طور پر آگئی۔ ایسی کہ تاب لائے سکے۔ آخر جو پات چاہتے تھے اس میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت منصور علاج قدس سرہ کا تذکرہ

ان کے متعلق ایک دن تذکرہ ہوا۔ حضرت صاحب (سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ) نے منصور علاج کی نسبت ایک ایسا لفظ جو شہ میں تذکرہ فرمایا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ان میں ایمان نہ تھا تو اس پر حضرت مولانا

فخر صاحب نے فرمایا صدیق اس کو کہتے ہیں کہ ستر (۷) صدیق اس کو
 زندیق کہہ کر یاد کریں۔ تب کہیں وہ صدیقیت کے مرتبے کو پہنچتا ہے۔
 اس صورت میں منصور کا کمال اور حضرت صاحب کی صدیقیت ثابت
 ہے اور فرمایا کہ یہ چیز تخریب میں آچکی ہے۔ لیکن کتاب کا نام زبان پر
 نہیں آیا۔

حضرت مولانا کا یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کے مسئلوں کی سند بیان
 نہیں فرماتے۔ چونکہ مختلف قسم اور مختلف مزاج کے لوگ بیان کرنے وقت
 موجود ہوتے ہیں اس لئے اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھتے۔ تاکہ کسی کو حملے کا
 شبہ نہ ہو اور کسی کی دل شکنی بھی نہ ہو اور اپنے ہمارے سے اشارہ فرمادینے
 کہ ہم کسی وقت یہ چیز تم کو بتادیں گے اگر وہ خلوت میں یاد دلانے کو آپ
 بتلا دیا کرتے تھے۔

ایک اور تذکرہ حسن اعتقاد

فرمایا، جو انسان جس اعتقاد اور حسن خیال کا ہوتا ہے وہ اسی
 خیال اور اسی اعتقاد والے انسان سے ملتا ہے۔ بعض ہم کو عالم، بعض
 صوفی، بعض کیمیاگر خیال کرتے ہیں۔ اور بعض سمجھتے ہیں کہ صرف ان کا
 اخلاق بڑھا ہوا ہے۔ اس وجہ سے لوگ ان کے زیادہ معتقد ہیں۔
 اور بعض لوگ عامل جان کر عمل پوچھا کرتے ہیں۔ میں بھی ہر ایک کے
 اعتقاد کے موافق ہر ایک کو جواب دے دیا کرتا ہوں۔

ایک شخص ذی اخلاق سمجھ کر میرے پاس آتا ہے میں دروازے تک اس کا استقبال کرتا ہوں اور اپنے یہاں سے اس کو راضی کر کے واپس کرتا ہوں۔ کیمیا پوچھنے والے کو کیمیا کا نسخہ بتا دیتا ہوں اور کوئی عالم ہوا تو اس سے علمی گفتگو کرتا ہوں۔ کسی صاحب کا نام لیا کہ وہ میرے پاس آتے ہیں اور محلو طالب علم سمجھتے ہیں۔ چاہے بیس سال گزر جائیں تب بھی میں ان کے سامنے شغل باطنی کا ذکر نہ کروں گا، ہاں کوئی مسئلہ پوچھیں تو اس کے لئے حاضر ہوں۔ اور واقعی وہ صاحب چند سال سے آپ کے پاس آتے ہیں اور تخلیہ ہوتا ہے۔ مولانا بہت خاطر داری سے پیش آتے ہیں اور ان سے عجیب و غریب مسئلے بیان کرتے رہتے ہیں یہ صاحب عالم، فاضل، اور عابد بھی ہیں اور حریم شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے دل میں اعتقاد نہیں ہے، اس لئے سلوک سے ناواقف ہیں۔ اسی طرح ایک دن ایک اور صاحب کا تذکرہ ہوا جو دکن سے آئے تھے اور تنگ دستی میں گرفتار تھے اور اپنے آپ کو بابرہ طالب بھی کہتے تھے۔

میاں نور محمد صاحب کا تذکرہ

یہ فقیر اور میاں نور محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو یاران باکمال کے سرگروہ، صاحب کے سردار، درویشوں کے لئے باعث فخر اور خستہ دلوں کے لئے مرہم ہیں، متقیوں کے افسر، علوہم حیا کے جامع، مجبوروں کے

چہرے کی رونق معشوقوں کے دل کی کشش میں اور داناتی کی مسند نشین، اللہ کے درد مندوں کے اہام۔ جو آپ کے خلفا میں کیلتے رہے گا ہیں۔ کئی بار میں نے ان کے متعلق اور ان کے دوستوں کے متعلق حضرت کی زبان سے بشارتیں سنی ہیں۔ فرماتے تھے کہ ان سے جب سے ملاقات ہوئی آج تک انہوں نے میری مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ اور ان کا دل میری طرف سے کبھی غبار آلود نہیں ہوا۔ اور یہ بات ان کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔

ورنہ اکثر لوگوں سے کوئی نہ کوئی خطا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد وہ اس کی معافی چاہتے ہیں یہ آپ کے اخلاق ہیں کہ آپ اپنی مہربانی سے معاف فرمادیتے ہیں۔

ہم دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چند لوگوں کے لئے عرض کیا جائے۔ تاکہ ظاہری سلوک کی یا بت کچھ ارشاد فرمائیں۔ موقع پاکہ عرض کیا گیا۔ فرمایا یا تم کو نہیں معلوم یہ لوگ ہم سے ارادت رکھتے ہیں۔ ان سے دکن میں ملاقات ہوئی تھی۔ یہ ہم کو کم سن ہونے پر بھی بڑا بزرگ جانتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے ہزاروں لاکھوں مرید ہیں، صرف اسی خیال سے ہم بھی ان سے صاحبزادگی کے طریقے کا برتاؤ کرتے ہیں عرض ایک بچارے کی عرض بالتفصیل سنی لیکن تربیت کے لحاظ سے جو اصل بات تھی وہ ارشاد فرمادی۔

زیارت قبور کی بابت حدیث شریف

ایک دن خانقاہ کے والان کے ساتیان میں جس طرف حضرت کا مکان ہے ٹہر کے بعد مولانا بیٹھے ہوئے تھے، بہت لوگ موجود تھے جن میں بعض فاضل بھی تھے۔ بعض میری طرح کتاب دیکھا کرتے تھے۔ رمضان شریف کی پہلی تاریخ تھی، تھوڑی دیر بعد قہما مایا قبور کے متعلق ایک دلی حدیث شریف خوب ہاتھ آگئی ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ جس کتاب کی یہ حدیث ہے وہ کس کی لکھی ہوئی ہے کہا جلال الدین سیوطی کی پھر حدیث شریف پڑھی جس کے یہ معنی ہیں کہ

وہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو الحمد للہ اور بے قیل ہو اللہ اور اہلکم اللہ کا اثر پڑھا کرو تا کہ آخرت میں یہ تمہاری شفاعت کریں۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی کہ ان آیتوں کا پڑھنا اموات کے لئے بہت ہی مفید ہے اور پڑھنے والے کے لئے یہ فائدہ ہے کہ (خدا کی بارگاہ میں) یہ اس کی سفارش کر دیا کرتے ہیں۔ ہر شخص کی سفارش اس کے درجے کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جب کسی ولی یا نبی کے مزار پر یہی آیتیں پڑھی جائیں گی تو نہ معلوم اس کا کتنا فائدہ ہوگا جو لوگ زیارت قبور پر اعتراض کرتے ہیں (یہ ان کا جواب ہے۔ بعض محدث جیسے ابن تیمیہ وغیرہ ہیں۔ آخر زمانے کے بعض علماء نے ابن تیمیہ کی پیروی کی ہے اس لئے زیارت قبور کے فائدے سے انکار کر دیا ہے

کہہ دیا ہے کہ اگر فائدہ ہے تو صرف مرنے والوں کے لئے ہے۔

مولوی محمد اکرم کا تذکرہ۔ اور شاہ جہاں آباد میں احمد شاہ درانی
کا تسلط

گریاں بریاں، صاحب ذوق و شوق مولوی محمد اکرم علیہ السلام کے لئے
جو مولانا کے مخصوص عاشقوں میں ہیں۔ مولانا کو بھی ان کی صحبت پر پورا
اعتماد ہے یہ آپ کے شاگرد بھی ہیں ان پر بے انتہا شفقت بھی ہے یہ
مولانا کی خدمت میں گستاخ ہیں ایسی کسی کی مجال نہیں جب یہ بچوں
کی طرح ضد کرتے ہیں تو مولانا بہت شفقت فرماتے ہیں۔ کیا اعلیٰ
کہا ادنیٰ سب ان کی اچھائی کے قائل ہیں۔ اکثر پڑھانے میں مشغول
رہتے ہیں علوم متداولہ (علوم جاریہ) خاص کر فقہ میں ان کی طبیعت
بہت تیز ہے۔ ان کو اہل بیت اور سادات سے جیسی عقیدت ہے پرانے
زمانے کے لوگوں میں بھی نہیں سنی گئی۔

احمد شاہ درانی کے تسلط کے وقت جب قتل عام ہو رہا تھا،
ایک سیدانی کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ ہر چند لوگوں کی خوشامد اور ان سے
عاجزی کی گئی مگر رحم نہ آیا یہ بھی اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے
احمد شاہ کی فوج والے سے جا کر بہت کچھ کہا اور سادات کی عظمت
بیان کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کی مگر اس نے ایک نہ سنی آخر انھوں نے
اپنی بیوی کو پیش کر دیا کہ ان کے بدلے میں اس کو لے لو سید زادی کو دیدو۔

اگر میری بیوی ان سیدزادی کے بدلے تلف ہوگئی تو کوئی پروا نہیں۔
 آن حضرت سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے تو میری روٹی
 حاصل ہو جائے گی (انصار رضی اللہ عنہم کے سوا آن حضرت کی خدمت
 کسی نے نہیں کی، ظاہر ہے) پھر اس فوجی نے یہ سوال دیکھ کر سیدزادی
 کو چھوڑ دیا یہ نیکی ان کے نامہ اعمال میں لکھی گئی سبحان اللہ۔ یہ
 ان کے حالات ہیں۔

اس لئے یہ جو کچھ چاہتے ہیں مولانا ان کو عنایت کر دیتے ہیں
 کسی بات کی شرط نہیں لگاتے اس واقعے سے اندازہ کریجئے کہ
 آن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں حقیقی ایمان کی
 جو نعمت تھی وہ ان میں پائی جاتی ہے اور قیامت تک ایسی نسبت
 والے ہوتے رہیں گے، دنیا میں کمال والے، صاحب عرفان، مومنین
 مشافقین سبھی طرح کے لوگ موجود ہیں، (مگر ایسے کہاں) مولوی محمد اکرم
 صاحب کی حالت یہ ہے کہ مولانا نے حسب دستور ان کو کوئی مشغل
 نہیں بتایا مگر یہ جب مولانا کو دیکھتے ہیں تو چونکہ مولانا کا جمال آنحضرت
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جمال کا عکس ہے، اس لئے ان کی حالت
 بدل جاتی ہے۔ ان پر مگر یہ طاری ہو جاتا ہے اور شورش عجیب
 رنگ لانی ہے بلکہ مولانا اپنی عنایت و شفقت سے ان کو دیوانہ کہا
 کرتے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ (زیارت قبور میں) علماء و کما
 مختلف مسلک ہے بعض کہتے ہیں کہ زیارت کرنے والے کے لئے

کوئی فائدہ ہی نہیں ہے اور آیات قرآنی سے صرف مردے کو فائدہ ہوتا ہے، پڑھنے والے کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اتنے ہیں مولانا نے جلال الدین سیوطی کی کتاب سے دوسری حدیث بیان فرمائی جس کے یہ معنی تھے کہ "مرنے والے کے عزیز جب ثواب پہنچاتے ہیں تو اس کے بدلے میں رفاخہ پڑھنے والے کے لئے قبرستانے ایک طباق لاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب میں دونوں کے لئے فائدہ ہے۔"

حاجی خدابخش نامی بزرگ کا تذکرہ

ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مولانا سائبان کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور حاجی خدابخش نامی ایک بزرگ منوکل درویش آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ تراویح کا ذکر آیا انھوں نے پڑھنی کیا کہ اس فقیر کا بچہ جو دس سال کا ہے اس نے آپ کی دعا سے اس سال قرآن شریف ختم کر لیا ہے مولانا نے تفصیل پوچھی عرض کیا کہ ہر رات ڈیڑھ پارہ پڑھتا تھا مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ۔ مبارک ہو۔ یہ آداب بجالائے اس سلسلہ میں فرمایا کہ اورنگ آباد کن ہیں ایک حافظ تھے وہ جہاں تراویح پڑھاتے اور حافظ سامع (سننے والا حافظ) لقمہ دیتا تو لقمہ نہ لیتے اور پہلے رکوع سے پھر شروع کر دیتے۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی لفظ صحیح ہو گیا تو ہو گیا ورنہ پھر دو رکوع اوپر سے پڑھتے۔ پھر بھی صحیح پڑھ نہ سکتے غرض یہ انہی طرح تراویح پڑھاتے تھے۔ ایک بار مجھے بھی

قرآن سننے کے لئے پلایا۔ میں گیا آنکھوں نے اپنی مقررہ عادت کے موافق قرآن شریف پڑھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ادھی رات کو تراویح کی نماز ختم ہوئی۔ میں اس زمانے میں یا جلیل الوسط کا نقش لکھا کرتا تھا اور اس کی زکات بھی دے رہا تھا، دو گھنٹے اس کے لئے مقرر تھے۔ جب ان حافظ صاحب سے فرصت ملتی تب میں اس کی تکمیل کرتا کرتا ایسا ہوتا تھا کہ اسی میں صبح ہو ہو گئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اس قسم کے عملوں کا۔ لوگ میرے سامنے ذکر کرتے ہیں مگر میں ادھر کچھ توجہ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ میں نے اس قسم کے بہت عمل کئے ہیں۔ اس فقیر نے اس قسم کا ایک اور قصہ حضرت مولانا سے سنا ہے (فرماتے تھے کہ) میں نے محنت اور مشغولی بہت کی ہے بلکہ اتفاق سے انہیں دنوں خلوت میں بھی ان کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اپنے دیکھنے کے سوا اس میں کچھ اور نہیں ہے (بس وہی) دید باقی رہ گئی ہے۔ راقم کہتا ہے کہ اس قسم کا تذکرہ زبان مبارک پر بہت کم آتا تھا اور اگر کبھی اس قسم کی گفتگو کرتے تو خلوت میں یا ان خاص سے کہہ دیا کرتے اس قسم کی چیزیں بتلانے میں شامل ہوتا ہے مگر چونکہ یہ چیز فائدے سے خالی نہیں لہذا خدا کے بھروسے پر اور حدیث انما الاعمال بالنیات کو اپنا شفیع بنا کر بتلا دیتا ہوں (اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر عمل کا وار و دار نیت پر ہے) اس کے بعد فرمایا میریدیع الدین کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے کیونکہ آنکھوں نے ۱۲ سالے تراویح میں پڑھے تھے۔

میرید بیچ کا تذکرہ

یہ حضرت مولانا کے خاص مقصدوں میں تھے اور جہاں آباد کے صحیح النسب سید ان کے باپ دادا نجد کے رہنے والے تھے یہ بخاریہ کے سیدوں میں ہیں۔ سید سعد الدین قتیل قتیل العشق تک ان کا نسب پہنچتا ہے جو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ نجد کے بڑے سیدوں میں ان کا شمار ہوتا ہے جن کا حال کتاب اخبار الاخیر میں درج ہے۔ شہر دہلی میں ان کی اولاد شہر کے شریفوں میں ممتاز ہے۔ سید واڑ کے نام سے ان کا محلہ مشہور ہے۔ تھوڑے دن سے یہاں قیام ہے۔ سید واڑہ پڑانی دہلی کا ایک محلہ ہے جہاں یہ پہلے رہا کرتے تھے۔ اس محلے کے سادات معتبر نسب والے ہیں، انھوں نے پہلے حافظ گل محمد سے قرآن شریف حفظ کیا اور کچھ مشغولی بھی کی، پھر حافظ صاحب مذکور کے انتقال کے بعد مولانا کے معتقد ہو گئے مولانا کی بھی ان کی طرف خاص توجہ تھی اور ان کو آپ نے قادر یہ خاندان میں مرید کیا اور مشغولی بھی بتائی۔ پھر انھوں نے مولانا سے میزبان شروع کی اور اپنی صحیح بخاریہ شریف پڑھتے ہیں، ذاتی صفاتی خوبیاں اور شریعت اور سیادت میں ان کو جو خصوصیت حاصل ہے بیان سے باہر ہے مولانا صاحب تمام احباب کو ان کی خدمت میں رسوخ اور اعزاز حاصل ہے میر صاحب دو بھائی ہیں۔ ایک حقیقی جن کا میر خیر الدین نام ہے دوسرے خالہ زاد

بھائی کا شفیق الدین نام ہے۔

میر خیر الدین اور میر شفیق الدین کا تذکرہ

یہ دونوں صالح اور متقی ہیں۔ نہایت عزت دار اور فن سپہ گری میں ماہر۔ رات دن مولانا کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور ان سے خاص خدمتیں متعلق ہیں۔ حضرت مولانا اگر کہیں تشریف لے جاتے تو کسی کو بہت کھم ساتھ لے جاتے۔ مگر یہ دونوں ہمیشہ ساتھ رہتے۔ اور دعوت کے متعلق حضرت کا یہ اصول تھا کہ جو کوئی آپ کو تنہا بلا تا تو آپ اکیلے تشریف لے جاتے اور اگر ساتھیوں کی تعداد مقرر کر دیتا تو جتنی تعداد مقرر کرتا آپ اتنے ہی آدمیوں کو ساتھ لے جاتے یا راستے میں لوگوں سے فرمادیتے کہ اب جاؤ مجھے فلاں جگہ تنہا جانا ہے۔ یا دوسری صاحب ساتھ جاتے پھر راستے سے علاحدہ ہو جاتے اور ارشاد کے موافق مقرر مقام پر مل جاتے اور دعوت کھانے کے لئے جانے کو دل سے برا جانتے تھے۔

تاہم جب کوئی ایسی درخواست کرتا تو قبول فرما لیتے اور بلانے والے کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم رکھتے اور ہر معاملے میں مولانا کا یہی طریقہ تھا۔ مگر جہاں تکلف نہ ہوتا وہاں بخوشی تشریف لے جاتے اور ذوق شوق سے بیٹھتے۔ شادی غمی میں بھی برابر شرکت فرماتے شادی میں طلہی پر۔ اور غمی میں بغیر بلائے، تعزیت کے لئے جاتے اور اپنے ملنے والوں کی جنازے کی نماز کو بھی فراموش نہ فرماتے۔

اگر ملنے والوں میں ایسا کوئی انتقال کرتا جس کے مکان پر کوئی نہ ہوتا تو اس کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھ کر آتے جس سے صرف سلام علیک ہوتی اس کے ساتھ بھی حضرت مولانا کا یہی عمل ہوتا۔ اور یہ ہم لوگوں کی تربیت کے لئے ہوتا۔ اور اگر ملنے والوں میں کوئی غریب و محتاج ہوتا اور اس کے یہاں شادی ہوتی یا عہتی تو اس کے یہاں اس کی دلچوئی کے لئے بازار شریف لے جاتے اور اپنے احباب سے فرماتے کہ اس غریب کی دلچوئی کے لئے ضرور جانا چاہئے۔ اور جن لوگوں سے ربط ضبط ہوتا وہاں جانے کے لئے اصرار فرماتے تاکہ اس کا غمگین دل کچھ بہل جائے مطمئن ہو جائے آخر وہ خوش ہو جاتا۔

بیمار کی عیادت یعنی بیمار پرسی کے لئے جانے میں بھی حضرت کا ایسا طریقہ تھا اور دوستوں کو بھی اس کی رائے دینے اور اگر کوئی اس پر عمل نہ کرتا تو حضرت کو ناگوار ہوتا۔ اور علاج کرنے والا، اگر ملنے والا ہوتا تو مریض پر زیادہ توجہ کرنے کی سفارش فرماتے کہ فلاں صاحب علیل ہیں ذرا توجہ سے ان کا علاج کیجئے۔ غرض اسی قسم کے جملے فرماتے رہتے۔ باوجودیکہ وہ جان و دل سے آپ کا ارشاد سجالانے کے لئے تیار ہوتا پھر بھی شکمانہ لہجے میں ہرگز نہ فرماتے۔ اس طرح فرماتے کہ جیسے کسی امیر کی خدمت میں کوئی غریب اپنی عرض داشت پیش کرتا ہے۔ اور تعظیم و تکریم میں ذرا فرق نہ آتا۔

دوستوں پر جو شفقت اور مہربانی تھی، اگر اس کی تفصیل لکھی جائے

تو ایک بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ احباب کو یہ ہدایت تھی کہ مل کر ہیں
 نہ جائیں تاکہ نظر نہ ہونے پائے۔ جب شہر سے باہر خواجگان کے مزار
 کی زیارت کے لئے یا عرس میں جاتے تو شہر میں داخل ہوتے وقت
 احباب ادھر ادھر ہو جاتے شہر کے باہر ساٹھ رتہ کر چلنے کو منع نہ کرتے۔
 شہر کے اندر آتے وقت تنہا آتے یا صرف ایک دو آدمی ساتھ ہوتے
 اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ شیخ پر کچھ پڑھتے۔ ایک دن فقیر نے عرض کیا
 کہ مولانا اس وقت آپ کیا پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا میں نے کئی بار کلمہ
 پڑھا۔ ایک روز اپنے احباب کے متعلق فرمایا کہ ہمارے دوستوں
 میں اثرات زیادہ ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے اگر ہم اس پر فخر کریں
 تو بجا ہے۔

اس کے بعد حاجی خدائیش نے یا جلیل الوسط کے نقش کی بابت
 دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے اس پر بہت محنت کی ہے لیکن اب خیال
 نہیں۔ اگر ایک ہفتے تک غور کروں تو شاید اس کے لکھنے کی ترکیب
 ذہن میں آجائے۔ اس کے بعد حاجی صاحب موصوف نے پوچھا کہ
 کون سے نقش تاثیر والے ہیں، فرمایا بلا شک اللہ کے سب ناموں میں
 اثر ہے۔ آنھوں نے عرض کیا لکھنے میں اثر ہے یا پڑھنے میں کہا
 دونوں ہیں۔ اور ان کی تاثیر پر ہمارا اعتقاد ہے۔

اس کے بعد اذان کے لئے حکم دیا کہ وقت کم ہے اذان کہو ایک
 صاحب نے اذان دی وضو کے لئے گئے اور نماز ادا کی اور اگر وضو ہوا

تو اذان ہوتے ہی مولانا اٹھتے اور نماز سے فراغت کر لیتے۔ (جن لوگوں کا وضو نہ ہوتا جا کر وضو کرتے اور نماز پڑھ کر آجاتے اکثر ایسا بھی ہوا کہ حضرت مولانا نے جماعت کا انتظار کر کے نماز ادا کی۔ اور لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت وضو فرماتے اس کے بعد جماعت کے لئے لوگوں کا انتظار فرماتے اور پھر آپ کے ساتھ لیگ نماز پڑھتے لیکن دونوں باتوں میں اختیار تھا جس کا دل چاہے آئے انتظار کرے یا سب مل کر انتظار کریں مگر اتنی دیر نہ ہو کہ مسجد میں دیر سے نماز ہونے کا اندیشہ ہو جائے اس لئے کہ لوگ اس کے لئے مجبور نہیں ہیں۔ (یعنی نماز کے وقتوں کی پابندی ضروری ہے)۔

کبھی فرماتے اذان ہو گئی جماعت تیار ہے جاؤ۔ پورے طور پر جماعت کا تقیہ تھا، چنانچہ فقیر بعض اوقات عشا کے وقت تک حاضر خدمت رہتا تو فرماتے جارہے ہو نماز کہاں پڑھو گے، میں عرض کرتا گھر جا رہا ہوں۔ کھانا کھاؤں گا۔ پھر ٹھوڑی رات گزرنے کے بعد نماز پڑھوں گا فرمایا کہ پھر جماعت کہاں مل سکے گی میں چپ ہو گیا ارشاد فرمایا، اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ اور ان کے ساتھ پڑھتے بھی رہو۔ اس دن سے اکثر آپ کے ساتھ ہی جماعت سے نماز پڑھا کرتا۔ اتفاق سے اگر کوئی کام ہوا تو جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع نہ ملتا، مولانا کے ارشاد کی برکت سے بچوں کو نماز یاد ہو گئی ہے اس طرح اب باجماعت نماز ہوتی ہے۔

میرکلو کا تذکرہ جو حضرت مولانا کے خاص خادم تھے

اس کے بعد میرکلو آگئے۔ فرمایا ہم میرکلو کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے الفاظ فرماتے جس سے دوسروں کو رشک ہوتا۔ میرکلو کی والدہ نے دکن میں حضرت بیعت کی تھی اور جب حضرت یہاں آئے تو یہی ایک ماما تھی جو دل سے حضرت کی خدمت کرتی تھی۔ تہجد کے وقت پانی گرم کرنا وضو کرانا۔ پھر کھانا پکانا یہ سب کام اس ماما کے ذمے تھے، کوئی ہمان آجاتا تو اس کی بھی بہت خدمت کرتی۔ اس کے کام سے مولانا بہت خوش رہتے اس کے انتقال کے وقت میرکلو کم سن تھے۔ اس نے اپنے اس بچے کو مولانا کے سپرد کیا۔ مولانا نے بچوں کی طرح اس کی پرورش کی۔ مولانا ان کا بہت خیال رکھتے۔ خدمت کرنے والوں میں ان سے زیادہ کوئی محرم راز نہ تھا۔ کیونکہ بچپن سے حضرت کے مزاج سے واقف اور خادم خاص تھے۔ حضرت کا انتہائی لاڈ اور پیار ہونے کی وجہ سے انھوں نے علم کی طرف اب تک توجہ نہیں کی تھی امید ہے کہ اس راستے کو بھی طے کر لیں گے۔ چونکہ مولانا کو ان سے محبت ہے اس لئے جب یہ بیمار ہوئے تو مولانا فرماتے کیا کروں ان کی ماں بھی نہیں ہے۔ بچوں کی طرح ان کو بہلانا پڑتا ہے۔ صصیح۔ یار من چوں آب در ہر رنگ شامل می شود (میر دوست پانی کی طرح ہر رنگ میں مل جاتا ہے)۔

حضرت شاہ ظہور اللہ کا تذکرہ

یہ اکثر ظہر کی نماز کے لئے مولانا کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ جب مسجد سے صحن میں آتے تو ان کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے کہ شاہ صاحب پہلے بجان ربی العظیم کہتے ہیں۔ پھر سبحان ربی الاعلیٰ اور ان دونوں کے درمیان اللہ اکبر اس سے معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بڑا راز پوشیدہ ہے کہ الفاظ عظیم اور اعلیٰ خدا کے صفاتی نام ہیں ان ناموں سے خدا کی یاد اور پھر ان دونوں کے درمیان اللہ اکبر کا آنا اس سے شان اور دانائی ظاہر ہوتی ہے۔ گویا ہر مرتبہ تعین میں درایت موجود ہے۔

شاہ صاحب شروع شروع میں لچھڑ شہاب دنیا دار تھے ان کو شعر کہنے کا بھی ذوق تھا، اب بھی اسی رمز میں گزر کرتے ہیں، اور جوانوں کی مجلسوں کی رونق دیتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو درویشی کا شوق ہوا۔ مدتوں جنگل میں پھرتے رہے۔ جہاں کوئی یار و مددگار نہ تھا ننگے بھوکے پھرا کرتے۔ اپنی کچھ بھی خبر نہ تھی گویا اللہ کے جذبوں میں سے ایک جذبے کا مظاہرہ تھا۔

پھر حسب ہوش آیا تو شاہ عبدالستار قادری کی خدمت میں آئے اور

لے جذبہ من جذبات الحق تو ازی عمل الثقلین یعنی اللہ کے جذبوں میں سے ایک جذبہ دونوں جہاں کے عملوں کے برابر ہے۔ (درد کا کوری)

انہوں نے ان کی تربیت کی، پھر یہ آزادانہ زندگی بسر کرتے رہے، اس واقعہ کے بعد محبت نے مولانا کی خدمت میں پہنچا دیا، یہاں تک کہ حضرت مولانا کی عنایتوں سے مشرف ہوئے۔ اور ان کی استعداد کا پیمانہ شوق سے بھر گیا ایسا کہ اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ رات دن سکر رہے ہوشی کی حالت میں رہتے ہیں۔ دردِ رقت۔ اور محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ جب کبھی کوئی شخص کوئی شعر پڑھے یا عشاق کا ذکر کرے یا کوئی حسین نظر آجائے یا دماغ میں خوشبو پہنچ جائے بے اختیار غم لگنے لگتے ہیں اور اس حالت میں ایسے شعر پڑھتے ہیں جس سے لوگ متاثر ہو جاتے ہیں اور قلبی حضورِ می سے دم بھر بھی خالی نہیں رہتے انتہائی مسکینی، عجز اور شکستگی ان کا مشرب ہے۔ حضرت مولانا ان کو دل سے دوست رکھتے ہیں اور ان کو بیعت کی اجازت بھی دے چکے ہیں اور جب یہ دریا سے جہنما کے قصبوں کی طرف جدھر ان کا وطن ہے چلے جاتے ہیں تو حضرت مولانا کو۔ ان کی جدائی گوارا نہیں ہوتی۔ ان کے جاتے ہی طبیعت بدل جاتی اور ان کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے انہیں کلموں (سبحان ربی العظیم۔ اللہ اکبر۔ سبحان ربی الاعلیٰ) کے متعلق فرمایا کہ اسی سے ان کو انتہائی ذوق حاصل ہو گیا ہے اور سرت ہو اسی شراب سے مست ہیں۔

وچوب کے مسئلوں کا تذکرہ

ظہر کی نماز کے بعد حسب عادت مسائبان کے نیچے بیٹھ کر کتاب

غیر سعادت دیکھتے دیکھتے فرمایا کہ اس میں بعض غیر معروف مسئلے بھی نظر
 آئے اس کے بعد اس سے اوپر کی عبارت پڑھی اس میں لکھا ہوا تھا کہ
 حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قیام لیل (رات کی عبادت) کو بہتر
 قوت نہ فرماتے سفر حضر دونوں حالتوں میں اس کی حفاظت فرماتے
 غائق سے اگر کبھی بیماری اور کسی وجہ سے یہ چیز ناغہ ہو جاتی تو قصداً
 بھولتے یہاں سے نماز تہجد کا واجب ہونا بھی ظاہر ہو رہا ہے، فقیر نے
 عرض کیا کہ آں حضرت پر تہجد کی نماز کا واجب ہونا دوسری جگہ سے
 ہی ثابت ہے ارشاد ہوا کہ اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو فرض
 ہی کہا ہے اور اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ
 لَهُ نَافِلَةً لَكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

جو لوگ اس کو فرض بتاتے ہیں کہتے ہیں کہ اس آیت کا یہی

طلب ہے کہ تمام فرض نمازوں کے بعد یہ بھی فرض ہے اور جو
 تک تہجد کی نماز کو نفل جانتے ہیں کہ نافلہ تک سے اس کا نفل ہونا

ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد مولانا فخر صاحب نے ایک اور عبارت
 پڑھی لکھا ہوا تھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کے قیام
 تہجد کی نماز کو کبھی مؤتوف نہ کرتے۔ آخر عمر میں ضعیفی ہو ہی جاتی ہے

س کی وجہ سے اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھتے۔ اور جب

فرض کے قریب ہوتے تو رکوع کرتے وقت کھڑے ہو جاتے اور نماز کا

آل حصہ بیٹھ کر پورا کرتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ دوستوں میں سے کوئی

یہ کتاب پڑھتا مگر بدیع الدین تو بخاری شریف پڑھتے ہیں اور سید احمد
 کس سے پڑھنے کے لئے کہا جائے۔ اس فقیر نے عرض کیا اگر حکم
 یہ کمترین اس دولت سے سرفرازی حاصل کرے فرمایا بہتر ہے مگر وہ
 کتابوں کا پڑھنا مشکل ہے۔ ایک بات یہ ہے کہ اس کے دیکھنے
 سے جو شبہ ہو اس کو صاف کر لے، دوسرے یہ کہ اس کو شروع
 سے پڑھے۔ میں نے عرض کیا جس طرح از شاد ہو اس طرح پڑھنے
 تیار ہوں فرمایا اطمینان رکھو دوسری کتاب بھی موجود ہے منگوانا
 پڑھنا شروع کر دو۔

سید احمد کا تذکرہ جو شاہی منصب دار تھے

یہ مکے کے سیدوں میں ہیں اور ان کا عرف سید صاحب ہے۔
 کے والد جن کا محمد احسن نام ہے سر کی حکومت سے تعلق رکھتے
 اور اس شہر کے عربوں کی جماعت اٹھیں کی ماتحت ہے۔ شروع جوا
 میں نیک جوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ۱۲ سال سے مولانا
 پاس آتے جاتے ہیں۔ کبھی نوکری پر بھی چلے جاتے تھے بالآخر ان کا
 ذوق بڑھا کہ مولانا کے مرید ہو گئے۔ ان کی مشغولی اس درجے پر پہنچی
 کہ رات دن باطنی ذوق میں مسرور رہنے لگے اور مستی کے اثرات
 ظاہر ہونا شروع ہو گئے اکثر رات بھر رویا کرتے یہاں تک
 ان کے واردات اعلیٰ منزل پر پہنچ گئے اور ان پر مولانا کی توجہ قیاس

وہ ہونے لگی۔ غرض مولانا ان کو بہت دوست رکھتے ہیں۔ مولانا کی
 سے نہ صرف میں نے بلکہ دوسروں نے بھی بارہا ان کی تعریف
 کی ہے۔

تھوڑے ہی عرصے میں یہ قدیم دوستوں سے زیادہ ترقی کر گئے۔
 ہری کار و بار اور اخراجات روز خیرہ کا کام بھی ان کے سپرد کر دیا گیا۔
 روز کے بعد مولانا نے فرمایا کہ ان کو علم سے بھی واقف کر دینا
 ہے۔ چنانچہ میزان ان کو شروع کرادی گئی۔ احمد کی ایسی مدد ہوئی کہ
 طالب علموں میں یہ بڑے مستند ثابت ہوئے۔ صحیح مسلم میں جناب
 مولانا فخر سے فخر شاگردی حاصل کیا اب بھی حدیث پڑھنے میں
 ہیں بلکہ شاگردوں کو معقول و منقول کا سبق دیتے ہیں اور مولانا
 ہم سے دن میں پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں اور مقررہ وقت پر مشغول
 ہیں بھی۔ ان کی خصوصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے کہ یہ مولانا
 زدار بھی ہیں۔ ذاتی صفتوں کے علاوہ ہر قسم کی وضع داری اور
 محبت کے نقطہ نظر سے بہت ممتاز نظر آتے ہیں۔

ان کا اخلاق اتنا وسیع ہے کہ احباب کے کاموں کے لئے حسب
 ش تیار رہتے ہیں مولانا اگر سفر میں ہوتے تو وہاں بھی کام ان سے
 کر دیا کرتے نجی کام بھی ان سے لیتے رہتے حضرت صاحب کی عنایت
 سے ہر کام کو عمارگی سے انجام دیا ہے اس میں ان سے کوئی خطا
 نہیں ہوئی۔ غرض ان کی خوبیاں تفصیل سے اگر بیان کی جائیں تو

اس کے لئے ایک دوسری کتاب لکھنا پڑے اس لئے اتنا لکھنا کافی ہے میں نے حضرت مولانا فخر کی زبان سے ان کی تعریف خود سے پھر یہ اپنے مفوضہ کاموں میں اتنے منہمک رہنے لگے کہ آخر اور کام مولانا نے مجبوراً دوسرے شخص کے سپرد کر دیئے۔

ذکر میر شفیق الدین اور میر کلو

دوسرے دن عصر کے وقت مولانا کی قدیمی نصیب ہوئی سفر السعادت دیکھنے میں مشغول تھے۔ ایک عبارت نظر آئی میر شفیق الدین سے کہا کہ صوفی جو جو مسجد میں بیٹھے ہیں یہ کتاب ان کے پاس لے اور کہو کہ یہ صفحہ دیکھ لیں۔ میر شفیق الدین دکھا کر لے آئے جب وہ کے لئے اٹھے، کتاب ہاتھ میں تھی، فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جو نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ وتر کے بعد دو گانہ جانتے ہے یا نہیں فقیر نے عرض کیا کہ مشہور ہی ہے کہ جانتے نہیں فرمایا محدثین اسی طرف ہیں لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے بخاری اور مسلم کا مسلک یہ جانتے نہیں مگر اس کتاب کو دیکھو تو کیا لکھا ہوا ہے مسلوں کا اختلاف بیان کر کے بتلایا ہے کہ علماء کا مسلک یہ ہے کہ وتر کے بعد دو گانہ یہ وتر کی نماز کو الگ کر دینے والا نہیں اس لئے میں نے صوفی جو کو اس کے بعد میں نے اپنے دیوبند معاملات تہناتی میں عرض کیے ہدایت حاصل کی۔ مغرب کا وقت آ گیا تھا، میر کلو حسب معمول چھٹی ہوئے۔

ہوئی موٹگی کی دال ایک طباق میں افطار کے لئے لائے اور تقسیم کی
مولانا کے سامنے بھی ایک سبز پتے پر رکھ دی سب نے روزہ افطار
کیا اور نماز کے لئے چلے گئے۔

صوفی پار محمد صاحب کا تذکرہ

یہ جو دن پورہ کے شریف خاندان سے ہیں اور براہ سہیم بن ادہم کی
کی اولاد ہیں اور صحیح النسب سید۔ شروع میں امر کی نوکری کرتے
رہے اس کے بعد مولوی زین الدین مرحوم جو بڑے صاحب کے
خلیفہ تھے۔ ان کی خدمت میں رہے۔ ان کی علمی قابلیت اپنی مرشد سے
زیادہ تھی۔ شاہ جہاں آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے تفصیل کا موقع
نہیں۔ بادشاہ فردوس آرا مگاہ ان کا معتقد تھا۔ قلعہ کے سامنے اس
نے ان کو رہنے کے لئے مکان دیا تھا اور اپنے بیٹے کو ان کی خدمت
کے لئے نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ خود مرزا احمد بھی اپنی حکومت کے زمانے
میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس نے ان کے معتقدین کو بہت سی
جاگیریں بھی دی تھیں۔ مولوی زین الدین ایک صاحب ذوق انسان
تھے اور ہر مہینے کی پانچ تاریخ ایک مجلس کیا کرتے تھے۔ شہر کے بہت
لوگ مشائخ وغیرہ وہاں جمع ہوتے گانا بھی ہوتا تھا۔

ان کے سب کے سب دوست صاحب و جرد و ذوق تھے۔ کہنہ شہر
صوفی سنہ کے سامنے ان کا مکان تھا اسی مکان میں ان کا مزار ہے۔

خاندان چشتیہ سراجیہ میں مرید کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتے آخر عمر میں جب انتقال کا وقت ہوا تو انھوں نے ان کی بہت خدمت کی تھی۔ اس وجہ سے ان سے راضی ہو گئے۔ ان کی ایک بیاض تھنی حین میں وہ تمام اعمال اور اشغال لکھے ہوئے تھے جو ان کو بزرگوں سے ملے تھے۔ مولوی زین الدین مرحوم نے صوفی مہاجر صاحب کو ان سب کی اجازت دی تھی۔ ایسے مستقل مزاج تھے کہ داتا راہی کے ہنگامے اور قتل و غارت کی کچھ پرواہ نہ کی اور مرشد کے مزار پر تنہا رہ کر گزار دی اپنے مرشد کی زندگی ہی میں مولانا مجتبیٰ سے بھی ان کو عقیدت تھی اور ان کے یہاں قریب رہنے کی وجہ سے آمد و رفت زیادہ تھی۔ بلکہ دن رات میں اکثر یہاں آتے رہتے۔ پھر شہر میں ایک نیا مکان لے لیا تھا۔ اس میں رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد حضرت مولانا کے مصاحب ہو گئے۔ مولانا نے بھی ان کو بہت سے مشغل بتائے۔

رات میں جب مولانا سوئے (جن کا سونا عین بیداری ہے) تو یہ پلنگ کے نیچے سو رہا کرتے تھے فرض حضرت مولانا فخر صاحب ان سے خوش تھے ان پر بہت توجہ تھی۔ ترقی اور مشغولی میں ہر روز ان کی نسبت اعلیٰ ہے پورے طور پر مہرگاری کے حامل ہیں کشادہ پیشانی اور خوش طبعی میں درویشانہ مزاج رکھتے ہیں۔ خود مولانا کے سامنے خوش طبعی کی گفتگو کرتے رہتے ہیں اور سب لوگ ان کے اخلاق سے راضی ہیں کشف گوئی میں بہت تیر ہیں ان کے بارے میں

حضرت مولانا فرماتے کہ دولت کی زیادتی اور صوفی ہونے کے باوجود ان میں ذرا بھی غرور نہیں ہے اور حضرت مولانا کے محرم راز بھی ہیں دوستوں کی سفارش اور کلمہ خیر کہتے رہنا ان کا طریقہ ہے خدا کے بندوں کے بہت سے کام ان کے ذریعہ پورے ہوتے رہتے ہیں مولانا نے ان کو مرید کرنے کی بھی اجازت دے دی ہے۔ کسی زمانے میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔

میاں منت اور روز جمعہ کا تذکرہ

جمعہ کے دن خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ ساکنان کے نیچے مولانا بیٹھے ہوئے تھے سپہ صاحب اور مولوی مکرم اور کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے ہدایہ اور دوسری چند کتابیں سامنے رکھی ہوئی تھیں تراویح والی روایت اس کتاب سے نکالی گئی کہ اگر عشا سے پہلے پڑھیں تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ و وقتھا کل اللیل۔ لفظ قبل کی وجہ سے بعض یہ سمجھے کہ وقت عشا سے قبل۔ اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ عشا کی نماز سے قبل۔ لیکن لفظ کل اللیل سے صاف ہو گیا کہ تمام رات۔ اور اسی کتاب میں یہ بھی نکلا کہ ایک ہی سلام سے دو رکعتیں پڑھیں اور ہر دو رکعت کے درمیان بیٹھیں اس قسم کی روایتوں کو آواز سے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد وضو کے لئے تشریف لے گئے اور راستے میں میر تقی الدین صاحب کا ساتھ ہو گیا جو پیر منت کے لقب سے

مشہور ہیں۔ ان سے فرمایا کہ ہم نے خواجہ حافظ کا جو شعر سنایا تھا۔
صاحب تذکرہ نے اس پر دو قدح کی بے ذرا پڑھو۔ تو آنکھوں
نے پڑھا ہے

ز چشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ کہ کردہ ہمہ نیکی بجان ما حافظ
فرمایا لفظ حافظ کو ایک مصرع میں بیکار بتایا جاتا ہے۔ دل
کہتا ہے کہ اس کے معنی اس طرح ہوں گے۔ کہ حضرت حافظ نے
دو سرے مصرع میں اپنے آپ کو غائب مان کر پھر اس طرح مخاطب کیا
ہے کہ اے حافظ تم نے ہماری جان کے لئے نیکی کی ہے اس لئے
تمہارے لپٹے چہرے کا خدا حافظ ہے (کہ نظر نہ لگے) یہ مطلب
سن کر سب خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ بجا و درست ہے۔ گویا شاعرانہ
لحاظ سے کیا خوب تقریر فرمائی اور تاویل کی ضرورت نہ رہی اور اس
طرح سب الفاظ بھی اپنی جگہ رہے۔

اس کے بعد یہاں مثبت لے کہا کہ خواجہ حافظ کا ایک یہ شعر بھی
مشہور ہے مگر بعض شاعر کہتے ہیں کہ اس میں قافیہ درست نہیں ہے
صلاح کار کجا و من خراب کجا یہیں تفاوت راہ از کجاست تا کجا

خراب کا اگر تائب قافیہ ہوتا تو ٹھیک تھا یہاں تو "تائب" ہو جاتا ہے۔
اور یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ وضو سے فراغت حاصل کرنے کے
تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اس شعر کا مطلب اس طرح بیان کرنا چاہئے
اگر یہی حال ہے تو تائب کہاں۔ قافیہ میں یہی لفظ تائب واقع ہوا ہے۔

تمام لوگ خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اتنے دن ہونے کسی نے اتنا
خواجہ حافظ کی طرف سے جواب نہیں دیا آج حضرت نے اس
نکتے کو ظاہر فرمایا۔

اس کے بعد سفر السعادت کتاب اٹھائی اس میں ایک عبارت
نکالی فرمایا کہ شیخ عبدالحق شارح کی تخریر بہت ہی عمدہ ہے یہ ہر پہلو سے
غیر کہتے ہیں اور تمام شکوک و اشکال کو بھی بیان کر دیتے ہیں عبارت
اس امر سے متعلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند وضو
صالح کرنے والی نہیں تھی۔ اور آن حضرت کے لئے یہ خاص بات تھی
اور ایک روایت میں ہے کہ سب بنیوں کے لئے یہی ہے اس کی دلیل یہ
ہے کہ اِنِّیْ اَرْمٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْحٰکُ رِیْسٍ نَّسَوْتِیْ فِیْ دِیْکٰہَا
میں تھکنا (کہ رہا ہوں) اور ایک حدیث یہ بھی بیان فرمائی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم جو کچھ کہتے ہو۔ میں سوتے
میں اس کو سن لیتا ہوں کیوں کہ میری آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا
رہتا ہے۔

یہاں ایک مشکل پیدا ہوتی ہے کہ اگر یہ بات ہے تو پھر آنحضرت اس
وادی میں کیوں سوتے جہاں نماز قضا ہو گئی اس کے بعد فرمایا وادی
شیطانی ہے کسی نے عرض کیا کہ شیخ (عبدالحق) نے اس کا کیا جواب لکھا
ہے، فرمایا یہاں نہیں۔ آگے چل کر وہ اس قصے کو پوری طور پر لکھیں گے
اس کے بعد دو ایک ورق ہیں جو اب تخریر کریں گے۔ پھر مغرب کا وقت

ہو گیا۔ میر کلو دھوئی ہوئی وال لائے اور معمول کے موافق تقسیم کر دی
پھر فرمایا اذان ہوئی مغرب کی نماز کے لئے چلنا چاہئے۔

میر فخر الدین عرف میاں منٹ کا تذکرہ

امام ناصر الدین جن کا سونی پت میں مزار ہے یہ ان کی اولاد میں ہیں
اور ان کی اولاد سید اسی قبضے کی رہنے والی ہے اور ان کے مادری دادا
شاہ عنایت اللہ قادری ہیں جو شاہ جہاں آباد کے مشہور مرشدوں میں ہیں
اور جو شاہ ولی اللہ سے بھی قرابت رکھتے تھے۔ خاندانی لوگوں میں ہیں چین
ہی سے ان کی صورت اور سیرت میں خوبیاں پائی جاتی تھیں شاعری کی
کی طرف بھی ان کی طبیعت مائل تھی اور ہے شاعری کے فن میں پوری
مہارت رکھتے ہیں پہلے بزرگوں کی کتابیں دیکھ کر و طیفے اور شغل میں
مشغول رہا کرتے تھے اور اپنے اوقات کو منضبط کر لیا تھا۔ اب مولانا کی
خیرت میں حاضر ہوئے بیعت کی اور جو کچھ انھوں نے فرمایا اس میں مشغول
ہو گئے، تھوڑے دن بعد اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے پھر حضرت نے
مرید کرنے کی اجازت بھی دے دی ان کے دوست احباب بھی اسی رنگ
میں رنگے ہوئے ہیں۔ ان کے دوستوں میں علی رضاناہی ایک صاحب ہیں
وہ ہمیشہ سوز و گداز میں رہتے ہیں اور میر صاحب موصوف اپنے دوستوں میں
کے ساتھ حضرت مولانا کے یہاں خلوت و جلوت میں حاضر رہتے ہیں اور
اس سے زیادہ ترقیوں کی امید رکھتے ہیں فقرا کی طرح توکل پران کی گزرا

بسرے کچھ مہارا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ انھوں نے سلسلے کے بزرگوں کے حالات بھی لکھے ہیں اور بزرگوں کی شان میں رباعیاں بھی کہی ہیں خدا کا شکر ہے یہ ہر قسم کی قابلیت رکھتے ہیں۔

میر بدیع الدین کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت بسر ہوئی (یعنی مولانا کی خدمت میں حاضری ہوئی) والان میں تشریف رکھتے تھے۔ ٹاٹ پر کمرل کا فرش تھا۔ ارشاد فرمایا یہیں کمر پر میرے پاس بیٹھو۔ اور یہ اکثر ہوتا تھا۔ آج ہی یہ عزت افزائی نہیں ہوئی۔ جاڑوں میں بھی ایسا ہوا کرتا تھا۔ بلکہ سبھی کے ساتھ حضرت کا یہ اصول تھا۔ میر بدیع الدین حاضر تھے ایک اور صاحب بھی آئے بعضوں نے کہا۔ شمس الدین تیریزی، مولانا روم کے معتقد ہیں میرمنت نے عرض کیا کہ میں دو کتابوں میں اسی طرح دیکھا ہے خیال ہوتا ہے کہ نجات میں بھی ایسا ہی ہے مولانا نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں تو نجات کی یہ عبارت نہیں ہے اور جس کتاب کو تم کہہ رہے ہو میں نے اس کو دیکھا نہیں۔ ہاں نجات لاوا اور جہاں مولانا روم کی پہلی ملاقات کا تذکرہ ہے نکالو کہ گھوڑے پر سوار تھے اور اتنے میں حضرت شمس تیریزی آگئے اور سوال کیا کہ بایزیڈ نے سبحانی ما اعظم ثانی کیوں کہا اور اسی قسم کے سوال کئے۔ اور جب یہ بات ہوئی تو آنحضرت

لے، سبحان اللہ میری کتنی بڑی شان ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا۔ معاشرہ فذاک حق معصرتک
بتلاؤ ان میں سے کس کا مرتبہ بڑا ہے۔ مولانا روم کا بیان ہے کہ اس سوال
سے میں لرز اٹھا پھر میں نے جواب دیا کہ بائید کی پیاس تھوڑی تھی
کہ ایک جام کے پیتے ہی بچھ گئی اور اکدم سبکداری صاعظ شانی کہہ اٹھے
لیکن آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ یا کے دیا پیتے چلے گئے اور پھر
بھی ان کی پیاس نہیں بچھی مطلب یہ کہ حضور کا طرف اتنا اعلیٰ تھا اسی وجہ سے
اعرفناک فرمایا پانی قصہ کتاب نجات میں ہے۔ اس واقعے سے مولانا روم
کی علمی بلاغت بلند ظاہر ہو رہی ہے۔ آگے کی عبارت سے ظاہر ہے کہ شمس
نے ایک نعرہ مارا۔ اور گر پڑے دوسری عبارت بھی اسی قسم کی ہے جس
دل چاہے نجات کر دیکھو لے۔ غرض مولانا فخر صاحب نے اول آخر کی
عبارت بلند آواز سے پڑھی اور یہاں سے نتیجہ نکالا کہ مولانا روم شمس
سے فیض یاب تھے۔ تب بیرہنت کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد اس بات کو
ذکر آیا کہ تہناتی میں علاحدہ مرید کرنے کا طریقہ کیوں رائج ہے۔ فرمایا بیعت
پوشیدہ رکھنا مقصود نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے حالات کے لحاظ سے بعض
یا ذکر یا مشغولیاں بتلانے کی ضرورت پیش آتی ہے جس کو نبرہ گوں نے مخفی
رکھنا مناسب خیال فرمایا ہے۔

۱۔ جس طرح پہچانا جائے اے اللہ ہم نے اس طرح سمجھ کر نہیں پہچانا۔ ۲۔ اوزیہ حدیث کے تحت ہے استعد
علی الخواج بالکتمان (ترجمہ۔ اپنی ضرورتوں پر پوشیدگی سے مدد چاہو) کیونکہ دوسرے
کم اور دشمن زیادہ ہیں سب سے بڑا دشمن شیطان ہے۔ (رد و کاوری)

ظاہری اعتبار سے دنیا میں بھی دستور ہے کہ بڑھوں کی باتیں جوانوں کے اور جوانوں کی باتیں بچوں سے چھپائی جاتی ہیں اسی طرح اس کو سمجھو اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب (یعنی حضرت شاہ نظام الدین) نے لوگوں سے اس طرح بھی بیعت لی ہے کہ ایک شخص مرید ہو رہا ہے اور اس حالت میں ایک اس کا دامن پکڑے ہوئے ہے اور دوسرا اس کا اور تیسرا اس کا۔

اس دستور کے موافق ایک ہی وقت متعدد لوگوں کو اس طرح مرید کیا ہے۔ خصوصاً عورتوں کے لئے یہ شکل بہت مناسب ہے اور اس اثر کے بیان کرتے وقت حضرت مولانا فخر صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری تھی جس کا۔ حاضرین کے قلب پر بھی کافی اثر تھا۔ اتنے میں ایک اجنبی صاحب آگئے ان کے آتے ہی محفل کا رنگ بدل گیا۔ مولانا وضو کے لئے پہلے گئے مولوی محمد کریم اور سید صاحب اور میر بدیع الدین سبتی پڑھتے آئے۔ وضو سے آنے کے بعد مولانا نے ان کو دوپہر تک سبتی پڑھایا۔ اس درمیان میں آپ بہت سی حدیثیں کا مطلب بھی سمجھاتے رہے۔ پھر سقر السوادت پڑھنے کے لئے آپ نے بار بار فرمایا کہ سہ پہر کے وقت پڑھ لیا کرو انشاء اللہ کل سے یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

ذکر شاہ عظیم اللہ

آج ہمارے رمضان اور مشکل کا دن ہے۔ خدمت عالی میں حاضری کی

عزت حاصل ہوئی۔ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دریافت فرمایا خیریت سے
 ہو اس کے بعد میرٹھ اور شاہ عبداللہ آئے کمال خجندی کا دیوان ہاتھ
 میں تھا عرض کیا گیا کہ شاہ عبداللہ مجھ سے یہ پڑھتے ہیں پوچھا اس میں
 کون سی غزل کا اس وقت سبق ہو رہا ہے متفرق اشعار پڑھ کر دریافت کیا۔
 میرٹھ نے عرض کیا کہ کمال خجندی حضرت مغربی کے ہم عصر ہیں اور
 مشہور ہے کہ مولانا مغربی نے ان پر اعتراض بھی کئے ہیں۔ آنکھ۔ تل۔
 زلف کی تعریف میں جو اشعار ان کو پہنچے تھے اس کے متعلق مولانا مغربی
 نے کہا کہ خجندی ایسے شعر کہتے ہیں کہ علم معنوی (یعنی تصوف) کے لحاظ سے
 ان کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا کمال خجندی آئے ان سے ملے اور کہا
 آنکھ سے مراد ذات حق ہے اور خط و حال سے مرتبوں کی طرف اشارہ ہے۔
 مولانا مغربی خوش ہو گئے۔ مولانا فخر صاحب نے ایک قصہ بیان فرمایا
 کوئی فقیر صاحب کسی محفل میں بیٹھے تھے کوئی شعر پڑھا گیا فقیر صاحب
 پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ شیخ الاسلام (عالم وقت) نے کہا کہ اس
 میں علم معنوی (تصوف) کا کوئی مطلب نہیں نکل سکتا پھر اس پر ان کو
 کس طرح حال آگیا، ان فقیر صاحب تک بھی اس کی خبر نہی کسی کو
 بھینچ کر انھیں بلا بھیجا۔ چپ آئے تو ان سے کہا ہمارے نزدیک اس
 کا یہ مطلب ہے آخر وہ عالم صاحب قائل ہو گئے کہ ٹھیک ہے۔

اس کے بعد ان فقیر صاحب نے کہا کہ اس کا ایک اور مطلب بھی
 ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اب تم مرنے والے ہو ان کو بھی یقین ہو گیا چنانچہ اپنے

مکان واپس گئے اور مر گئے حالانکہ ان فقیر صاحب سے کبھی ایسی بات
 ہو رہی نہیں آئی تھی لیکن اس بیچارے کا وقت ہی آچکا تھا۔
 مولانا فخر صاحب وضو کے لئے چلے گئے۔ میاں منت نے
 پٹکے سے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت مخدوم کی کیفیت ہے جو مولانا نے
 اس طرح بیان فرمائی اسی واسطے مولانا نے کسی کا نام نہیں لیا۔ جب
 بزرگوں سے اتفاقی طور پر خود کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو نام نہیں لیا
 کرتے بلکہ اس کو بہت ہی پوشیدہ طور پر بیان کرتے ہیں اگر حضرت
 غوث الاعظم یا حضرت خواجہ نقشبند سے اس کا تعلق ہوتا تو ضرور
 نام لیتے اور بعض حضرات اپنے بزرگوں کا تذکرہ بھی کم بیان کیا
 کرتے ہیں۔

ایک دن فقیر نے عرض کیا کہ حضرت حمید الدین ناگوری
 کے مکتوبات آپ کے یہاں پڑھے جاتے ہیں یا اور کوئی چیز یہ ہم کہانی
 تو ہندی زبان میں ہے اس کے بجائے فوائد الفواد کے لئے حضور
 کیوں نہیں فرماتے یہ بلند آواز سے پڑھی جائے تاکہ حاضرین بھی لطف
 اٹھا سکیں فرمایا اپنے سلسلے کی کتاب پڑھواتے ہوئے مجھے شرم
 آتی ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے روزگار کے لئے عرض کیا اور تشویش
 بھی بیان کر دی فرمایا اگر ہم مشغول رہتے ہیں تو ہم کو بہت آرام ملتا ہے
 باوجودیکہ رمضان شریف میں ریاضت زیادہ کی جاتی ہے مگر پھر بھی

جیسا دل چاہتا ہے ویسی نہیں ہوتی۔

میر تقی الدین صاحب کا تذکرہ

دوشنبہ کے دن ۱۶ کو حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میر تقی الدین صاحب
 رخصت کرنے مولانا اور واڑے تک آئے کیونکہ بادشاہ وقت کے لشکر میں روزگار
 تلاش میں جا رہے تھے۔ پھر مولانا مدرسے چلے گئے۔ حضرت سلطان المشرک
 کے فلتحے کے بعد فرمایا کہ رونی کی تلاش اس طرح کرنا چاہئے جیسے چیتا
 کے پیچھے کودتا پھرتا ہے اگر ہاتھ آجائے تو بہتر ہے ورنہ ایک بار اور کوشش کرے
 اگر دونوں مرتبہ ناکام رہے تو خاموش ہو رہے نہ کہ کتے کی طرح جوشکار کے
 لئے دوڑتا چلا جاتا ہے۔ فرض تلاش معاش میں کوشش کرنا چاہئے۔ جب آپ
 کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے السلام علیکم۔ تم کو خدا کے پیر دیکھا۔ اس کے بعد
 پڑھانے میں مشغول ہو جاتے۔

جموعہ کہاں فرض ہے ایک بار اس کا تذکرہ آیا۔ اس کا فرض ہونا اس
 آیت سے ہے۔

اذا قوی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله
 حدیث والوں کے نزدیک یہاں ذکر اللہ سے خطبہ اور جمعہ کی نماز مراد
 ہے۔ حضرت مولانا فتح صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز مراد ہے۔ حضرت

جمعہ کے دن (جب جمعے کی نماز کے لئے) اذان ہو تو اللہ کی یاد کے لئے دوڑ کر جاؤ۔

مولانا فتح صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز کا فرض ہونا خود ہی ظاہر ہے جو
 ظہر کی نماز کی خلیفہ ہے اور خطبے کا فرض ہونا وعظ کے لحاظ سے ہے مگر
 چونکہ وہ عربی زبان میں ہوتا ہے اور عام لوگ اس سے واقف نہیں اس لئے
 ہندی زبان (اردو) میں اس کا ترجمہ بہتر ہے۔

علامہ محمد صاحب کا تذکرہ جن کو بہت سی باتوں میں کمال حاصل تھا

مولانا ایک روز خانقاہ کے ساتھیان میں بیٹھے تھے۔ صاحب میران
 اور قابل لوگوں کا ذکر کیا کہ شہر اورنگ آباد (دکن) میں علامہ محمد ثانی ہمالیے
 ایک نئے والے تھے۔ ان کو بہت سی باتوں میں کمال حاصل تھا۔ خاص کر
 گھوڑے کی سواری میں ان کو خاص ملکہ تھا۔ اس کے پڑے پڑے چاک سوار
 ان کے مقابلے میں کوئی ہستی نہیں رکھتے تھے۔ اور کپڑوں کا درست رکھنا
 جو خدمت گاروں کا فن ہے۔ اس میں بھی ان کو بہت واقفیت تھی۔ تو اب
 نظام الملک کو ان کا یہ بہتر بہت پسند تھا اور شہر کی صفائی وغیرہ میں بھی
 صفائی وغیرہ میں بھی ان کو خاص داخل تھا۔ ان کمالات کے باوجود تنگ دست
 رہتے تھے ایک بار ان کی پوی ہمارے پاس تنگی کی شکایت لے کر آئیں ہم نے
 ان کو رکھ لیا۔ ہم ان کی ہر قسم کی خبر گیری کرتے رہتے، مطلب یہ ہے کہ
 اللہ کی رزاقی کی صفت ہمارے ذریعہ ظاہر ہوئی خدا نے مجھی سے
 یہ کام لیا۔ اس کے بعد گھوڑوں کا ذکر ہوا۔ ارشاد فرمایا، میرے پاس ایک

ایک گھوڑا تھا۔ ایک دن اس نے ۵۷ کو س راستہ طے کیا اور اس میں ایک کا تعاقب بھی شامل تھا میں اسے دوڑا کر لے گیا منزل پر پہنچنے کے بعد میں نے پھر اس کو دوڑا یا تب بھی اس میں وہی تیزی موجود تھی۔ یہ تعریف سن کے نواب ناصر جنگ کو اس کا شوق ہوا، ایک دن میرے گھر آئے اور میں نے لاکھ انکار کیا مگر نہ مانے اور باصرار گھوڑا لے کر چلے گئے۔

میاں مجیب الدین کا تذکرہ

اس کے بعد میاں مجیب الدین آگئے۔ میاں مولانا کے قدیم دوست اور حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کے ہم شیر زادے کی اولاد میں ہیں مولانا کے ارشاد کے موافق یہ حضرت سلیم چشتی کی درگاہ میں ذکر و شغل بھی کرتے رہے ہیں۔ بعض سرکاری کام بھی ان سے متعلق تھے۔ کتاب شرح ملا جامی پڑھتے تھے۔ مولانا نے ان سے فرمایا کہ تم اپنا سبق اس وقت موقوف کر دو صبح و ظہیر کے بعد اگر پڑھ لینا کیونکہ کل سے اعتکاف کا ارادہ ہے اسی وجہ سے دوسرے طالب علموں سے بھی میں نے عذرہ کر دیا ہے اور مولانا کا یہ اصول تھا کہ ۲۰ رمضان المبارک سے مسجد میں اعتکاف کرتے تھے اس سے پہلے حضرت سلطان المشائخ مجیب الدین کی مسجد میں معتکف ہوا کرتے تھے۔ لوگوں نے ہجوم اور اطمینان قلبی نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ کی مسجد میں جو جو بیلی ہیں ہے اس میں فرض نمازیں پڑھا کرتے تھے اور ہر قسم کے علوم کے سبق رمضان شریف میں موقوف رہا کرتے تھے۔ صرف حدیث شریف کا سبق جاری

میتا تھا، مگر رمضان شریف کے آخری دس دن یہ سبق بھی ملتوی ہو جاتا تھا۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلی کا تذکرہ

رات میں خانقاہ کے سائبان کے نیچے مولانا شریف رکھتے تھے۔
سید صاحب نے عرض کیا کہ میں نے کتاب مواہب لدنیہ میں دیکھا ہے کہ یہ
جو مشہور ہے کہ آن حضرت کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے
لمبی تھی۔ تو یہ آن حضرت کے پاؤں کی انگلی تھی ہاتھ کی نہیں تھی۔ جو لوگ
ہاتھ کی انگلی سمجھتے ہیں غلط ہے۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ کسی صحابی کو کسی نے خواب میں دیکھا۔
حال پوچھا کہ میں تو بہشت میں داخل ہو گیا ہوں لیکن میری انگلی داخل نہیں
ہوتی۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ عام طور سے قاعدہ ہے کہ جب برائی
سے کسی طرف اشارہ کرتے ہیں تو اکثر انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ
کرتے ہیں انگلی کے بہشت میں داخل نہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔ اس کے
بعد صوفی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو کسی بزرگ کی ملاقات کے لئے گئے

لے کوئی نبی عیب والا نہیں تھا تو نبیوں کے سردار عیب والے کیوں ہوتے
ہاتھ کی کوئی انگلی بھی معمول کے موافق نہ ہو تو عیب میں داخل ہے۔ البتہ پاؤں
کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی اگر بڑی ہو تو اس کو بہت مبارک اور خوش نصیبی
کی علامت سمجھا جاتا ہے۔
درود کا کوروی۔

ہوئے تھے۔ آگے تو انھوں نے بریل تذکرہ بیان کیا، شاہ صاحب کہتے تھے کہ ہم مولانا فخر صاحب کے والد سے دکن میں مل چکے ہیں بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جو بلا واسطہ بیعت رکھتے تھے اور بعضے ایک ہی واسطے سے مرید ہیں۔

ان شاہ صاحب کا یہ حال تھا کہ جب کوئی ان کے سامنے اللہ کا نام لیتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ان کو گانا سننے کی حاجت بھی نہ ہوتی تھی۔

ان کے دوستوں میں ایک سن رسیدہ اور سفید دار طھی والے بزرگ بھی تھے۔ یہ کناری والا لباس پہنتے تھے جس کا ہندوستان میں رواج تھا۔ مگر جب خدا کا نام سن لیتے رونے لگتے۔

حضرت مولانا فخر صاحب نے فرمایا کہ میں نے دس واسطوں کے حضرت صاحب کے دوستوں کو دیکھا ہے آپ وضو سے فارغ ہو کر زینے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ صوفی صاحب نے عرض کیا۔ شاہ صاحب ایک یہ قصہ بھی بیان کرتے تھے کہ جے پور میں ایک شخص تھا جو گانا سننے والوں پر بہت لعن طعن کیا کرتا تھا ایک دن اس نے حضرت مولانا کا نام لے کر کہا۔ سلیمانو۔ ان کے دوستوں سے بچے رہنا۔ راستے سے پہکا دیتے ہیں۔ اتفاق سے وہ شخص اسی دن کسی بلا میں گرفتار اور بے آبرو ہوا۔ حضرت مولانا خاموش رہے۔

کیونکہ ایسی بات حضرت مولانا فخر صاحب کی مرضی کے خلاف

تی تھی کہ ایسی گفتگو کی جائے، یا ایسا کشف بیان کیا جائے جو
 نیت فخر ہو۔ فقیر نے عرض کیا کہ یہ بڑی مشکل ہے کہ لوگ اس طرح
 متاخی سے حضور کے متعلق نا ملائم الفاظ کہیں اور جواب دیا جائے
 حضرت کی مرضی کے خلاف ہو۔ ہم برداشت کرتے ہیں لیکن بہر حال
 نیت مانع ہوتی ہے۔

انتے میں میر عبدیچ الدین نے عرض کیا کہ ایک دن مجھ پر بھی ایسا
 قہہ گزرا ہے حضور کو بھی یاد ہوگا۔ کہ جامع مسجد میں ایک افغانی بچہ آیا
 میں موجود تھا۔ فقیر نے عرض کیا کہ میں بھی تو تھا جب حضور جامع مسجد
 سے حوض پر تشریف رکھتے تھے ایک روہیلہ آیا اور اس نے جھگڑا کیا
 دائرہ کیوں ترشواتے ہو اور ایسے سخت الفاظ کہے جن کا بیان کرنا
 مناسب نہیں۔ اور جو بائیں علما فضل بلکہ عام لوگوں کی شان کے خلاف
 ہیں وہ بھی کہیں۔ مولانا خاموش رہے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کھڑے
 ہوئے۔ اور ہم تین چار آدمی جو بیٹھے ہوئے تھے ہماری طرف متوجہ
 ہو کر فرمایا کہ تم لوگ کیوں خفا ہوتے ہو کچھ نہ کہو۔

اس تذکرے کے ختم ہو جانے کے بعد مولانا نے فرمایا سنو۔
 پھر یہ تنہائی میں میرے پاس آیا اور مرید ہونے کی خواہش کی اور بہت
 معافی چاہی اور بیان کیا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا اس سے مجھے
 بہت شرمندگی ہے دل نہیں چاہتا کہ کسی کو منہ دکھاؤں بلکہ میں خود کشی کا
 ارادہ رکھتا ہوں آخر میں نے اس کو مرید کر لیا۔ مگر اس کے بعد سے پھر

کبھی نہیں آیا نہ معلوم کہاں گیا۔

حضرت صاحب کے مشغول و اشغال کا تذکرہ

ایک دن حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ حضرت صاحب قبلہ اکثر ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک مکان بنوایا جو زمانے اور مردانے مکان کے درمیان واقع تھا۔ اگر مردانے مکان کا دروازہ بند کر لیا جاتا تو زمانے مکان سے اس کا تعلق ہو جاتا تھا اور زمانے مکان کا دروازہ بند کر کے خانقاہ کی طرف کا دروازہ کھول دیا جاتا تو مردانہ ہو جاتا تھا چنانچہ آپ اکثر اسی حجرے میں تشریف فرما رہے اور آہستہ آہستہ ذکر (یا دالہی) میں مشغول رہتے۔ مجلس کے وقت باہر تشریف رکھتے جہاں یاد الہی کے سوا اور کسی چیز کا تذکرہ نہ ہوتا تھا جو کوئی آتا اسی میں مشغول ہو جاتا یہاں تک کہ اس درمیان میں کسی قسم کے مسئلے بھی بیان نہ کئے جاتے۔ شروع شروع میں کتابوں کی طرف آپ کی توجہ زیادہ تھی۔ اورنگ آباد میں اس کے سوا آپ کو کوئی اور کام ہی نہ تھا، البتہ مفتے میں دوسرے تذکرے ہوتے تھے۔

حلقے کی شکل یہ ہوتی تھی کہ دوستوں کے ساتھ ذکر میں مشغول ہو جاتے جس شخص کو گرمی کم محسوس ہوتی اس کے پاس بیٹھ کر خود چند بار ضرب لگا کر ذکر کرتے جب اس میں گرمی پیدا ہو جاتی تو دوسرے کے پاس پہنچتے اور اسی طرح اس کو خدا کی یاد میں لگا دیتے اور کبھی ادھی رات

باہر آجاتے دوستوں (معتقدوں) کو اگر ذکر میں مشغول پاتے تو خیر ورنہ
 بد دیکھتے کہ لوگ سو رہے ہیں تو کوزے میں ٹھنڈا پانی لے کر
 بیٹے دیتے غرض معتقدین مریدین کی تربیت اور ذکر خدا کی پابندی
 آپ کی یہ کیفیت تھی۔

شرف صاحب قبلہ کے دوستوں میں سے میاں عشق اللہ

کا تذکرہ

حضرت مولانا فخر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت والد ماجد
 دوستوں میں عشق اللہ نامی ایک درویش تھے۔ خدا معلوم حضرت نے
 نول میں کوئی اور بھی ایسا تھا یا نہیں۔ یہ بزرگ آٹھوں پہر یعنی رات دن
 چہر میں مشغول رہا کرتے تھے کھانے کے لئے ڈیڑھ پاؤ جو اور تین پاؤ
 لے کر حضرت صاحب خود ان کا کھانا تیار کرتے اور ان کو کھلاتے اور یہ
 بے نفس تھے کہ جس کی انتہا نہیں۔ ہم اس زمانے میں بچے تھے۔
 لی ٹوپی سے کھیلا کرتے تھے یعنی ان کی ٹوپی ہم کسی اونچے درخت پر
 دیا کرتے اور یہ اڑ کر جاتے اور اپنی ٹوپی لے کر آجاتے اکثر ایسا ہوتا
 تھا۔ مگر اتنی بلندی پر اڑ کر جانے سے ان کے جسم میں ہم کو کوئی تکلیف
 نہ دیکھتے تھے اتنی ریاضت و مشقت کے بعد بھی ان کا مزاج چڑھتا
 نہ بلکہ لوگوں سے اکثر مذاق کرتے رہتے اور لوگ ان کو برا بھلا کہتے۔
 سیدتہ رہتے۔ بلکہ خوش ہوتے۔ لوٹ کر کسی کو کچھ نہ کہتے۔ ان کی وفات

کا واقعہ دنیا کے عجیب واقعوں میں سے ایک عجیب واقعہ ہے۔ یہ صبر
 گجرات میں تھے جس مکان میں رہتے تھے ایک دن اس مکان میں اور
 پایا گیا۔ پھر جو دیکھا گیا تو پھولوں ڈھیر ہے۔ یہ ان کی موت کا قصہ ہے۔
 اس روز کسی نے ان کو کعبے شریف میں دیکھا اور کسی نے کہیں۔ ان
 قسم کی اور باتیں بھی۔ جو حضرت شاہ عشق اللہ کے خرق عادت
 متعلق تھیں حضرت صاحب کبھی کبھی بیان فرمایا کرتے تھے۔

سات کا عدد اور ایک مجذوب

ایک دن قد میوسی کی دولت بیسر ہوئی۔ تخت پر بیٹھے ہوئے
 تھے اس فقیر کو بھی اسی تخت پر اپنے پاس بٹھا لیا۔ ایک پڑوسی کا
 آیا جس کا ایک دن پہلے انتقال ہوا تھا اس کے بعد فاتحہ کی رسم
 ہوا فقیر نے عرض کیا سویم کی رسم ہے اور بعض جگہ ساتویں دن کی
 کہ ساتویں کی رسم قدیم معلوم ہوتی ہے عرض کیا گیا کہ حدیث میں اس
 تذکرہ آیا ہے فرمایا کہ قیاس سے یہ بات نکلتی ہے۔ کیونکہ بعض جگہ
 بتلایا گیا ہے کہ سات دن تک ایسا کریں چنانچہ اکثر معاملات میں سات
 کے الفاظ آئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماتم کی حد سات دن ہے

سات عدد کی خصوصیتیں۔ حضرت ابن عباس نے حضرت عمر بن خطاب سے
 میں نے طاق عددوں میں غور کیا تو ان میں کسی کو سات سے زیادہ لائق نہ پایا تو

ایک دن دکن کے درویشوں کا تذکرہ ہوا فرمایا وہاں ایک درویش
تھے جن کا "خراب حال" نام تھا۔ خوب آدمی تھے۔ یہ شہر کے کسی امیرانہ
گھرانے کے تھے، اب مجزوب ہو چکے تھے۔ روٹی کا ایک انگر کھا بہتے تھے
جو بہت پرانا اور پھٹا ہوا تھا۔ کڑوا تیل جگہ جگہ سے لے کر اپنے لباس اور
بدن پر ملتے رہتے۔ اس سے اندازہ کر سکتے ہو کہ ان کے لباس کی کیا حالت
ہوتی ہوگی۔ مجھ سے اکثر ملتے رہتے۔ سوز اور جوش میں جنگل کی طرف
نکل جاتے اور وہاں پڑے رہتے۔ چار چار دن اسی طرح گزر جاتے
ایک جگہ نایح کی محفل تھی میں بھی وہاں تھا، میاں خراب حال آئے اور
بہت دیر تک تماشا دیکھتے رہے ایک دفعہ کہا کہ ہم بھی ناچیں گے
لوگوں کو یقین نہ آیا۔ ایک دم یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور تاش کا ایک ڈوٹ
اڑھ کر ناچنے لگے اور رقص کے جتنے اصول تھے سب ان میں پلے
جا رہے تھے ان کا لباس اگرچہ میلا کچھلا پھٹا پرانا تھا مگر یہ دوسرے
ہی رنگ میں نظر آ رہے تھے۔ حاضرین تاپ نہ لاسکے یہ خود نور و ستارے

(بقیہ مضمون ص ۸۴)

سات کے بارے میں کہا کہ آسمان سات ہیں۔ زمینیں سات ہیں، راتیں سات
ہیں۔ صفامروہ کے درمیان دوڑنا سات بار ہے بیت اللہ کا طواف سات بار ہے
تفصیل کے لئے ترجمہ کتاب غنیۃ الطالبین (نسوب یہ سید عبدالقادر جیلانی)
کا صفحہ ۲۵۳ ملاحظہ فرمائیے۔
(درد کا گوری)

جا رہے تھے مگر مرد اور عورت جتنے تھے بچو دوست نظر آ رہے تھے بلکہ
 درود پوارہ سے بھی بے خودی ٹپک رہی تھی اسی حالت میں محل سے
 باہر آگئے اور یہ شعر پڑھا۔

ہر کہ شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد

سبز شد دانہ چو با خاک سرے پیدا کرد

ترجمہ :- جو خاک نشین ہو گیا وہی کامیاب رہا + دانہ زمین پر۔

مگر جب کانے سے ہرا ہو جاتا ہے اب انھوں نے جنگل کی راہ لی۔ ہم بھی

ان کے ساتھ ہوئے۔ ایک غار میں جا کر ہاتھ سے کف جاری تھا اور

خود بے ہوش پڑے تھے پھر کئی دن کے بعد ان کو ہوش آیا۔

حضرت محبوب الہی کی زیارت کا تذکرہ

ایک دن حضوری حاصل ہوئی فرمایا کہ بے تکلف نشست میں

ہم کو بہت آرام ملتا ہے اور جہاں تکلف ہوتا ہے چاہے تکلف والے خاطر

توضیح زیادہ ہی کیوں نہ کریں مگر دلچسپی نہیں ہوتی اس لئے میں کسی کے

گھر بھی نہیں رہتا اپنے ہی مکان میں خوشی سے گزار دیتا ہوں اور اپنے

گھر میں جو اطمینان حاصل ہوتا ہے دوسری جگہ نہیں ہوتا۔ مگر جب حضرت

محبوب الہی کی درگاہ میں جاتا ہوں تو مجھ کو بہت آرام ملتا ہے اور جو

تکلیف ہوتی ہے دور ہو جاتی ہے۔ اس خادم نے گزرے ہوئے

دن کا حال عرض کیا۔ کل دن بھر پانی برستا رہا اور میں سست رفتار

گھوڑے پر سوار تھا میرے پاس دو سالہ وغیرہ کچھ بھی نہ تھا بہت تکلیف اٹھائی۔ ارشاد فرمایا ایک دن میرے بھائیوں سے نظام الملک نے کہا ہرن کا تماشا دیکھنا چاہئے (ہرن کو شکار یوں نے تیار کیا ہے اور مانوس ہو گیا ہے) جنگل میں تماشا دکھلایا جائے گا۔ میں بھی گیا شام کے قریب بارش کے آثار ظاہر ہوئے۔ سب بھائی شہر کو چلے آئے میں ٹھہر گیا آخر خوب پانی برسا۔ دوست، خدمت گار، سب چلے گئے ایک شکاری چوکی کے فرش پر رہ گیا۔ جب اس کو میرے شہر جانے کا ارادہ معلوم ہوا بہت پریشان ہوا۔ کہ یہاں فرش بہت بچھا ہے اگر یہاں زیادہ آدھی ہوتے تو اس کی حفاظت کرتے، اب میں اکیلا ہوں اگر کوئی اس کو چالے تو میرے اوپر الزام آئے گا مجھ کو اس پر رحم آیا میں نے کہا اچھا میں بھی رہتا ہوں نہیں جاتا، رات میں دو گھنٹے تک میں گھوڑے پر سوار رہا اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر نیچے آ گیا اور بارش کی شدت کی وجہ سے بیٹھا رہا۔ صبح کے قریب مطلع صاف ہوا پھر ہم لوگ واپس آئے نواب نظام الملک کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے۔ کہا یہ ایسی ہی طبیعت کے ہیں جیسی ہونا چاہئے۔

حضرت صاحب کی مجلس کے (ذکر) کا تذکرہ

ارشاد فرمایا۔ حضرت صاحب کی مجلس کا یہ دستور تھا کہ دو قسم کی مجلس ہوتی تھی۔ ایک ان لوگوں کی مجلس تھی جس میں صاحب

شہادت اور (قدیم) ذکر و شغل کرنے والے ہوں۔ وہی وہی وہ مجلس جو
 قنات کے باہر ہوتی تھی۔ اس میں جدید ذکر و شغل والے اور ہر قسم کے
 لوگ ہوتے تھے۔ حضرت صاحب — کبھی اس مجلس میں پہنچ جاتے۔
 کبھی اس مجلس میں — قوالوں کو خدمت کے لئے صرف ایک ننگہ
 دیا جاتا تھا۔ لیکن ان کو اتنا لمبانا تھا کہ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ اگرچہ
 قوال کوشش کرتے اور اپنا نام داخل فہرست کر دیتے مگر جتنا مقرر تھا
 اتنا ہی ان کو دیا جاتا تھا۔

ایک روز حضرت صاحب کے دوست شاہ شریف صاحب نے
 پہلے قوالوں کو سمجھایا جب نہ مانے تو خوب مارا لوگوں نے کہا کہ جانے دیجئے
 جانے دیجئے۔ مگر ایک قوال نے کہا کہ کوئی بات نہیں ہمارا وقت بھی آ رہا
 ہے تھوڑی دیر کے بعد یہ حالت ہوئی (قوالی میں ایسی کیفیت طاری ہوئی
 کہ گھر میں جو کچھ بھی تھا سب قوالوں کو دے دیا۔ یہاں تک کہ چار پانی
 اور فرش بھی ان کو دے دیا اور گھر میں کچھ نہ رکھا اس کے بعد شاہ
 شریف صاحب کی بزرگی کا تذکرہ ہوا۔

حضرت شاہ شریف صاحب کی بزرگی کا تذکرہ

ارشاد فرمایا کہ یہاں اوصاف بزرگ تھے شروع شروع میں ہماری
 جو ازانہ وضع سے یہ ناخوش رہتے تھے ہم کو نصیحت کرتے رہتے جب واقعہ
 ہو گئے تو ربط بڑھایا۔ ہم سے بھی کچھ حاصل کیا اور اس بات کے قائل ہو گئے

بدنہ بہت سے ایسے مرید ہوتے ہیں کہ دوسری جگہ جا کر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے پیر کے کم قائل ہوتے ہیں۔ اور پیر زادوں میں یہ چیز بہت ہے کہ خلوت میں فائدہ حاصل کرتے ہیں اور جب خلوت سے باہر ہوتے ہیں تو اپنے معتقدوں یا اپنے والد کے معتقدوں میں بیٹھ کر ان سے منکرانہ ملوک کرنے چنانچہ دو ایک آدمیوں کا آپ نے نام بھی لیا جو خلوت میں دوستوں کی طرح رہے اور خلوت میں یعنی باہر پیر زادوں کی طرح بن آئے لگے۔

حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت ملی۔ حضرت صاحب کا ذکر آیا ارشاد فرمایا ایک بار حضرت صاحب بیمار ہوئے تمام اعضا کی حرکت بند ہو گئی۔ دن پھیلا نا چاہتے تھے تو پھیلتا نہ تھا سمیٹنا چاہتے تو سمیٹ نہ سکتے تھے زبان سے بھی کچھ کہہ نہ سکتے تھے تین دن کے بعد ٹھیکو خلوت میں آیا اور فرمایا فلاں قبرستان میں جاو اس شکل کی ایک قبر ہے اس کو خودو اور اندر ہاتھ ڈالو اور جو کچھ ہاتھ آئے میرے پاس لاؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آکر عرض کیا فرمایا نیک بنتی سے شکر کرو میں کمرنگ قبر میں اتر گیا۔ ایک چیز ملی حضرت کے سامنے لہری کھدی رات میں چراغ سنکا کر اس کو دیکھا فرمایا یہی چیز تھی پھر طاق پر لہری یہ ایک مورت تھی ماش کے آٹے کی بنی ہوئی اس مورت کے

جسم میں تمام سیٹیاں لگی ہوئی تھیں جب اس مورت کے جسم سے ستر
 نکال لی گئیں تو حضرت صاحب ہر طرح حرکت کرنے لگے اور تہ
 جسم ٹھیک ہو گیا صبح کو تقریباً ہزار روپے ایک صاحب کو بھجوانے
 ان کے زمانے کے مشائخوں میں تھے بہت دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان ہی
 یہ کام کیا تھا جن کو یہ رقم بھیجی گئی کیونکہ ان کو حضرت (والد) صاحب
 سے حسد تھا کہ ان کے پاس لوگ کیوں آتے ہیں اور کیوں طرح طرح
 ٹھٹھے پیش کرتے ہیں۔ حضرت صاحب نے یہ اس لئے کیا کہ وہ اس رقم
 اپنا خرچ چلائے رہیں گے مطمئن رہیں گے اس کے بعد مولانا نے
 کہ جب حضرت صاحب نے مجھ کو مرید کیا تو حضرت پر ایک خاص جذبہ
 کیفیت طاری تھی اور آپ نے والدہ کے ذریعہ مجھے طلب کیا
 نضر الدین کو بلاؤ والدہ نے مجھ کو بلایا میں آیا اور حضرت نے مجھ کو
 مرید کر لیا۔

اس شخص کا تذکرہ جس نے بیعت کا سوال کیا

قدم پوسی بیسر ہوئی۔ ایک شخص کا تذکرہ ہوا جو پہلے مولانا
 بہت اعتقاد رکھتا تھا اور بے تکلفانہ ملتا تھا اس کے بعد اس نے
 کر دیا پھر بالکل موقوف کر دیا۔ بلکہ پیچھے پیچھے اچھے الفاظ میں تذکرہ نہیں
 تھا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ پہلے میرے پاس بہت آیا کرتا تھا اور مرید ہو
 خواہش کرتا تھا۔ بلند خاں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ یہ شخص مرید

چاہتا ہے مرید کر لیجئے یہ عرصہ سے مرید ہونے کے لئے اصرار کر رہا ہے اور مخالفت بھی کرتا ہے میں نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا کیونکہ اس کے مرید کرنے کو میرا دل ہی نہیں چاہتا تھا۔

درویشوں اور آزادوں کا تذکرہ

آزادوں کے ذکر پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ درویش جنھوں نے شریعت کے خلاف راستہ اختیار کر لیا ہے اور لفظ آزاد سے مشہور ہیں اس کی ہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پر کی قید سے آزاد ہوتے ہیں حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں میں بھی آزاد فقیر تھے۔ چنانچہ آزادوں میں شاہ منقطع نامی ایک فقیر تھے اور یہ حضرت صاحب کے مریدوں میں بہت ہی کمال اور صاحب نسبت فقیر تھے۔

۱۔ مولانا فخر کے اس اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی رائے بدل گئی کیونکہ اب ان کے باکمال ہونے اور صاحب نسبت ہونے کا اقرار فرما رہے ہیں۔ شاہ حبیب حیدر قلندر کا گوردی نے آزادوں کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اس میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے مختصراً کہ مدار یہ اور قلندریہ خاندان سے ان کا تعلق ہے کتاب انتصاح میں اس کا تذکرہ موجود ہے لفظ آزاد سے نفس مختصری سے آزاد ہونے کی فکر کی طرف اشارہ ہے ان کے لئے شریعت کی پابندی نہایت ضروری ہوتی ہے مرشد کی دعاؤں سے ایک حد تک ان کو اپنے نفس پر قابو حاصل ہو جاتا ہے مرشد کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے کہ خدا سے جو کمال

حضرت بٹے صاحب کے واقعے کا تذکرہ

حضوری کی دولت بے سر ہوئی۔ دو تین دن سے حضرت کی طبیعت کو سخت کوفت تھی۔ اس واقعہ کا مولانا صاحب کے بڑے بھائی سے تعلق تھا۔ مولانا فخر صاحب نے کسی سے اس واقعہ کو ظاہر نہیں کیا مگر میں بہت رنجیدہ تھا۔ آخر کار مجھ کو دکھلایا گیا۔ ایک مرتبہ منجھو اس کا معاوضہ دیدوں گا۔ اس پر بھی مجال نہ ہوئی کہ۔ بوجھ سکتا کہ کیا بات ہے۔ اگرچہ کئی بار یہی فرمایا کہ اس کا معاوضہ مقرر ہو چکا ہے۔ جب زبان پر یہ لفظ آتا چہرہ لبشاش ہو جاتا تھا مگر معلوم نہ ہوا کہ کیا بات تھی سے

میانِ عاشق و معشوق رمنے ست
کر ایا کا بتیں را ہم نجر نیست

(بقیہ مضمون حاشیہ ص ۹) دیا ہے اس کو تماشائے بنانا اس لئے نہیں بلکہ عطیہ پروردگار کے اظہار کے لئے بھی کبھی عرس وغیرہ کے موقع پر یہ نوک دار لوہے کے گرز اپنے جسم پر بارتے ہیں مگر جسم سے نہ خون نکلتا ہے نہ زخم ہوتا ہے میں نے خود کئی بار یہ منظر دیکھا ہے جس کا دل چاہے شاہ کا قلم قلندر اور شاہ تراب علی قلندر کا کوروی کے عرس میں کا کوروی جا کر ان کو دیکھ لے۔ لمبا کھڑا غرار سے دار پا جامہ لمبی ٹوپی اس شکل کی خود ہی بناتے بنتے اور پہنتے ہمارے یہاں کے مرشدوں کی ہایتوں کے مطابق ان کا پابند شریعت رہنا نہایت ضروری ہے۔

(دستاویز کا کوروی)

حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں کا تذکرہ

حضرت صاحب قبلہ کے دوستوں کا تذکرہ آیا فرمایا کہ اسد اللہ نامی حضرت صاحب کے ایک دوست تھے۔ بہت اچھے آدمی تھے اگر کوئی اپنے مقصد کے لئے شیر بربخ پران کا فاتحہ کرے یقیناً بکامیاب ہو جائے گا۔

س نے بارہا اس کو آزمایا ہے اس کے بعد شاہ عبدالرزاق کا تذکرہ ہوا فرمایا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ کے دوستوں میں تھے ان کا وطن کشمیر تھا۔ جنگل میں رہتے تھے ایک بلند مکان بنا لیا تھا۔ جب زمینے کے اوپر پہنچ جاتے تو زمینے کو اوپر پہنچ لیتے تھے۔ اس طرح آنے جانے کا راستہ باقی نہ رہتا تھا۔ ایک بار میں ان کی ملاقات کو گیا کسی کو اپنے سامنے آنے نہیں دیتے تھے چنانچہ ایک بار نواب نظام الملک گئے تو انھوں نے بالاخانے ہی سے پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں۔ انھوں نے کہا آپ کو دیکھنے کے لئے انھوں نے اپنا پاؤں نیچے کی طرف بڑھا دیا اور کہا یہ پاؤں حاضر ہے اس کو دیکھ لو مگر آنے کی اجازت نہ دی جب میں ان کے سامنے گیا تو دیکھا کہ زمینے پر ایک سانپ مرا ہوا پڑا ہے۔ میں نے کہا انھوں نے کہا تم چلے آؤ اور بلند آواز سے کہا اے ہردک دور ہو، سانپ ان کی آواز سے دور چلا گیا، میں ان کے سامنے گیا فرمایا میں آپ کے لئے چائے تیار کرتا مگر لکڑیاں نہیں ہیں اور معمول یہ تھا کہ خود جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے تھے میں نے کہا میں جنگل سے

لکڑیاں لئے آتا ہوں چنانچہ میں گیا اور جنگل سے بہت سی لکڑیاں لے کر
 کے کمر پر باندھ کر لے آیا خوش ہوتے اور کہا خوب لائے رات بھر
 کی خدمت میں رہا۔

حافظ خیر اللہ سیاح کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی، حافظ خیر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر
 حافظ جو تھم حضرت مخدوم علی صاحب کے مزار کی زیارت کے لئے جاؤ اور
 کے کپڑوں کی تیلاری کرو اور سکریٹال کی ایک قبر ہے اس کی بھی زیارت
 کرنا حالانکہ وہاں کے آنے والوں سے ایسی قبر کا مشہور ہونا نہیں سنا گیا
 چند روز ہیں اس حافظ پر لوگ رشک کریں گے! اسی وجہ سے یہ آزادگی
 اظہار کریں گے۔ یہ واقعہ ہے کہ حق ہماری طرف ہے یہ بچارے مشغولی
 محنت کرتے ہیں اور غافل بھی کم رہتے ہیں جلد ترقی کرنے والے ہیں
 دوست بدگمان ہو جائیں گے۔ یہ حافظ خیر اللہ پنجاب کے رہنے والے
 تھے اس سے پہلے حفظ قرآن میں مشغول تھے چار سال سے مولانا کی خدمت
 میں آنے لگے ہیں۔ ان کی قلبی حرکت بہت تیز ہے اور دوستوں کو
 پکار کھلانا ان کا اصول ہے اکثر اوقات یہ ایسا ہی کیا کرتے تھے
 یہ ایک قسم کی۔ ان کی قسمت ہے لیکن خدا کی یاد کے بغیر ایک منٹ بھی
 چین نہ آتا تھا۔ اس لئے مولانا کو اچھا معلوم ہوا حضرت علی احمد صاحب
 درگاہ پر پہنچے میں کیا مصلحت تھی یہ معلوم نہ ہو سکا۔ جس کام کے لئے

وہاں جانے کو ان سے کہا تھا کس کی مجال تھی کہ مولانا سے دریافت
اس کے بعد حافظ جیو نے اس فقیر سے کہا کہ مولانا نے اس سے
بھی ایک بار یہی ارشاد فرمایا تھا کہ حافظ جیو ہم کو ایک جگہ بھیجے
لے ہیں۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا تذکرہ

مولانا ایک دن حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی زیارت میں
غول تھے اس کے بعد حضرت کمال الدین علامہ کے مزار کی زیارت
جو حضرت موصوف کے ہم شیر زادے ہیں کیونکہ ان بزرگ تک حضرت
لاناکا سلسلہ پہنچتا ہے ایک اور ہم شیر زادے کی بھی وہاں قبر ہے ان مزاروں
سے ایک وہ مزار ہے جو زیادہ زمانہ گزر جانے کی وجہ سے نامعلوم
ہو گیا تھا مولانا نے اس کا پتہ چلا یا اور اس کو صاف کرایا مگر یہ اب تک
علوم نہ ہوا کہ وہ کون پتہ کون کا مزار ہے مگر حضرت مولانا وہاں جا کر
زور فاختہ پڑھتے اور پھول چڑھاتے فرماتے کہ یہ مزار خوب ہے
لہذا قامیری طرف دیکھ کر فرمایا سبحان اللہ۔ اس کے بعد ارشاد ہوا جتنا
سکے یہاں چراغی کے نام سے کچھ نہ کچھ دے دیا کرو۔ دوسرے
زاروں پر جو نیاز دیتے ہو یہ اس کے علاوہ ہونا چاہئے اس کو عنایت
جانو مگر یہ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی کہ ایسا کیوں ارشاد فرمایا گیا اور یہ کس کا مزار
ہے خود ہی صرف اتنا فرمایا کہ فائدے سے خالی نہیں۔

محبوبیت کا تذکرہ

قد مہوسی کی دولت میسر ہوئی حضرت خواجہ بزرگ کی وفات سے
 ذکر آیا، ارشاد فرمایا یہ جو لوگوں کا خیال ہے کہ محبوبیت کا مرتبہ محبوب الہی
 لئے مخصوص ہے اور یہ درجہ پہلے کے خواجگان کو میسر نہیں ہوا۔ اس کا مطالعہ
 سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ محمدری نسبت کا ظہور سب جگہ ہے۔ چنانچہ خواجہ
 بزرگ (راجمیری) کی جیب وفات ہوئی تو تجہیز و تکفین کے وقت لوگوں
 نے دیکھا کہ پیشانی پر سبز خط میں لکھا ہوا تھا۔ مات حبیب اللہ
 فی حب اللہ والشرک محبت میں اللہ کے حبیب نے جان دیدی
 لفظ حبیب مشبہ صفت ہے۔ فاعل اور مفعول دونوں معنوں پر
 آتا ہے پس محبوبیت ثابت ہو گئی ہے۔

ایک خونی کا تذکرہ

حضور کی دولت میسر ہوئی دکن کے دوستوں کا تذکرہ
 آیا ارشاد فرمایا ہم ایک دن خرابات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک
 مجذوب فقیر ہا کرتے تھے۔ میں ان کو دیکھنے جایا کرتا تھا۔ اتفاقاً
 ایک آدمی جس کے ہاتھ سے کہیں خون ہو گیا تھا بھاگا ہوا آیا اور اس
 امان چاہی، مگر مطلب یہ تھا کہ کوئی ایسا نہ ہر دست شخص مجھے پنا
 سے کہ دعویٰ داروں کے آنے پر بھی میری جان بیچ جائے

ان مجذوب صاحب نے میری طرف اشارہ کیا، یہ اچھی استدعا کا آدمی
 ہے، اگر تم اس کی حفاظت کرو تو بہتر ہے۔ میں اس کو اپنے گھر لے آیا اور
 ایک حجرے میں جہاں گھوڑے کے کھانے کی گھاس بھری ہوئی تھی
 وہاں میں نے اس کو چھپا دیا ایک دن میں نے اس سے کہا کہ آخر تم
 ایک کونے میں بیٹھے ہوئے ہو، کیا میں تم سے کچھ کہوں پھر میں نے اس کو
 خدا کا نام بتایا چالیس دن نہیں گزرے تھے کہ نعرے کی آواز آنے
 لگی جس سے لوگوں پر بہوشی کا اثر شروع ہو گیا معلوم ہوا کہ ایک بندہ
 خدا کی آواز ہے جب وہ نعرہ مارتا اس پاس کے لوگوں کے حواس جاتے
 رہتے اس کو مضبوط طور پر پکڑ لیا جاتا ہے۔ پھر جیسے ہی وہ نعرہ لگاتا
 ہے، آدمی سہم کر خوف سے گر جاتے ہیں اور تمام کوچہ و بازار میں سجدہ
 کرتے پھرتے ہیں یہاں تک کہ سجدہ کرتے کرتے پیشانی پر شکر و شکر تک باقی
 نہیں رہا سفید ہڈیاں نکل آئیں ایسی حالت میں آوارہ ہو گیا۔
 ایک دفعہ میں شاہ جہاں آباد میں تھا اور حسن مکان میں رہتا تھا
 وہاں وہ آیا اور اس نے دروازے کو بوسہ دیا اور چلا گیا اس کے بعد
 سے اس کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا۔ اسی حالت میں نوح کے دعویٰ پر
 اس کی تلاش میں آئے جیسے ہی ان کو دیکھا سجدہ کرنے کے لئے دوڑا
 اور نعرہ لگایا یہ لوگ بھی بے ہوش ہو گئے یہ ان کے پیچھے پھرتا اور
 سجدہ کرتا وہ لوگ حیران تھے کہ کہاں سے یہ بلا لگ گئی، آخر دعویٰ یاروں
 نے اس کو چھوڑ دیا اور چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت گنج شکر قدس سرہ کی زیارت کا تذکرہ

ایک دن حضرت مولانا صاحب حضرت گنج شکر کی درگاہ میں تھے اس فقیر نے لشکر سے آکر عرض کی کہ آپ کی جدائی سے اور دنیاوی کاموں کے سبب باطنی شغل نہ ہونے سے تنگ آ گیا ہوں اکثر دل چاہتا ہے کہ اجمیر کی طرف یا کہیں اور چلا جاؤں ارشاد فرمایا تو والدین حسین جب تم دل تنگ ہو کر واد صرف میرے دیکھنے کا ارادہ کر لیا کرو بس اور کچھ نہیں اس کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان المشرق نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک بار حج کا ارادہ کیا جب حضرت گنج شکر کی زیارت کی مطلب حاصل ہو گیا اسے پھر حج کا ارادہ ہوا، پھر حضرت فرید گنج شکر کی زیارت ہوئی اور مقصود حاصل ہو گیا فقیر اس واقعے سے بہت متاثر ہوا۔ مولانا کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا آخر مولانا کے زانوے مبارک پر روتے ہوئے میں نے سر رکھ دیا جس سے مجھے بہت ہی سکون ملا۔

حضرت مولانا کی سرگزشت کا تذکرہ

دولت مشاہدہ بیسر ہوئی مہربانی سے اپنے ساتھ کھانا کھلایا

۱۰ یعنی حضرت گنج شکر کے فیض سے چہرہ پر ایسا کشف ہوا کہ وہیں بیٹھے اللہ کے گھر کو دیکھ لیا گیا
میں نے حضرت گنج شکر کی زیارت نہیں بلکہ بیت اللہ کا حج کیا اور اس کا ثواب پایا فقیر محمد مظالم الدین کراچی

ور بھی دو صاحب تھے اتنے ہیں وکن سے اس طرف آنے کا تذکرہ ہوا۔
 پایا ہم ایک مکان میں اترے وہاں ہندوؤں کا ایک بت خانہ تھا۔
 غصب کی وجہ سے لوگ مسلمانوں کو بت خانے میں جانے نہیں دیتے تھے
 ایک دفعہ میں گیا مجھ پر بھی آنکھوں نے غلبہ کیا میں نے اپنے آپ کو اس
 بت کے قریب پہنچا دیا یہ حال دیکھ کر وہ لوگ مجھ سے الگ ہو گئے اور
 کچھ میری حالت پر چھوڑ دیا اس شہر میں کئی دن رہنے کا اتفاق ہوا۔
 ایک دن ایک ہندو بڑھیا تلاش کرتی ہوئی آئی کہ اس شکل و صورت کا
 یہاں کوئی مسافر آیا ہے مجھ سے خواب میں بھوانی نے کہا ہے کہ اس کے
 پاس جاؤ۔ تو دونوں آنکھوں سے نابینا ہے تیری دونوں آنکھیں روشن
 ہو جائیں گی میں نے ہر چند منع کیا مگر وہ کب مانتی تھی وہاں وہ بھی دو تین
 دن ٹھہری خدا کے پاس سب کچھ ہے آخر اللہ کی عنایت سے اس کی
 دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں حالانکہ اس میں مجھ کو کیا دخل ہے انصاف
 کرو یہاں تک تو بت پہنچی کہ فقیر پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی
 اور چلا چلا کر نعرے مارنے لگا عرصے تک مجھ میں اس کی لذت اور
 چاشنی نہ رہی۔

میرید علی الدین کا تذکرہ

ایک دن حضور ی پسر ہوئی۔ مولانا صبح کی نماز کے لئے وضو
 کر رہے تھے میرید علی الدین نے عرض کیا، حکیم میر محمد افضل جو شاہی

لشکر میں ہیں۔ حضرت امیر خسرو کے عرس میں شریک نہ ہونے کی ان کو بڑی کوفت ہے فرمایا ٹھیک ہے پھر میر صاحب نے عرض کیا ان کو پچاس روپے ملے تھے، سب خرچ کر دیئے اس کے بیان کرنے سے مطلب تھا کہ یہ ایسے قصول خرچ ہیں مولانا نے فرمایا بہت اچھا ہوا کہ انھوں نے مستحق لوگوں کو یہ روپے دیدئے خدا ان کو اور عنایت فرمائے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

کسی ہندو کا معتقد ہونا

قد موصیٰ کی دولت بیسر ہوئی۔ ایک ہندو کا تذکرہ آیا کہ وہ ہمارے طریقے میں داخل ہو گیا ہے اور پوشیدہ طور پر نماز پڑھتا ہے ہمارے معتقدوں میں ہے پھر فرمایا وہ پریشان تھا خدا کا شکر ہے کہ اس کو نوکری بھی مل گئی۔ حالانکہ لوگوں نے اس سے کہا تھا کہ مسلمانوں کے پاس اٹھنے بیٹھتے ہو اور ان پر اعتقاد رکھتے ہو ویکھ لینا تم محتاج ہو جاؤ گے مگر اللہ نے اس کو روٹی سے لگا دیا۔ میں خوش ہو گیا۔

ایک ہندو کا ذکر جو حضرت مولانا کا مرید ہو گیا تھا

حضور کی دولت بیسر ہوئی حضرت کے معتقدوں میں ہے۔ ایک ہندو شجرہ لے کر آیا کہ اس پر معمول کے موافق دستخط ہو جائیں مولانا نے دستخط کر دیئے۔ فرمایا ہیں حیران تھا کہ شجرے ہیں اس کا کیا نام لکھ

کار یہ لکھ دیا کہ مصدق الدین کی عاقبت بخیر ہو۔

لانائے ایک ہندو کی مصاحبت اور اس پر پیر زادوں

کارشک

مشاہدے کی نعمت بیسر ہوتی فرمایا ایک دن فلاں ہندو میرے
 آیا میں نے دروازہ بند کر دیا اور ایک پیر زادے صاحب کا نام
 کر کہا کہ وہ آئے باہر بیٹھے رہے ان کو ناگوار ہوا کہ اندر ہندو
 بیٹھا ہوا ہے اور میں پیر زادہ ہو کر باہر بیٹھا ہوا ہوں یہ کیا طریقہ
 ہم نے کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ اس میں کھلا ہوا فائدہ تھا کہ وہ ہندو
 کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ رہا تھا اس لئے خلوت تھی اور لوگ
 سانی میں تھے۔ اس کے بعد یہ نوکر ہوا کہ اگر کسی ہندو کو کسی شغل کا
 وقت ہو تو اس کو ایمان والا سمجھنا چاہئے یا نہیں۔ فرمایا ہم تو یہ جانتے
 کہ خدا کا نام بتانے میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے اس کی کیا ضرورت
 ہے کہ پہلے وہ مسلمان کیا جائے پھر کوئی شغل بتایا جائے۔ اسی خدا کے
 نام میں بہت بڑا اثر ہے وہ خود اپنی طرف کھینچ لے گا۔ پھر اس نیک
 نام میں دیر کی ضرورت ہی نہیں۔

مولانا کے ایک دوست اور ان انتقال

جمعرات کا دن تھا حضرت مولانا حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کی

خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اکثر جمعہ یا منگل کو وہاں جایا کرتے تھے۔
 بھی ہوتا تھا کہ جس دوست کا مکان درگاہ سے قریب ہوتا اور اس
 یہاں کوئی تقریب ہوتی تو پہلے درگاہ شریف جاتے اور وہاں بیٹھے
 پھر مقررہ وقت پر وہاں چلے جاتے۔

یہ فقیر بھی خانقاہ پہنچا دیکھا کہ مولانا وہاں آرام فرما رہے
 اور میر شفیق الدین چچی گورہے ہیں اس لئے خاموش بیٹھ گیا تھا
 دیر کے بعد آپ بیدار ہوئے اور ان دوست کے متعلق دریافت کیا
 جن کا اس روز انتقال ہو گیا تھا اور ان کے دفن کی تیاری تھی۔
 وہاں کتنی دیر بے کسی نے کہا ابھی بہت دیر ہے اور ہرنے و
 نے دو وصیتیں کی ہیں ایک تو یہ کہ جب مولانا تشریف لے آئیں
 میرا جنازہ اٹھائیں۔ دوسرے یہ کہ ایسی جگہ دفن کریں جہاں سے
 قبلہ کا گزر ہوتا رہتا ہو فرمایا حضرت محبوب الہی کی درگاہ کے قریب
 اگر دفن کریں تو بہتر ہے اتنے میں فقیر نے عرض کیا کہ سرخ بنگلہ جو
 کے آتے جاتے راستے میں پڑتا ہے وہ غیاث پور میں داخل ہے یا
 فرمایا یہ داخل نہیں ہے بلکہ باولی کے دروازے کی بابت کہا
 کہ اس کا ایک زمینہ اس میں داخل ہے باقی داخل نہیں ہے یعنی غیاث
 کے حدود کا تصور اس حصہ اس میں آجاتا ہے اس کے بعد فرمایا
 شخص اپنے باپ کا اکلوتا تھا۔ اس کی ماں پر بڑا قلق آتا ہے (زندگی
 ایک دن ان کی عیادت کے لئے جانے کا اتفاق ہوا مگر یہ اس وقت

رہ نہ تھے۔ ان کی ماں کو بہت ملال ہوا تھا اس واقعے سے گویا ان کی
 ٹٹ گئی کیا کیا جائے۔ اس کے بعد خبر آئی کہ جنازہ تیار ہے۔ جامع
 شریف لے گئے۔ میر شفیق الدین اور میں دونوں ہمراہ تھے
 میں ملاقاتی غیر ملاقاتی سبھی ملتے اس لئے مولانا کا قاعدہ تھا کہ
 ہی صاحب سے قریب ہو کر بات چیت کرتے رہتے اور اگر صرف
 باب ساتھ ہوتے تو ان میں سے جن صاحب کو کچھ تکلف ہوتا
 میں کو قریب لے لیتے اور ان کی خاطر داری مقدم سمجھتے۔

جیسے ہی مسجد میں داخل ہوئے پوچھا کسی کے پاس پیسے
 ایک دوست کے پاس تھے۔ میر شفیق الدین نے لے کر دئے
 لے کر آثار شریف کی زیارت کے لئے داخل ہوئے۔ اور
 لانا کا یہ قاعدہ تھا کہ مزارات کی نذر کو اپنے ہاتھ سے آستانے
 رکھ دیتے چاہئے خواہم موجود ہو یا نہ ہو۔ زیارت کے بعد
 ماں آثار شریف ہیں وہاں اندر آئے اور مینارہ مسجد کے نیچے
 کعبتیں پڑھیں اتنے میں ایک دوسرا جنازہ بھی آگیا اور
 نمازے کی نماز کا ذکر ہوا۔ پوچھا تم کو جنازے کی نماز یاد
 ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا اہل حدیث کے نزدیک
 میں بہت تقید ہے بلکہ انھوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ
 شخص کو چاہئے کہ مغرب کی نماز کے بعد جنازے کی نماز
 لیا کرے اور اس نیت سے پڑھا کرے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کی اُمت میں کیا مرد کیا عورت جو کوئی بھی نہ
ہوا ہو اس کو اس کا ثواب پہنچے۔ لے

اور اس پڑھنے والے کو بھی ثواب ہوگا اسی لئے آن حضرت
طور پر جنازے کی نماز بہت پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ نجاشی (ربا)
کے انتقال کی خبر آئی تو آنحضرت امام ہونے صحابہ صفا باندھ
کھڑے ہو گئے۔ اور جنازے کی تکبیریں کہی گئیں۔ اس حدیث کا بہ
قابل تعجب نہیں یہ بھی حدیث شریف میں ہے کہ ادھر تکبیر ہوئی
اللہ بخشدیتا ہے۔ پھر مولانا نے جا کر نماز پڑھائی۔ پہلے ہمارا خیال
کہ مدفن تک جائیں گے۔ مگر مولانا نے فرمایا کہ اس سے مجھے خاص
تھا۔ اس لئے چلنا چاہئے۔ چنانچہ مدفن تک گئے۔ اور محکوم خصل

لے ترکیب یہ ہے، نماز جنازے کی نیت کرے اور دونوں ہاتھ کا نور
اٹھا کر محلے پہلی دفعہ اللہ اکبر کہہ کے ہاتھوں کو دعام نماز کی طرف
ناف کے نیچے باندھ لے اور سجا تک پڑھے بغیر ہاتھ اٹھائے۔ ۲۔ دو
دفعہ اللہ اکبر کہے اس کے بعد درود شریف پڑھے جو نمازوں میں پڑھا
جاتا ہے) ۳۔ تیسری دفعہ بھی بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے۔ اس کے
بعد میت والی دعا پڑھے۔ مرد ہو تو مرد کی، عورت ہو تو عورت کی، بچہ
تو بچے والی دعا پڑھے۔ ۴۔ چوتھی دفعہ بھی بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے
اس کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر دائیں بائیں سلام پھیرے۔ (رد و کالو)

رنے لگے۔ فقیر نے عرض کیا جنازے کے ساتھ ساتھ چلنا ثواب ہے
 میں پر فرمایا۔ حدیث شریف میں یہ ہے کہ نماز پڑھنے کا تو ثواب ہے
 جنازے کے ساتھ جانے میں دوگنا ثواب ہے۔

مولوی علاء الدین برادر کا تذکرہ

صبح کے وقت درس ہوا کرتا تھا۔ سید صاحب کتاب صبح مسلم پڑھا
 کرتے تھے۔ اتنے میں بھائی مولوی علاء الدین آکر بیٹھے۔ جن کے بھائی
 کا نام امین الدین ہے۔ گنگا جمنہ کے درمیان سیانہ نام ایک قصبہ
 ہے یہ وہیں کے رہنے والے اور شریف لوگوں میں ہیں۔ پورب کے
 اصبات میں انھوں نے معقول و منقول کا علم حاصل کیا اس کے
 بعد مولانا گوردیکھنے شاہ جہاں آباد آئے پہلے ہی بار کے لئے میں مولا
 کی محبت ان کے دل میں جم گئی۔ خانقاہ کے باہر بیگم کے مقبرے کا
 جو والاں ہے وہ ان کو رہنے کے لئے دیا گیا۔ دوسری رات ان میں
 سخت شورش پیدا ہو گئی۔ حضرت مولانا نے صوفی سے فرمایا جاؤ اور
 ان کی دیکھ بھالی کرو اور چونکہ ہم پورب والے ہیں اس لئے مولوی کی
 مہمان تو اندری تمھارے ذمے ہے چند روز اسی طرح گزرے پھر
 مولوی علاء الدین مرید ہو گئے۔ اس زمانے میں حضرت صاحب قبیلہ
 کا عرس پڑا عرس کے دن مولوی موصوف پر عجب حالت طاری ہوئی
 اُس دن کیا چھوٹا کیا بڑا، کیا شاعری کیا غافل، کیا مسلمان کیا ہندو، جو

مجلس میں آیا فخرے ہارنا تھا۔ مولوی صاحب پر ایسی کیفیت طاری ہوئی
 کہ آنھوں نے اپنا سب لباس ڈالوں کو دے دیا۔ اس کے بعد مشغولیوں
 پر غالب آگئی یعنی ذکر کرنے لگے یہ خدا کی یاد محنت سے کیا کرتے تھے
 حضرت مولانا کی طرف پورے متوجہ تھے۔ اس کے بعد یہ اپنے گھر
 چلے گئے پھر شادی کی۔ مولانا کے ارشاد کے موافق سنبھل میں رہتے ہیں
 جیب وہاں پہنچے ایک بڑا درخت دیکھ کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ وہاں کچھ بھی
 نہ تھا۔ خواجگان کی عنایت اور اللہ کے فضل سے بہت لوگ استفادہ
 کے لئے آنے لگے۔ کوئی سبق پڑھتا، کوئی شغل کا طریقہ دریافت کرتا۔
 عقلمند لوگ بھی آتے جاتے تھے۔ یہ متوکل آدمی تھے کچھ دن بعد انھوں
 نے متعلقین کو بھی وہیں بلا لیا۔ حضرت مولانا نے ان کے بھائی مبارک
 امین الدین سے کہہ دیا کہ مولوی صاحب کی جیسی مرضی ہو اسی کے
 موافق عمل کرنا چاہئے اس کی تاکید کر دی۔

ایک دوسرا تذکرہ (ارادہ اور مشیت)

ایک دن ارشاد فرمایا کہ ارادہ اور مشیت دونوں میں یہ فرق
 ہے کہ مشیت کا لفظ ایجاد معرومہ والنعوام موجود دونوں کے لئے
 آتا ہے اور ارادے کا لفظ صرف ایجاد اور معرومہ کے لئے
 استعمال کیا جاتا ہے جاننے والے اس کے برعکس استعمال
 نہیں کرتے۔

مولوی معین الدین کاڈگرو

حضور ہی کی دولت پستر ہوئی۔ مولوی معین الدین آپ کے
 قدیم دوستوں میں ہیں یہ صحیح النسب سید ہیں۔ ان کے والد
 غازی الدین خاں مرحوم کے مدرس تھے۔ یہ بھی بزرگ اور خاں
 ہیں عربیہ و رسمی علوم اور دیادہ تر مسئلہ توحید کا ذوق رکھتے ہیں۔
 اسی کا درس بھی دیتے ہیں۔ وارثہ مزاج ہیں خلیق ہیں سادگی سے
 زندگی بسر کرتے ہیں۔ ورثے کے اہلک کی بابت ایک شخص سے ان کا
 جھگڑا پیش آیا، مولانا نے فرمایا جہاں تک ہو اس سے درگزر کرنا بہتر
 ہے۔ دونوں طرف کے اقرار و انکار میں سخت مشکل پیش آتی ہے
 تمہاری تکلیف سے ہم کو بھی تکلیف ہوگی۔ خدا پر بھروسہ رکھو چاہے
 تمہارا حق بھی ہو اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس پر مولانا نے
 ایک قصہ بھی بیان فرمایا کہ کسی درویش کو بادشاہ نے ملاقات
 کی تکلیف دینا چاہی درویش نے قبول نہ کی، بادشاہ کے مصاحبوں
 میں سے ایک نے کہا کہ میں ایک تدبیر بتاتا ہوں کہ وہ خود بخود چلے
 آئیں گے۔ صبح کو ان درویش صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ قاضی
 صاحب نے تم کو بلا یا ہے، درویش نے پوچھا کیوں؟ کہا جس مکان
 میں تم رہتے ہو یہ دوسرے کا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ مکان
 خالی کر دو۔ کچھری میں حاضر ہو درویش صاحب نے مکان کا قبالہ

(دشمنہ) سامنے لا کر رکھ دیا اور اپنے گھر کے لوگوں کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہو گیا، عرض مکان چھوڑ دیا اور کہا، الحمد للہ خیریت سے بلاٹل گئی۔

معمور خاں کے بیٹے کا تذکرہ۔ جو دکن کے

مشہور عمامدین میں تھا

اس درمیان میں تصویر کا ذکر آیا۔ ارشاد فرمایا کہ معمور خاں جو دکن کے مصوّر رئیسوں میں تھے۔ اور ہمارے حضرت (والد) صاحب قبلہ کے مرید تھے ان کو تصویر کشی میں خاص مہارت تھی۔ حضرت قبلہ سے بے تکلف دوستوں کی طرح بہت ربط تھا۔ چنانچہ تین چار چڑ میں انھوں نے حضرت صاحب قبلہ کے ملفوظ بھی لکھے ہیں اور اکثر جگہ اس میں مناسب موقع سے حضرت صاحب کی تصویر بھی دکھلائی ہے۔ خواجہ کامگار خاں ہمیشہ رشک کیا کرتے تھے کہ میں نے کتاب کی صورت میں حضرت صاحب کے ملفوظ مرتب کئے ہیں۔ مگر کاش یہ وہی چیز میرے نصیب میں ہوتے اور تمام ملفوظ ان کے حصہ میں۔ یہ واقعہ بالکل حضرت امیر خسرو اور امیر حسن دہلوی کی طرح ہوا کہ امیر حسن کی کتاب (ثواند القواد) کی نسبت حضرت امیر خسرو کہا کرتے تھے کہ کاش میری تمام تصانیف امیر حسن کی ہوتیں اور یہ ملفوظ میرا ہوتا تو مجھے بڑی مسرت ہوتی۔

اس شہر مقدس کے سفر اور زیارت کا تذکرہ جو حضرت

مولانا گو بسید خاطر تھا

حضرت شیخ کلیم اللہ کی درگاہ شریف میں قدمبوسی بیستر ہوئی
اس وقت حضرت کا مزاج کسی قدر بکدر تھا اور یہ دنیا والوں کے
اجتماع اور فتوؤں کی وجہ سے روتا ہوتا تھا۔ ارشاد فرماتے۔ دن
چاہتا ہے کہ سفر کروں اور اس کا اٹل ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ میرا
دل بہت پریشان ہو گیا ہے۔ بلکہ خیال ہے کہ شہر مقدس کو چلا جاؤں
کہ وہاں تم لوگوں میں سے کوئی بھی نہ ہو اور اسی وجہ سے میں دکن
سے چلا آیا ہوں اور میں نے بال بچوں کو بھی چھوڑ دیا۔ یہاں مریوں
کی وجہ سے پھر اسی تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

ایک روز کسی راستے سے جا رہے تھے اس زمانے میں یہ فقیر
بھی شغل باطنی رکھتا تھا اور بعض اوقات مولانا کے انوار اور برکتیں
دل کو متور کرتی رہتی تھیں۔ اور کبھی وحدت الوجود کا مسئلہ بھی کیا کرتا۔
اور کیا بلا کتاب جو کچھ حاضرین کی سمجھ کے موافق ہوتا ارشاد فرماتے
اس طرح میرے عقیدے کا استقلال منظور تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اگر
کوئی اس مرتبے کو پہنچ جائے کہ تمام کائنات پر مشرف ہو جائے اور
دنیا کو مٹانے اور پھر وجود میں لانے پر قدرت رکھتا ہو ایسا شخص اگر
توحید کو پہلا کہے تو کوئی مضائقہ نہیں ورنہ وہ اپنے دعویٰ میں

جھوٹا ہے اور یہ بات فقیر کو بھی حاصل ہو گئی ہے۔ غیر ممکن نہ سمجھنا
چاہئے۔

نیار سالہ خوب اور طرز مرغوب ہیں

آج ریح الثانی کی پہلی ہے دولت مشاہدہ پسر ہوئی فرمایا۔ دل چاہتا
ہے کہ ایک رسالہ لکھوں سید صاحب سے کہا کہ تم اس میں مدد دو۔
روشنائی اور قلم بنا کر میرے پاس رکھ دو تو تمہارا بڑا احسان ہوگا۔
اور یہ چیزیں نہ ہوں تو سخت مشکل ہوتی ہے۔ اس فقیر نے عرض کیا کہ
کس فن میں رسالہ لکھنے کا خیال مرکوز خاطر مبارک ہے۔ فرمایا اس امر
میں کہ وحدت وجود کسے کہتے ہیں۔ مگر لوگ مجھ کو بدنام کر دیں گے۔
میں نے عرض کیا۔ تو ایسا رسالہ تو اپنے طرز میں بالکل نیا ہوگا۔
فرمایا ہاں شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی کے مطالب کو لوگ
بالکل نہیں سمجھے تھے بھی لوگوں نے اپنے خیال سے توحید کو۔ کچھ کا کچھ
سمجھ رکھا ہے۔ شیخ اکبر کا مقصد اور ہے۔ اس لئے ان کو ایسا
رسالہ ایک عجیب چیز معلوم ہوگی۔ حیران ہو جائیں گے اور کہیں گے

۱۹۶۱ء واقعہ لوگوں نے توحید کو۔ کچھ کا کچھ سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ رسالہ فاران فروری ۱۹۶۱ء

کے صفحہ (۲۰) میں "مسئلہ وحدت الوجود کی تحقیق" اس عنوان سے۔ مولوی

صفیۃ الرحمن کی کتاب پر تبصرہ ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ "وحدت الوجود

کہ بڑے لوگوں کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

اور اس سے پہلے کئی مجلسوں میں مولانا نے اسی کے متعلق کچھ بیان بھی فرمایا تھا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی عبارت کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں اسی لئے ان کا عقیدہ خراب ہو گیا ہے اور شیخ اکبر کی عبارت سے صاف مطلب نکالنا بھی مشکل ہے جب تک پوری کتاب نہ دیکھی جائے مطلب سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مثلاً ایک جگہ شیخ اکبر نے ایک چیز کو بیان کیا۔ اس کے ۳۴-۳۵ ورق کے بعد پھر اصل مقصد کی طرف

(بقیہ فٹ نوٹ سلسلہ صفحہ ۱۰۸)

کا نظریہ قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ عینیت اور غیریت کی بحثیں یونانیوں اور روم کے فلسفیوں اور بھارت کے گیانوں کی پیدا کی ہوئی ہیں اسلام نے اس قسم کی بحثوں اور عقلی موٹکائیوں میں الجھنے کو پسند نہیں کیا۔ شیخ محی الدین ابن عربی صاحب نصوص الحکم بہت ذہین عالم تھے مگر ان کی ذہانت نے ذہن و فکر کے لئے بڑے الجھاؤ پیدا کر دیئے۔

چونکہ آپ یہ ہے کہ آپ ہی عقلی موٹکائی کر رہے ہیں۔ عینیت اور غیریت کو آپ یونانی اور روم کے فلسفیوں اور بھارت کے گیانوں کے اثرات سمجھتے ہیں تو سمجھئے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے آپ کو بہکا دیا ہے تبھی توحید و جود کی کو قرآن شریف کے خلاف سمجھ رہے ہیں، میں یونانیوں، روم کے فلسفیوں، بھارت کے گیانوں سے کیا مطلب قرآن شریف میں کیا چیز موجود نہیں ہے۔

مشوجہ ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر کا طرز بیان ایسا ہی ہے۔

حالت رقت و عمل کا تذکرہ

ایک روز خانقاہ کے والان میں مولانا شریف فرماتے تھے حضور صوری
بیسر ہوئی گائے میں جو رقت (گہرہ اور کیفیت) ہوتی ہے اس کا تذکرہ

بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰

لَتَرَوْهَا عَيْنَ الْيَقِينِ سے کیا عینیت کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ الہ
غیرک سے کیا غیریت کا پتہ نہیں چل رہا ہے؟ دراصل وحدت الوجود کا نظریہ
بالکل قرآن شریف کے مطابق ہے۔ هو الاول هو الآخر هو الظاهر
هو الباطن۔ يد الله فوق ايديهم۔ في انفسكم افلا
تبصرون۔ مارصيت اذ رميت ولكن الله رضى۔ کیا ان آیتوں
سے توحیدی وجودی ثابت نہیں ہے۔ توحید وجودی سے خدا کا ایک ہونا مراد ہے
اس وجہ سے یہ شریعت کے خلاف نہیں۔ قرآن شریف کا ان حضرت کی زبان سے
ہم تک پہنچا کیا توحید وجودی نہیں؟ جو کوئی یہ سمجھے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں
وہ کافر ہے۔ ان حضرت پر وحی آتے وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوتی
تھی۔ یہ توحید وجودی کی تجلی ہوتی تھی۔ قرآن کی آیتیں پہلے لکھ چکا ہوں۔ قرآن
شریف کی آیت۔ مارصيت اذ رميت ولكن الله رضى۔ اس کے
ترجمے پر غور فرمائیے۔ ایسے نبی آپ نے جب خاک اٹھا کھینکی تو آپ نے

ہوا حضرت مولانا نے فرمایا، صوفی کی حالت بالکل شراب کے نشے
 کی سی ہوتی ہے۔ اگر ابتدا میں سکوت کی حالت میں تھا تو آخر تک سکوت
 رہتا ہے اور اگر شروع میں زبان سے کچھ نکل گیا تو پھر شور اور فریاد
 زیادہ ہو جاتی ہے۔ حال والا اپنے ہوش میں نہیں رہتا۔ اگر کسی نے
 اس حالت کو خوب ضبط کر لیا تو اپنے حال میں ٹھیک رہتا ہے (اور اسی کا
 حکم ہے) اور اگر شروع سے کچھ کہنے کی ابتدا ہو گئی تو آخر تک کچھ

بقیہ فٹ نوٹ بسلسلہ ص ۱۰۸ و ص ۱۰۹ و ص ۱۱۰ کا

نہیں، اللہ نے خاک اٹھا کر بھینکی تھی۔ اس جگہ نبی کے فعل کو خدا اپنا فعل قرار
 رہا ہے۔ کیا یہ توحید و چوری نہیں ہے؟ اسی طرح بیعت رضوان والا
 واقعہ ہے۔ کہ صحابہ کے ہاتھ پر رسول اللہ کا ہاتھ ہے مگر اس کے متعلق خدا
 فرما رہا ہے۔ ید اللہ فوق اید یھم۔ ان کے (یعنی صحابہ کے)
 ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ کیا یہ توحید و چوری نہیں ہے۔ لیکن اس کا
 یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی خدا ہو گئے۔ نبی بنی ہیں۔ خدا۔ خدا ہے۔ چنانچہ تصوف کے امام
 محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔ **الاشیاء فی ظہورہا**
کافی ذواتھا بل هو حق۔ یعنی (صرف) ظہور کے لحاظ سے حق اشیاء کا
 عین ہے ذات کے اعتبار سے نہیں۔ انھیں محی الدین ابن عربی کا شعر ہے۔
العبد عبد وان ترقیٰ الیٰ رب وان تنزل۔ بندہ بندہ ہی ہے۔
لاک ترقیٰ کر جائے + رب رب ہی ہے لاکہ تنزل میں ہو۔ (درود کاکوروی)

نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے، یہاں تک کہ عقل جاتی رہتی ہے اور سب
 اختیاری میں زبان پر جو کچھ آگیا تو نامعلوم طریقے پر یہاں تک نوبت
 پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنے قابو سے باہر ہو جاتا ہے مگر اس میں دوسروں
 کا وقت ضائع ہوتا ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ اس کیفیت میں دل
 کچھ لینا چاہتا ہے مگر یہ کہ حتی الامکان اس مرتبے کا خیال رکھے اس
 حالت میں اعتقاد جو کچھ دل پر وارد ہوتا ہے وہ بھی ظاہر ہو جاتا
 ہے مگر سننے والوں کو اتنی سمجھ کہاں کہ یہ کس مقام سے کہہ رہا ہے اور
 جو کہنا چاہتا ہے پورے طور پر زبان سے ادا نہیں کر سکتا اور کبھی
 علم کے بھیدوں میں سے کچھ کہہ گزرتا ہے۔ جو کچھ ارشاد فرمایا گیا
 حاضرین کی تربیت اور خصوصاً محمد غوث سلہ کے لئے تھا۔ کیونکہ
 گانا سننے وقت ان کو بہت شورش ہوتی ہے اکثر وحدت کے مسائل
 کو صاف صاف کثرت میں بیان کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام تر جہل و
 کا استفادہ ہوتا ہے مگر بے پوشی میں ان سے دائرہ فاش ہو ہی جاتا ہے
 عرس کی محفلوں میں مختلف قسم اور مختلف مزاج کے لوگ
 ہوتے ہیں۔ ناواقف بھی۔ واقف بھی۔ عالم بھی، جاہل بھی
 امیر بھی، فقیر بھی، دنیا دار بھی، صوفی بھی۔ شرع والے بھی
 بے شرع بھی۔

مولانا کے جتنے دوست ہیں سب جمع ہوتے ہیں۔ کسی کو ال
 گی گفتگو پر تعجب اور کسی کو حیرت ہوتی ہے بعض لوگ گانا سننے پر

ان کی اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ کہنے والے نے کیا کہا۔ محفل میں
کے بھی ہوتے ہیں جن کو اکثر اس کی جستجو رہتی ہے کہ کون سی بات
عاقلاً قابل اعتراض زبان سے نکلی۔ ظاہری طور پر جن کی شرعی
بت قوی ہوتی ہے باطنی طور پر ان کی تحقیقی نسبت زیادہ قوی
ہوتی اس لئے ایسی چیزیں ان کو گوارا نہیں ہوتی۔ مولانا
نہ صرف اشارتاً بلکہ صراحتاً فرمایا کہ شریعت ہمارے نبی کی چیز ہے
لئے ہم کو اس کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔

اگرچہ اس کا یقین ہے کہ سید صاحب کی گفتگو میں بناوٹ کو دخل
ہوتا لیکن مولانا نے جن باتوں کی صراحت فرمائی ان کے لحاظ
زبانی تقیہ کے لئے بھی ارشاد ہوا۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے
ستوں میں ایسے بہت سے ہیں۔ چنانچہ میر سید الدین مرحوم ان کی بھی
حالت ہوتی تھی کہ ابتدائی شورش میں مسئلہ توحید کو بیان کر جلتے
مگر جب بیان کی قوت نہ رہتی تو جو کچھ زبان پر آتا کہہ ڈالتے انسان کو
ہے کہ ایسی کیفیت اور حالت میں بھی احتیاط کرے اور ضبط تو
حال میں بہتر ہے۔ بلکہ ضبط کر کے سے لذت زیادہ ہو جاتی ہے۔
اس بارے میں مولانا کئی بار ہدایت فرما چکے ہیں۔ حالتوں کی
تفصیل سنئے۔

۱۔ یہ کہ عقل جاتی رہے مگر اختیار باقی رہے۔

۲۔ یہ کہ عقل بھی ہو اور اختیار بھی ہو۔

۳۔ یہ کہ شعور تو ہو لیکن اختیار نہ ہو۔ مگر ایسی حالت جس میں شعور بھی نہ رہے اور اختیار بھی نہ رہے بڑی ہے۔ کیونکہ شعور نہ رہنے کی وجہ سے پھر اپنی ترقی یا تنزل کا کچھ پتہ ہی نہ چلے گا اور شعور کی لذت بھی نہ ملے گی۔

۴۔ اور یہ حالت کہ شعور بھی ہو اور اختیار بھی افسوس سے بچائے یہ صاف بناوٹ ہے۔

۵۔ سب سے بہتر حالت یہ ہے کہ شعور تو ہو مگر اختیار نہ ہو۔ چونکہ میاں محمد غوث کا تذکرہ آگیا اس لئے ضرور ناان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرت مولانا کے قدیم دوستوں اور حضرت فرید گنج شکر کے نواسے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ کی حویلی میں عرصہ سے ان کے باپ وادارہ رہتے چلے آئے ہیں، انھوں نے صرف ذکر مشغل کی نسبت حضرت مولانا سے حاصل کی ہے، حضرت گنج شکر کے مزار کی زیارت سے کئی بار مشرف ہو چکے ہیں۔ ان کے دوست مولانا بدرالدین اسحاق کی قبر بھی حضرت گنج شکر کے مزار کے قریب ہے جس دن سے کہ مولانا سے بیعت کا شرف حاصل ہوا نہ زیارت کے لئے جانے کا فوراً قصد کر لیا۔ گئے۔ اس کے بعد کئی بار جانا ہوا۔ اب تو ایک عرصہ سے جناب مقدس کی مصاحبت میں ہیں اور جذبہ الہی کے جذبوں میں سے ایک جذبہ ان کو ایسا لگا گیا ہے کہ نہ ان کو اپنا ہوش ہے نہ دوسرے کی خبر۔ شرح و تفسیر

فقیر شرع والے کسی کا بھی ان کو پوش نہیں رہا۔
 ان پر توحیدی کیفیت چھائی ہوئی ہے۔ کبھی لباس کی قیدیں
 ہتے ہیں کبھی بلا قید ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر نہیں گزرے پانی کہ
 پھر اپنی حالت پر آ جاتے ہیں۔ زبان سے بھی توحیدی قسم کے
 کلمے کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک دن مولانا کے ساتھ ساتھ
 راستے میں گدھے کا بچہ دکھائی پڑا بے اختیار دوڑ کے انھوں نے
 اس کو چوم لیا اور سجدے کرنے لگے، ٹھہرے مارے جاتے تھے
 اسی بے ہوشی میں مدت گزر گئی۔ ایک دن اسی بے ہوشی میں مولانا
 کی خدمت میں گئے اور یہاں حدیث شریف کا درس ہو رہا تھا۔
 شیشہ بھی ہاتھ میں تھا عرض کیا۔ اس شیشے اور کتاب میں کیا کوئی فرق
 ہے۔ بیان فرمائیے اور اسی قسم کی بے باکانہ باتیں کہیں۔ آخر حضرت
 مولانا نے فرمایا بیٹھو۔ بیٹھ گئے۔ اور مولانا کے زانو پر سر رکھ کر
 بے خبر ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پوش آیا تو گویا اپنی پہلی حالت کی
 خبر ہی نہ تھی۔ وضو کیا اور دعا مانگی۔ خدا کے فضل سے اس دن سے
 شریعت کے پابند ہو گئے۔ اور بہت سی تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں
 اس فقیر سے خود بیان کیا کہ جب مولانا نے بیٹھنے کو فرمایا اور میں
 سو گیا تو میرے قلب کی حالت تھی کہ گویا قلب پر کسی نے ایک شاخ
 چکا دی ہے اور زور سے کوئی چیز کھینچی جا رہی ہے۔ جیسا کہ شاخ
 کھینچنے میں ہوا کرتا ہے اس کے بعد گویا وہ کیفیت بھی رہی نہیں۔

چند سال کے بعد مولانا نے ان کو بیعت کی اجازت عطا فرمادی اور اب تو بہشت سے لوگ ان سے بیعت کی نعمت اور مشغولی حاصل کر رہے ہیں اور یہ بعض اعمال بھی کرتے رہتے ہیں۔ خود حضرت مولانا سے میں سنا ہے کہ محمد غوث کے پاس دو ایک عمل خوب ہیں! اور آپ جناب فرمایا میر سعد الدین سید واڑے کے سادات سے ہیں یہ پرانی دہلی کا مشہور محلہ ہے اور یہ خجند کے صحیح النسب سادات سے ہیں جنہوں نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کے علاوہ دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ لیکن آخر زمانے میں حضرت مولانا کی خدمت میں آئے اور ایسی محبت ہوئی کہ آخر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے بعض شیعہ لوگ بھی ان سے توسل رکھتے ہیں ان پر ان کا ایمان ہے اور ان کا مسلک کمال توحید ہے۔

یہ جس محلے میں رہتے تھے اتفاق سے وہاں آگ لگ گئی ان شہادت کا درجہ ملا۔ ابتداء میں جب فقیر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو رات کے آخری حصے میں مولانا وضو کے لئے اٹھتے تھے اس وقت فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ میں کل میر سعد الدین کا بچہ ملا تھا۔ وہ یتیم معلوم ہو رہا تھا۔ فقیر نے دل میں خیال کیا کہ حشر خیر کرے اس کا باپ اچھا ہو۔ دو ایک دن کے بعد جب فقیر ادھر گیا تو لوگوں سے میر سعد الدین کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی۔ مولانا نے جس وقت یہ الفاظ فرمائے تھے اس وقت کہیں ایسی بات کا خیال بھی نہ

ہا۔ میاں ضیاء الدین بھی اُس وقت موجود تھے۔

ذکر میاں ضیاء الدین

یہ تین بھائی ہیں سب خادم اور مولانا کے طریق میں داخل ہیں۔
شاہ شریف صاحب جو فخر العاشقین سر حلقہ درویشان سید سندی حضرت
مولانا نظام الدین شانیؒ کے بڑے خلیفہ تھے ان کے نواسے ہیں۔
ان کی والدہ جو شاہ شریف صاحب کی دختر ہیں مولانا کی بیعت
کے مشرف ہیں۔ محمد شرف الدین ان کے سب سے بڑے بھائی ہیں
انہوں نے باطنی طور سے حضرت مولانا سے بہت کچھ فائدہ حاصل
لیا ہے۔ ظاہری طور پر دنیا داروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں اور
عمدۃ الملک فتح جنگ کے مصاحبوں میں ہیں۔ جو آج کل دکن اور
سورت کی طرف پیر کے لئے گئے ہوئے ہیں دنیا داری کے پاؤں چھو
شغل و طلب بھی رکھتے ہیں۔

میاں ضیاء الدین برادر اوسط ہیں۔ خیر الامور اوسطہا۔ کے لحاظ
سے ٹھیک مزاج رکھتے ہیں۔ یہ کچھ دن طالب علم بھی رہے ہیں ان کی
شغلی نسبت اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ ۹ سال ہو چکے مگر ان کی آنکھ
نہیں لگی۔ حضرت شیخ سلیم چشتی کی درگاہ میں حضرت مولانا کے ارشاد

لہ درمیانی حالت بہتر ہے۔

کے مطابق مقیم رہے۔ عرصے تک جامع مسجد میں رہے۔ اب امیر نیک
 کے ملازم ہیں۔ دنیوی آلودگی سے انھوں نے اپنے اوقات کو پاک
 پاک صاف رکھا ہے۔ محنت سے اپنی معاش میں لگے رہتے ہیں۔ ان
 عالم مثال روشن اور واضح ہے۔ اتنے بڑے وزیر ہو کر غرور و زور
 نہیں ہے بلکہ ان کی بات چیت شغل اور باطنی امور سے خالی نہیں ہو
 اور جس صفت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا وہ یہ ہے کہ جناب اقدس
 ان کے حق میں جو ارشاد سنا یا گیا ہے۔ ہم لوگوں کے لئے قطعی دلیل
 ان کے چھوٹے بھائی میاں عماد الدین ہیں جو ابتداء ہی میں مولانا
 کے مرید ہو گئے تھے۔ باطنی شغل میں مشغول رہے۔ طالب علمی بھی
 مولانا نے روزمرہ کے اخراجات کا حساب ان کے سپرد کر دیا تھا۔
 رات دن حضرت کی رضامندی میں مشغول رہے جس دیانت دار
 سے انھوں نے مولانا کا یہ کام کیا ہے اس سے پہلے کسی نے نہیں
 تھا مولانا ان کی طبیعت کی رسائی کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے
 اتنی محنت پھر بے خوابی، اور روزانہ کے سوال و جواب کے باوجود
 ان کے خیالات وسیع رہے پر ہیزگاری میں بھی مستقل ہیں۔

خاتم حنی کا تذکرہ جو حضرت صاحب قبلہ کی مرید ہیں

ایک دن قدسی کی دولت میسر ہوئی حضرت صاحب قبلہ کو
 آیا فرمایا خانم حنی عورت جو داخل طریق تھیں حضرت صاحب ان کا بہن

یاں کرتے تھے۔ ابتدائے شباب میں وہ بیوہ ہو گئی تھیں حضرت صاحب
ان کے لئے کپڑے بنوادے تھے ان کی پیشوازی میں سوسو طرح کا بچہ
پاتا تھا کناری اور رنگین سجا ب اسی قسم کی چیزوں کا جو عورتوں کو
ندہ ہوا کرتی ہیں۔ حضرت صاحب نے ان کے لئے اس کا انتظام
دیا تھا اور وہ اکثر خدا کی یاد میں مشغول رہا کرتی تھیں قائم کے انتقال
کے وقت مولانا بھی تھے اور میں بھی تھا۔

اس وقت بھی حضرت صاحب کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا ہمارے
ان ذکر کی مشغولی کے سوا دین دنیا کا اور کوئی تذکرہ ہی نہیں ہوتا تھا،
جیسے ہی کوئی اندر آتا ذکر کے حلقے میں شریک اور یاد الہی میں مشغول ہو جاتا
تک پھیلتا اسی طرح ذکر میں مشغول رہتا۔ ارشاد فرمایا حضرت صاحب
کے دوست بھی عجیب غریب تھے، حضرت صاحب کے در سے کلمہ پڑھتے رہتے ورنہ اگر
حضرت صاحب کا خوف نہ ہوتا تو اس جگہ حضرت صاحب کا نام داخل کر دیتا اور یہ انتہائی محبت کی دلیل
حضرت صاحب کی سفارش کا تذکرہ ہوا ارشاد فرمایا کہ حضرت
صاحب کی مہر میں لنگی رہا کرتی تھیں جس کا جو مدعا ہوتا حضرت صاحب
کی طرف سے مضمون لکھ کر حضرت کی مہر لگا لیتا تھا اور دوستوں یا
کے یہاں جہاں چاہتا لے جاتا کسی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔ اس وقت
حضرت صاحب کی رحلت کا تذکرہ آیا، ارشاد فرمایا ہمارے حضرت صاحب
نعرے کہ لگاتے تھے۔ مگر جب وصال کا زمانہ قریب آیا تو بلند آواز سے
نعرے لگانے لگے، بلکہ آپ نے اسی حالت میں رحلت فرمائی۔ کہ نعرے

کے ساتھ ہی جان، جاناں کے سپرد کر دی۔

مرض کے متعلق وہ پافت کیا گیا تو فرمایا چند سال پہلے حضرت صاحب کو فالج کا مرض ہو گیا تھا۔ دونوں پاؤں شل ہو گئے تھے حرکت کر نہیں سکتے تھے فرمایا حضور کے بے تکلف دوست پر تھے۔ جن میں سے ایک تو ال بھی تھا جس کے لڑکے کے دونوں پاؤں شل تھے۔

ایک دن وہ اور چند دوسرے تو ال گاتے ہوئے اس لڑکے کو لائے جیسے ہی حضرت صاحب نے اس کی حالت کو ملاحظہ فرمایا بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا (اس کو پٹا لیا) فوراً اس کی تکلیف جاتی رہی اور حضرت اسی دن سے بٹھ گئے آپ کے پاؤں بے حس ہو گئے یعنی حرکت موقوف ہو گئی۔

اس کے بعد صبح کا ذکر ہوا ان نام کے ساتھ لتظلی رعایت صبح کہتے ہیں) فرمایا کہ حضرت کے نام بہت سے صبح تھے۔ ہر ایک مختصر صبح تھا، ان میں سے ایک یہ ہے۔

«نظام در تعظیم دہا کوش و دیں بہ دنیا مفروش»

اپنے مرشد کی تعریف کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت بیستر ہوئی۔ فرمایا جو آدمی کسی کا مرید ہے اس کو چاہئے کہ مجلس میں اپنے مرشد کی تعریف نہ کرے اس لئے

اگر تعریف کی اور سننے والوں میں سے کسی نے انکار کیا تو انکار کرنے والے کو اسی وقت سزا ملتی چاہئے نہیں تو دل جل کر رہ جائے گا۔ اور کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے تعریف کی ضرورت ہی کیا ہے۔ محبت کا دل سے تعلق ہے۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دن فقیر نے سفر کے لئے اجازت چاہی۔ حضرت نے رخصت فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی ہم کو پراکھے تو اس سے حجت نہ کرنا دیکھو یہ بات یاد رکھنا اس کے بعد فرمایا اگر راستے میں کوئی فقیر ملے اس سے بہت تعظیم سے ملنا بار بار یہی فرماتے رہے۔ جب یہ فقیر تیسری منزل پر پہنچا، ایک درویش جو مدار یہ طریق کے تھے۔ شاہ جہاں آباد میں ان کے ملاقات ہوئی مجھے ہر منزل پر حضرت کا ارشاد یاد آ رہا تھا کہ حضرت مولانا نے کسی درویش کی ملاقات کی بشارت دی ہے جو قادیان سے خالی نہیں، وہ درویش صاحب حقیقت میں بہت ذاکر شاعر تھے میں نے ان کا حسب نسب دریافت کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ میں شاہ جہاں آباد کے محلے مغل پورے میں رہتا ہوں میں بچہ تھا۔ آٹھ سال کی عمر تھی اس طرف سے ایک درویش صاحب گذرے انھوں نے میری طرف دیکھا، پھر معلوم نہیں کہاں گئے تو میری یہ حالت ہو گئی جس کو تم دیکھ رہے ہو۔ وہی درویش صاحب ایک بار پھر ادھر سے گذرے دیکھا ان کے ساتھ بہت سے لوگ ہیں تو مجھ پر مشغولی غالب ہو گئی۔ درویش نے کہا کہ اس فرقے میں بہت آرام سے

زندگی بسر کر رہا ہوں کوئی میرے حال سے واقف نہیں اس طرح
 خوب گزر رہی ہے۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو حضرت مولانا نے
 دریافت فرمایا کہ ایک درویش سے اس طرح ملاقات ہوئی تھی اور میں
 اس حالت میں دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک درویش
 اپنے دوستوں کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے وہ درویش صاحب
 باطن تھے۔ کسی دوکان پر کوئی درویش خلات شرع نظر آئے اور شیخ
 (مرشد) نے بہت اخلاق سے ان کو سلام کیا۔ درویش نے اپنے
 طور پر جواب دیدیا۔ ان کے دوستوں کو بہت شرم آئی کہ اس بدعق
 سے ہمارے مرشد اس اخلاق سے پیش آ رہے ہیں مرشد ان کے
 دل کے خطرے سے واقف ہو گئے کہا اس سرزمین کا قطب یہی
 اس لئے ضرورت ہے کہ اسی طرف سے ہم گزریں اور خاطر واری
 سے پیش آئیں کیونکہ حکومت انھیں کے ہاتھ میں ہے۔

خواجہ رحمت اللہ خاں اور میاں عبد القادر کا تذکرہ

صنوری میسر ہوئی۔ اور خواجہ رحمت اللہ خاں جو حضرت صاحب
 کے دوستوں میں ہیں وہ بھی موجود تھے۔ حضرت صاحب کے دوستوں
 کا ذکر ہونے لگا۔ فرمایا حضرت صاحب کے دوستوں میں میاں عبد القادر
 ایک صاحب تھے۔ ہمارے حضرت صاحب کمال کے اظہار کی وجہ
 سے ان پر اکثر غصہ ہو جایا کرتے تھے۔ ایک فقیر صاحب حضرت صاحب

کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے حسب معمول حاضر ہوتے اور اپنے
 کمالات کا اظہار کرنے لگے آخر کار یہاں تک کہدیا کہ میں توجہ کے
 شغل سے بہت واقف ہوں اور میری توجہ میں بڑی تاثیر ہے اگر
 نسبت کا ذوق ہے تو مجھ سے تربیت حاصل کر لو اور میں تمہارے
 لئے کبھی دریغ نہ کروں گا۔ چونکہ اخلاق حضرت کا شیوہ تھا اس لئے
 ان کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور اس نے توجہ دینا شروع کر دیا۔
 آپ کے دوستوں کو یہ بات بہت ناگوار تھی۔ یہ وہاں ہی ہوتا تھا۔ لیکن
 حضرت صاحب کی وجہ سے لوگ کچھ کہہ نہ سکتے تھے یہاں تک کہ اسی
 اسی طرح دو سال گزر گئے۔ اس بے وقوف کو خوش کرنے کے لئے
 حضرت صاحب اپنی عادت میں فرق نہ لائے ادب سے ان کے
 سامنے بیٹھے رہتے اور وہ فقیر صاحب انتہائی مسرت و فخر سے
 جگہ جگہ کہتے پھرتے کہ فلاں بزرگ مجھ سے توجہ لیتے ہیں اور اچھی
 گزار رہے ہیں۔ اتنے میں میاں عبدالقادر سفر سے واپس آئے اور
 حضرت صاحب کی خدمت میں کچھ روز رہے۔ جو لوگ اس
 بے وقوف کی حرکت سے ناخوش تھے انہوں نے سب قصص
 عبدالقادر صاحب سے کہہ دیا کہ یہاں ایک صاحب آتے ہیں اور
 حضرت کو توجہ دیا کرتے ہیں اسی میں دو سال گزر گئے ہیں حضرت
 صاحب بھی اس کے سامنے ادب سے بیٹھے رہتے ہیں اور ان توجہ
 دینے والے صاحب نے سب جگہ یہ مشہور کر دیا ہے۔ عبدالقادر صاحب

نے کہا ذرا مجھے ان کا پتہ بتاؤ۔ جب دوسرے دن حسب معمول وہ صاحب آئے، دوستوں نے چپکے سے میاں عبدالقادر سے کہا کہ یہی وہ صاحب ہیں۔ میاں عبدالقادر خالقہ گے دروازے میں کھڑے ہوئے تھے جیسے ہی آنکھوں نے اس کو دیکھا وہ صاحب اکرم گھوڑے سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔ میاں عبدالقادر صاحب چلے آئے اور حضرت صاحب کو خبر کی کہ جو صاحب توجہ دینے آیا کرتے تھے آج گھوڑے سے گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے ہیں۔ حضرت صاحب نے دریافت کیا آخر ان کو کیا ہو گیا، لوگ ان کو اٹھالائے۔ آخر معلوم ہوا کہ میاں عبدالقادر کا یہ سارا کرشمہ ہے۔ حضرت صاحب بہت ناراض ہوئے اس واقعے کے بعد ان فقیر صاحب کو بڑی شرمندگی ہوئی چپکے چلے گئے کچھ دن بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی حضرت صاحب نے فرمایا نہیں نہیں کوئی بات نہیں۔ آپ کی خدمت میں مجھے جو عقیدت تھی وہی ہے۔ اس کے بعد میاں عبدالقادر کا قصور بھی معاف ہو گیا مگر حضرت صاحب نے فرمایا کسی کی دل شکنی کیوں کی جائے۔ اگر میں تھوڑے دن اس طرح ان کے سامنے بیٹھ گیا تو اس میں کیا ہرج ہوا۔

حضرت صاحب کی توجہ اور نظر

میاں عبدالقادر کا قصبہ ستارے کی طرف جانا ہوا۔ وہاں ایک

ذکی ملا جس کے بہت سے چیلے تھے اور وہ صاحب تصرف مشہور تھا
 ایک بار اس کی جھونپڑی کے پاس گئے اور توجہ ڈالی اس کے سب
 نیلے مسلمان ہو گئے چند روز بعد چند جوگی اور اس فرقے کے لوگ
 نصرت کی مجلس میں آئے ان پر کیفیت طاری ہو گئی کچھ شور و
 قہقہہ مچا لوگ حیران تھے کہ آخر حضرت کی نظر توجہ کیا کام کر رہی ہے
 اور یہ کون لوگ ہیں معلوم ہوا کہ عبدالقادر کے دوستوں میں ہیں۔
 حضرت صاحب پھر ان سے ناراض ہو گئے کہ اس کی کیا ضرورت
 ہے کہ تم ہر ایک پر توجہ ڈالو اسی مقام پر حضرت کی توجہ ڈالنے کا بھی
 ذکر آگیا۔

فرمایا ایک روز کسی کی برات جا رہی تھی حضرت صاحب
 دریچے سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جیسے ہی برات پر نظر پڑی کیا
 انسان کیا جیواں (گھوڑے ہاتھی وغیرہ) سب بے ہوش ہو کر سکی
 کوچوں میں دوڑنے لگے اور وہ دیوانگی میں ناچتے پھرتے تھے کسی
 طرح حضرت شیخ (حضرت کلیم اللہ) کو اس کی خبر پہنچ گئی انھوں نے
 تحریر فرمایا کہ اب تم مریدوں کو آزاد کر دو۔

مشہور ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کے مریدوں کی تعداد
 شمار میں نہیں آسکتی۔ یہ خواجہ رحمت اللہ خواجہ زاہدوں میں ہیں یعنی
 حضرت بہاء الدین نقشبند کی اولاد سے ہیں اور خواجہ عبدالخالق سے
 نوسل رکھتے ہیں۔

خواجہ حمید اللہ مولانا کی خدمت میں کبھی کبھی آیا جا کر تے تھے
 ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ مدرسے میں ایک سیاہ سانپ نکلا سا
 پکڑنے کے لئے ہندوستان میں رسم ہے کہ سانپ والے تو شی بھالے
 ہیں جس کو پونگی بھی کہا جاتا ہے۔ عادت کے موافق انھوں نے اس
 بجایا۔ حضرت مولانا نے سانپ والے کو خانقاہ کے اندر بلا یا اس وقت
 موصوف خواجہ صاحب بھی موجود تھے پھر سانپ والے نے اپنی
 بانسری بجانا شروع کی یہ خواجہ صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے
 ہوئے اور ان کو حال آگیا، ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور رورہ
 تھے (بقول مولانا رحم) عشق آگ ہے جو نئے میں ڈال دی گئی
 ہے ان پر اسی کی تجلی تھی۔ چند روز کے بعد یہ مولانا کے مرید ہو گئے
 خدا کے فضل سے یہ مشغولی کرتے ہیں اور توحید کا بھی ان کو ذوق
 اس کا بھی ان کو مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ نوکری اور سپہ گری جو بدتر
 روزی ہے خاص کر اس صورت میں کہ کسی امیر یا رئیس کے یہاں
 بچارے ان حالات میں ہیں مگر آدمی سچے اور صاف گوہیں دل
 کسی قسم کی کپٹ نہیں رکھتے ہیں۔

حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ

حاضری کی دولت میسر ہوئی۔ حضرت صاحب قبلہ کا تذکرہ
 ارشاد فرمایا حضرت صاحب کے پاس اشرفی۔ روپیہ۔ اکھٹنی۔ چوڑی۔

جس کو ہندوستان میں پاولی اور ادھیلی کہتے ہیں۔ خادم کاغذ میں
باندھ کر رکھ دیا کرتے تھے جس کسی کو حضرت صاحب مفلس جانتے
اس کو اس کی قسمت کے موافق عنایت فرما دیتے دنیا داروں کو دیا کرتے
مگر بھیگ منگے فقیروں کو ایک پیسے سے زیادہ نہیں دیا کرتے تھے۔ اور
فرماتے کہ ان کو یہاں نہیں ملتا تو ادھر ادھر پھری لگا کے پھر آجاتے ہیں۔
اور جو بے چارے واقعی غریب ہیں جن کا یہ پیشہ نہیں ان کو جامہ
و دستار (کپڑوں وغیرہ) کے لئے سوال کرتے شرم آتی ہے وہ بچارے
فاقہ کرتے کرتے مر جاتے ہیں۔ دراصل وہی انسان اس کا زیادہ مستحق ہے
جو بظاہر خوش پوشاک ہے مگر غربت کی شرم سے سوال نہیں کر سکتا چنانچہ
حضرت مولانا فخر صاحب کا بھی قریب قریب یہی اصول تھا ایسے لوگ جو
ہیں تو شریف خاندان مگر قسمت سے مفلس ہیں ان کی اس طرح مدد فرماتے
کہ ان کو خبر بھی نہ ہوتی حالانکہ مولانا صاحب کے یہاں حضرت صاحب
کی طرح فتوحات نہیں ہیں۔ اس کے باوجود جو کچھ غیب سے آجاتا
ہے سب صرف ہو جاتا ہے بمقابلہ اس کے حضرت صاحب قبلہ کے
اخراجات امراء کے نذرانوں پر تھے۔ جوہلی کی خریداری شاوی غمی قسم
کے اخراجات اسی طرح اسٹڈ پورے کر دیتا تھا۔ یہاں یعنی حضرت
مولانا کے یہاں) نہ صرف روزانہ کی خوراک اور کپڑا مثلاً جتہ اور کلاہ
جو گھر میں استعمال فرماتے ہیں اور دوپٹہ (عمامہ) ڈوریے کا ہوتا ہے۔
اسی قسم کا کپڑا احباء مجلس کے لئے بھی منظور نظر رہتا ہے۔ اس کے سوا

فتوحات میں کپڑا ہو یا نقد اور چاہے تمغے ہوں سب کو فروخت کر کے
بٹے کو دیدیتے ہیں کیونکہ دوستوں کی روزانہ خوراک کا انتظام اسی
کے یہاں سے ہوتا ہے۔

اور مولانا کی مالیت دو ایک سفید کپڑوں، سفید ڈوپٹوں اور اسی طرح
کی دستار اور جُتے کے سوا۔ اور کچھ نہیں ہے۔ مگر کتابیں جن کو حضرت
صاحب بہت دوست رکھتے ہیں چاہے قرص ہی سے کیوں نہ ملیں ضرور
خرید لیتے ہیں۔ خدا کے فضل سے اب بہت بڑا کتب خانہ سرکار میں ہے
اور پوشاک صرف اسی قدر جو بیان کی گئی اتنی ہی ہے۔ پر تکلف لباس
کا مولانا کو شوق نہیں ہے پہلے جاڑوں میں دو شالہ استعمال کیا کرتے
تھے۔ اب مدت سے موقوف کر دیا مگر چھینٹ کا لبادہ یا چھینٹ کا انگرگ
یا رنگین انگرگھا پہنتے ہیں یا ابر شمی کھیس جو لاہور اور ملتان سے آتا ہے بہت
خوشی سے استعمال فرماتے ہیں حضرت کا پر تکلف لباس یہی ہے اور
مولانا کرائے کے مکان میں رہتے ہیں مالک مکان لاکھ چاہتے ہیں کہ
حضور بغیر کرائے کے رہیں مگر حضرت مولانا قبول نہیں کرتے حضرت
صاحب قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کے لئے ایسا مکان ہونا چاہیے
جس کے دو دروازے ہوں کہ کسی وقت اگر کوئی دنیا دار صاحب
ملنے آجائیں اور ان سے ملنے کو دل نہ چاہے تو فقیر باہر جا سکے اسی
لئے اگر دو دروازے نہ ہوں تو وقت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا کی بہنوں کی نسبت کا تذکرہ

قد مہوسی کی دولت بیسر ہوئی۔ فرمایا۔ جب ہماری بہنوں کی نسبت کا تذکرہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ مالدار سے نسبت کرنا چاہیے۔ یہی مناسب ہے مقابلس سے کیوں نسبت کی جائے کہ ہمیشہ اس کی زندگی کوفت میں گزرے۔

حضرت صاحب کے لباس اور پاؤں کی تکلیف کا ذکر

حضرت صاحب کے لباس کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ جمعہ کے دن نماز کے لئے۔ یا اگر کہیں جانا ہوتا تو جامہ اور دستار استعمال فرماتے۔ گویا ان کی صورت منصب داروں کی سی ہو جاتی اور گھر میں کلاہ اور کلاہ کے اوپر دوپٹہ (عمامہ) باندھتے۔ اور دستارچہ (چھوٹی پگڑی) کبھی استعمال نہ فرماتے اس کے سوا اسی موسم میں روئی دار انگر کھا، لبادہ اور روئی والی کلاہ اور ایک سلاتری استعمال کرتے جو تھان اور پاک پٹن سے آتی ہے اکثر اسی کو باندھا کرتے ہیں۔

جاڑوں میں حضرت مولانا کا مجلسی لباس پاجامہ اور انگر کھا ایک ابریشمی کھیس ہوتا اور موزے ضرور پہنتے۔

باوجود اس کے کہ حضرت کے پاؤں کی ایڑی کی کھال پھٹ جانے سے پاؤں اور پٹیم کا درد تکلیف دیتا ہے۔ اور اکثر پاؤں میں خشک

خارش ہو جاتی ہے۔ اس سے ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ بے تاب ہو جاتے ہیں۔ آخر چاقو کے دستے یا خاردار پتھر سے کھجلا تے ہیں اور کبھی جوڑے کے زینے کے پتھر سے اپنے پیروں کو کھجلا تے ہیں یا پتھر معتقد اور خاردار سوتے وقت آہستہ آہستہ پیر و پاؤں کے چمکے چمکے کھجلا دیتے ہیں۔ سلسلہ نظامیہ کی یہ سنت ہے کہ پاؤں میں کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور ہوتی چنانچہ حضرت صاحب کو بھی تھی۔ حضرت شیخ کلیم اللہ کو بھی اسی قسم کا مرہ تھا۔ حضرت شیخ بچھی مدنی شیخ کبیر کے پاؤں میں لنگ تھا اور زبان سے سنا گیا ہے کہ بہت چھوٹی چار پائی ان کے لئے بنائی گئی تھی اسی بیٹھ کر مدینہ منورہ کے حرم میں آسکتے تھے۔ اسی طرح حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے پاؤں میں بھی کسی طرح چوٹ آگئی تھی جس پر وہ لنگرہا کر چلتے تھے۔ جیسا کہ ملفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

اور حضرت مولانا فرماتے تھے کہ قوال حضرت امیر خسرو کا یہ

گاہ رہے تھے

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

من قبلہ راست کردم برکت کج کلاہے

حضرت مخدوم نصیر الدین کو حال آگیا۔ اسی حالت میں انھوں نے پاؤں کو اچھا لیا تو اس میں بہت چوٹ آگئی اور مولانا کی زبان سے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ایک دن گانا سن رہے تھے کہ پاؤں میں چوٹ آگئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک بار میں نے اپنے

نیار سے، اپنی خواہش سے ایک قدم آگے بڑھا دیا تھا اس سزا میں
بلانا زل ہوئی جس کو میں نے اپنے پاؤں پر ہی لے لیا کیونکہ جسم کا
ن اور حصہ مستعمل ہونہ سکتا تھا۔

محمد صادق خاں مرحوم شہید کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت بیسر ہوئی محمد صادق خاں شہید کا ذکر ہوا۔
انہوں نے بادشاہی حکم سے دربار پر مورچے بنائے تھے اور پہلی
ج انہیں کی سرکردگی میں کھٹی حضرت کو فکر ہو گئی اور فرمایا کہ انہوں نے
پیشہ سے اپنی وضع ایسی بنالی ہے کہ جس سے تمود و نسا کش ہو اور
میں سمجھتے کہ یہی تمود و نسا کش ایک دن موت تک پہنچا دیتی ہے۔ اور
ت کا لفظ جو ان کے حق میں پایا گیا اس سے فقیر مضطرب اور مایوس ہو گیا
زد و ہفتے کے بعد ان کے شہید ہونے کی خبر آ ہی گئی۔

بچوں کو سبق پڑھانے کا تذکرہ

دولت قدم بوسی بیستر ہوئی۔ فرمایا۔ آج مجھ کو کئی دست آگے
سے طبیعت مضحک ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اس شعر کا ذکر ہوا۔

می خواہم از خدا و نمنی خواہم از خدا

دیدن۔ جیب را و نہ دیدن رقیب را

لوگوں کو اس کا مطلب سمجھنے میں مشکل پیش آ رہی تھی کوئی صاحب

دل پسند مطلب بیان نہیں کر رہے تھے۔ حضرت مولانا نے فرمایا
اس کا یہ مطلب خیال میں آتا ہے کہ میں خدا سے حبیب کے دیکھے
اور رقیب کو نہ دیکھتے دونوں قسم کی تمنائیں رکھتا ہوں اور اس
سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنے لوگ بیٹھے تھے خوش ہو گئے۔

اس کے بعد دولہ کے فقہ کا سبق پڑھنے آئے اور پڑھنے
فرمایا میں سبق کے وقت دروازہ بند کر دیتا ہوں کیونکہ لوگوں کو
ہوتی ہے اور ان بچوں کو سب کے سامنے سبق پڑھتے ہوئے
آتی ہے اور ان کی طبیعت میں خلل واقع ہو جاتا ہے اس چکر
کریا چاہئے کہ حضرت مولانا کو ہر بات کا کتنا خیال ہے۔

حدیث شریف کا ذکر

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی۔ اور یہ ذکر ہوا کہ حدیث
شریف سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ پاخانے جاتے وقت کندھے
ایک کپڑا ضرور پڑا ہو۔ اس کے بعد اس کا ذکر ہوا کہ
پاخانے کا برتن علیحدہ ہونا چاہئے۔ اور وضو کے لئے
یہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استنجے کا برتن علاحدہ
اور وضو کا علاحدہ۔

کھانے کے وقت بیٹھنا

دولت مشاہدہ بیسرا ہوئی۔ حضرت مولانا کھانا کھا رہے تھے
 نے عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تھے فرمایا
 طرح میں بیٹھا ہوا ہوں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھانے
 لئے بیٹھا کرتے تھے۔ اس وقت مولانا ایک زانو بیٹھتے ہوئے تھے۔
 کے بعد ذکر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تراویح میں بہت صفائی
 چنانچہ مسواک کی قید حدیث سے پائی جاتی ہے۔ انسان سو کر
 یا جس وقت وضو کرے مسواک کر لیا کرے۔ آپ میں لطافت
 تھی چنانچہ آپ خوشبو بہت استعمال فرمایا کرتے تھے اور اس کی
 بد بھی فرماتے۔

میر محمد افضل کا ذکر اور نماز کے متعلق سوال

دولت مشاہدہ بیسرا ہوئی۔ محمد افضل نے سوال کیا اگر نماز
 م بطور سفر نماز کی نیت کی جائے اور قرأت یاد آئے تو دوسری
 نیت کرے یا نماز پڑھ لے۔ فرمایا نیت کا دل سے تعلق ہے یہ
 لوگاسے کی نیت کی یہ بھول سے تھی چار رکعت نماز پڑھ لے
 ت بدلنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ آج ایک جگہ
 اری دعوت تھی کھانے کے لئے گئے تھے، پیسے اس نے خرچ کئے

اور روٹی ہم تے کھائی مولانا روم کی شنیوی شریف کے اکثر اشعار
 عرصہ سے شاہ ظہور اللہ کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے انھوں نے
 دریافت کر کے صاف کر لیا۔ جب مولانا نے شاہ صاحب سے کہا کہ
 ہم مولوی محمد مکرم کے گھر جائیں گے اگر شنیوی ساتھ رہے تو بہتر
 چند مشکل اشعار جن کی یابت تم نے اکثر ذکر کیا ہے اگر دماغ نے
 دیا تو اس پر غور کریں گے۔ شاہ صاحب نے ایسا ہی کیا اتنے میں
 محمد افضل نے کچھ گزارش کیا مولانا نے جواب دیا اس پر انھوں
 عرض کیا کہ میرے دل میں بھی یہی تھا۔ فرمایا ہم بھی تمھاری ہی اتباع
 ہیں کیا مضائقہ یہاں سے مولانا کے اخلاق کا اندازہ کیا جاسکتا
 ہمارا کیا مقدور جو ہم سمجھیں مگر صرف اپنی سمجھ کے موافق
 اٹھا لیتے ہیں۔

مختلف امور کی بابت ارشاد

حنوری بیسر ہوئی ارشاد فرمایا۔ آج کل میں نے دوستوں کے
 ساتھ مشغولی موقوف کر دی ہے۔ ہم مذاق دوست بہت ہیں
 ہر ایک پر تھوڑی نشست میں شورش برپا ہو جاتی ہے
 میں ہمارے دوست بے تحاشا بہت کچھ کہہ جاتے ہیں اکثر اشعار
 ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو ایسی باتیں گوارا نہیں ہوتی اگرچہ ان
 سے بعض ہمارے دوستوں میں بھی داخل ہیں مگر کبھی بھی ان

تیں ناگوار ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ صوفی وقت کے لئے رعایت
 زعمی ہے اس سے افغانی لوگوں کی طرف اشارہ تھا جو چھائے
 ہا کرتے تھے اور ان کی بہت آمد و رفت تھی ان کی جماعتوں کی
 حالتیں حضور کے طریق میں داخل ہو چکی ہیں۔

اس کے بعد خلوت میں اس فقیر سے امیروں کا ذکر آیا ارشاد
 فرمایا کہ ہم ان کے مزاج سے خوب واقف ہیں جس زمانے میں
 ہم دنیا دار تھے۔ بہت سے رشتہ دار حضرات ملاقات کے لئے
 آتے تھے ان میں اچھے بُرے سبھی طرح کے لوگ ہوتے تھے یہ لوگ
 خفیت مندی کا اظہار کرتے مگر ہم پر ان کا فریب ظاہر ہو جاتا
 رچید یہ ہمارے ساتھ سلوک کرتے اور مختلف طریقوں سے ملتے
 مگر ہم خوب پہچان لیتے ان میں سے ایک کا نام بھی لیا۔

اس وقت فقیر کا کچھ عرض کرنا مشکل تھا۔ تاہم خادم نے
 رض کیا پھر اس کی کیا تدبیر کی جائے فرمایا کہ یہ ہم کشف سے
 ہیں کہہ رہے ہیں صرف عقلی طور پر ہم سے کہہ رہے ہیں۔ خادم
 نے عرض کیا کہ اچھے بُرے اعتقاد کے کیا سبھی آپ سے وابستہ ہیں
 لہذا آپ جناب اپنے آپ کو ہر طرح جانتے ہیں لیکن جزوی اور
 کلی امور کی مالکیت سب آپ ہی کے لئے ہے۔ اس کے بعد اسی کی
 تکرار رہی بالآخر میرے حق میں جو کچھ بہتر تھا وہ ارشاد فرمایا اور
 ضروری کہا کہ عقل کے لحاظ سے۔ اس قسم کی اصلاح کی ضرورت

ہے میں نے عرض کیا یہی بہتر ہے۔ اتنے میں کوئی ملیدے کا طلب
 لے کر آیا۔ ارشاد فرمایا اس کو لے جاؤ اور نظامی کو دے دو۔
 نظام الدین حسین عرف نظامی اس فقیر کا پسر اوسط (تھوڑا
 بچہ ہے) اس کی پیدائش کے دن سے حضرت مولانا کی اس پر خاص
 توجہ اور عنایت ہے بلکہ میں نے اس لڑکے کے متعلق حضرت
 مولانا سے بہت سی بشارتیں سنی ہیں۔ زبان مبارک سے یہ بھی
 فرمایا کہ ابھی تو بچہ نو سال کا ہے۔ الصبئی صبیئی وان کا
 نبیاً رجبہ بچہ ہے چاہے نبی کیوں نہ ہو) آنجناب کو اس بچے کی
 بہت پسند تھی، چونکہ مولانا اس بچے کو بہت چاہتے ہیں اس
 فقیر بھی اس بچے کی دلداری کا خیال رکھتا ہے۔ حضرت مولانا
 نے فرمایا کہ میں اس بچے سے تمہاری وجہ سے محبت نہیں
 ہوں بلکہ بطور خاص اس پر میری شفقت ہے اور تمہارے دو
 بچوں پر تمہاری وجہ سے کرم ہے۔

حضرت صاحب کے ملفوظ کی عبارت کا تذکرہ

قدم بوسی میسر ہوئی۔ جناب حضرت صاحب قبلہ کا ذکر آیا۔
 ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب قبلہ کو۔ قبل اس کے
 مرشد کے مرید ہوں یا کسی مشغولی میں مشغول ہوں۔ کیمیا سہمیاء
 زمین طے کرنے کے عملوں وغیرہ کا بہت شوق تھا اس کے

رہا کہ حسن المشائیل رجب حضرت صاحب قبلہ کا ملفوظ ہے) اس میں
 ماہ ہوا ہے کہ مشغولی کے زمانے میں حضرت صاحب جنگل میں رہا
 تھے، ایک آدمی آیا اس نے قبر کھودی۔ مردے کو باہر نکالا اور
 پڑھا اور خود اس قبر میں گر پڑا اور مردہ چل دیا۔ حضرت صاحب قبلہ
 نے جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اس کا حال پوچھا
 س نے کہا میں روح منتقل کرنے کا عمل جانتا ہوں۔ جب میرا جسم
 پرانا ہو جاتا ہے تو دوسرا جسم لے لیتا ہوں۔ حضرت صاحب نے اس
 کو چھوڑ دیا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ کو شوق ہے تو میں بتلانے کو حاضر ہوں
 فرمایا فقیر کو اس کی ضرورت نہیں۔ لے

لہ کتاب معدن الجواہر میں ہے کہ اس شخص نے کہا جب یہ جسم پڑھا ہو جاتا ہے تو بدل
 لیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہ تو نفس پرستی ہوتی۔ کب تک اس میں پڑے رہو
 ہم تو چاہتے ہیں کہ جسم فنا ہو جائے اور تم نفسانی لذتوں کے لئے اپنا جسم بدلنے رہتے ہو
 تب اس نے کہا مجھے آپ سے اعتقاد پیدا ہو گیا ہے مجھے کچھ تعلیم فرمائیے حضرت صاحب
 نے فرمایا تم ان سب عملوں سے توبہ کرو تب بتاؤں گا آخر وہ شخص مرید ہو گیا اور حسب
 ہدایت حضرت صاحب کے پاس آتا جاتا رہا۔ ایک دن بطور امتحان حضرت نے اس
 سے پوچھا کہ اب بھی روح کی منتقلی کا خیال آتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا اب تو
 یہی تمنا ہے کہ یہ جسم فنا ہو جائے اور حجاب دور ہو جائیں تب حضرت صاحب نے
 اس کو نظر بھرا کر دیکھا اور کامل بنلویا۔ (ورد کا کوروی)

مولانا فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ کو یہ عمل معلوم تھا۔ اتنے میں جاننے
 محمد ارشد نے عرض کیا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے حضرت
 صاحب مرید خلیفہ ہوئے یہ تو معلوم ہے مگر یہ بتلاتے ہیں کہ ان سے پہلے
 کسی بزرگ سے حضرت صاحب کو عقیدت تھی یا نہیں۔ حضرت مولانا
 فرمایا کہ صرف حضرت شیخ کلیم اللہ ہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
 اس سے پہلے جن چیزوں کا شوق تھا ان کا پہلے تذکرہ کر چکا ہوں جا
 ارشد نے عرض کیا کہ حضرت صاحب کے کمالات کی وجہ سے حضرت
 شیخ کلیم اللہ کی شہرت ہوئی ورنہ شہر میں ان کا ایسا کوئی معتقد تھا
 مرزا اخیر اللہ نامی ایک صاحب شہر میں تھے جو علم رضایں اپنے
 نظیر نہ رکھتے تھے اکثر کہتے کہ میں حضرت شیخ کلیم اللہ کی خدمت میں
 استفادے کے لئے جاتا ہوں مگر مجھ پر کوئی اثر ظاہر ہی نہیں ہوتا۔
 حضرت مولانا فرماتے تھے۔ حضرت شیخ صاحب نے حضرت صاحب قبلہ
 کو صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ اللہ نے تم کو جس دن سے قبولیت عطا
 کی ہے اس دن سے میں اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہوں جس کی تربیت
 کی ضرورت سمجھوں گا تمہارے پاس بھیجا کروں۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ نے حضرت صاحب کو ایک رقعے
 میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ مدت سے میرے دوستوں کو کشتود نہیں ہو رہا
 تھا۔ دکن سے تمہارے ایک مرید نے آکر نعرہ مارا اگر تم فیض جاتا رہا۔
 (کشتود ہو گیا) اللہ تم کو اچھا رکھے اور حضرت صاحب کے ذکر میں اس سے

پہلے یہ بھی فرمایا کہ حضرت صاحب نے لوگوں کے ہجوم سے تنگ آکر حضرت شیخ کو اطلاع دی تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا اب تم سے دنیا خود تنگ نظر آرہی ہے تمہاری خلوت کی جو جگہ ہوگی تمہارے سب دوست اس کو اپنے لئے مخصوص کر لیں گے۔ یہاں والے بھی وہیں آجائیں گے۔ اس وجہ سے اب تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ عقد کر لو تاکہ وہ وقت آجائے جس کا انتظار ہے یہ بھی ارشاد فرمایا حضرت شیخ صاحب نے میرے پیدا ہونے پر حضرت صاحب کو جو رقعہ لکھا تھا وہ میرے پاس اب تک موجود ہے جس میں انہوں نے میرے متعلق بہت سی بشارتیں دی ہیں اور ایسے الفاظ تحریر فرمائے ہیں جن سے میرے مرتبے کی بلندی ظاہر ہوتی ہے ان کے الفاظ کی صداقت کی برکت سے اللہ نے مجھ پر رحم فرمایا۔

ہرادر خور و میاں معین الدین کا تذکرہ

حضور یسیر ہوئی۔ دکن اور چھوٹے بھائیوں کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا میرے بھائی بہت سادہ دل تھے۔ تماشوں میں مشغول رہتے اور اسی کا شوق رکھتے اور مجھ کو لفظ ملا سے پکارا کرتے تھے۔ کیونکہ میں تماشوں وغیرہ میں بہت کم جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کی برکت سے مجھ کو اور لفظ مولوی سے مشہور فرمادیا۔ چھوٹے بھائی میاں غلام معین الدین کا ذکر ہوا، فقیر نے عرض کیا وہ جناب کے

مرید ہیں فرمایا ہاں یہ اور میاں غلام کلیم افتد جواب تک زندہ ہیں وہ بھی میرے ہی مرید ہیں اور ہمیشہ صاحبہ نے بھی مجھ سے مرید ہونے کا وعدہ کیا ہے اور ان کو اب تک اس کی تمنا ہے۔ مولانا اپنی ہمیشہ کو آپا کہا کرتے ہیں۔ حضرت مولانا کو ان سے بہت محبت ہے اور ہمیشہ بھی اپنے بھائی سے محبت و شفقت فرماتی ہیں اور ان کے ساتھ بڑی زیارتوں کو جانے کا قصد ہے اکثر مولانا اس وعدے کو یاد فرمایا کرتے ہیں۔ اور خواجہ بزرگ کی زیارت کے متعلق بھی ہر سال اسی قسم کا تذکرہ فرماتے رہتے ہیں اور دل سے اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مگر ہم غریبوں کے حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ ارادہ اب تک عملی جامہ پہن نہ سکا۔

حضرت مولانا کے ذاتی اخراجات کا تذکرہ

مشاہدے کی دولت میسر ہوئی۔ آہستہ فقیر سے فرمایا ایک جگہ سے پچاس آگے تھے۔ بس تو بننے کو دیدے اور میں روپے ستھ کو اور اور پانچ روپے قرض داروں کو دیدے اس کے بعد فرمایا اس طرف جو کچھ آیا میں نے قرض داروں کو دیدیا کیونکہ قرضہ بہت ہو گیا تھا یکجائی طور پر ادا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے بعد میر بیح الدین سے گانا حرام ہونے کے متعلق حضرت امام اعظم کا یہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مجلس میں موجود تھے اور وہاں گانا شروع ہو گیا۔ حضرت

امام عظیمؑ بیٹھے رہے اس کے بعد لوگوں نے اس کی بابت دریافت فرمایا تو ارشاد ہوا۔ ابتلیت فصیرت یعنی مبتلا ہو گیا تو صبر کیا۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی پوچھے حرام پر صبر کس طرح کیا جاتا ہے تو تم جواب دینا کہ امام صاحب اس زمانے میں مجتہد نہیں ہوئے تھے دوسرے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر مجتہد بھی تھے تو منع کرنے کی قوت نہ رکھتے تھے۔ مگر یہ سب ظنی حوالے ہیں اور گمان پر یقین کا حکم لگانا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اتنے میں بادشاہ کے

سے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ہارخ النبوت میں لکھا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جس کا نام عمر تھا۔ یہ رات میں اٹھتا اور گایا کرتا اور امام اعظمؒ صاحب اس کا گانا سننے کی طرف کان لگاتے رہتے۔ ایک رات گانے کی آواز نہیں آئی تو امام صاحب کو بہت فکر ہوئی صبح اس کے گھر والوں سے پوچھا معلوم ہوا کہ وہ قید ہو گیا ہے یہ سننے ہی آپ نے نماز باندھا اور حاکم وقت کے پاس گئے اور پڑوسی کی سفارش کی۔ حاکم وقت نے پوچھا اس کا نام کیسا ہے آپ نے فرمایا عمر۔ حاکم وقت پر جناب امام صاحب کی سفارش کا اتنا اثر ہوا کہ عمر نام کے جتنے قیدی تھے سب چھوڑ دئے گئے۔ یہ عمر بھی چھوٹ گیا اور گھر پہنچ گیا۔ جب وہ گھر آ گیا تو حضرت امام صاحب نے اس سے کہا کہ تم ہر رات جو کام کیا کرتے تھے اسی میں مشغول رہو۔ اس عمل سے امام اعظم صاحب کا گانا سننا ثابت ہے (کتاب عقائد العزیزہ صفحہ ۱۲۲) اس کے

یہاں سے کوئی پھول اور شیرینی لایا۔ چاہتا تھا کہ انعام دیں مگر حضرت نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ آخر لانے والے نے اصرار کیا تو دو پیسے اس کو دیدیے اور رخصت کر دیا۔

پھر یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت کلیم اللہ کے پاس کوئی کھانا لایا اور انعام مانگا۔ اٹھوں نے فرمایا کھانا واپس لے جاؤ اور کہہ دینا کہ مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے اس نے لاکھ اصرار کیا مگر آپ نے نہیں لیا آخر اس نے اپنے مالک کو خبر کی اس نے معافی چاہی حضرت شیخ کلیم اللہ نے فرمایا کیوں تم نے ایسے جاہل مزاج انسان کے ذریعہ بھیجا۔

(بقیہ فٹ نوٹ ص ۱۴۱ بسلسلہ صفحہ گذشتہ)

علاوہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں یہ بھی لکھا ہے کہ سماع حرام ہونے کی بابت کوئی نص صریح یا صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں وہ موضوع یا مطعون یا ضعیف ہیں (کتاب روض الانوار صفحہ ۴۳۸) حضرت شاہ عزیز اللہ صنفی پوری کی کتاب عقائد الصوفیہ میں ہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دین پر گانا سننے کو حرام کہے اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فعل سے انکار کیا۔ صفحہ ۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ جس گانے کی بابت حکم ہے کہ وہ نفاق آگاتا ہے وہ وہی گانا ہے جس کا شہوت، فسق، فجور یعنی گناہوں سے تعلق ہو اور ایسے گانوں کو حضرات صوفیہ کے گانے (سماع) سے کیا تعلق تفصیل کے لئے علامہ جوہر شاہ صاحب کی کتاب اسلام اور موسیقی دیکھئے اور مختصر بیان دیکھنا ہو تو ہماری کتاب سماع کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔ (درود کا کوڑوی)

میاں عبداللہ اور شمس الدین کا تذکرہ

قدیم بوسی کی دولت میسر ہوئی میاں عبداللہ کا ذکر آیا کہ میں عبداللہ
 جو بات کہتا ہوں وہ اس کا خیال رکھتے ہیں شمس الدین بھی بات سننے
 یا جو کچھ کہتا ہوں یاد رکھتے ہیں اور اگر ان سے کام پورا نہ ہوا تو کم سے
 کم کوشش تو کرتے ہیں۔ میر شمس الدین قصبہ لوئی کے ہیں اور درویشوں
 کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور قصبہ ڈاسنہ کے مشائخوں کے
 مریدی رشتہ دار ہیں شاہ کمال جو قصبہ ڈاسنہ کے بزرگوں میں سے تھے
 ان سے قریب کی قرابت رکھتے تھے اور کسب و شغل بھی انھوں نے ان سے
 حاصل کیا تھا انھوں نے اسی حالت میں زندگی گزار دی اتفاق سے
 حضرت مولانا کی خدمت میں بھی آنے جانے لگے۔ خواجہ بزرگ آستانے
 پر بھی مدتوں رہے اور خواجہ خواجگان کے اشارے پر انھوں نے مولانا
 کا توسل اختیار کیا اور باطنی نسبت سے فیض یاب ہوئے اور بیعت کی
 اجازت بھی حاصل کر لی ان پر مولانا کی بہت عنایت تھی۔ ان کو اللہ نے
 ایسا اثر دیا تھا کہ قرب و جوار کے لوگ خصوصاً منجھور قصبہ کے اطراف
 کے لوگ ان کے مرید ہو گئے۔ وہاں کے حاکم اور رئیس بھی خادم
 ہو گئے۔

حضرت مولانا کے ارشاد کے بموجب اس علاقے میں بھی یہ چند
 روز رہے اور یہاں بھی حاضری دیتے رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ خواجگان

کے یہاں بھی ان کے لئے ایک حجرہ مقرر ہے۔ ان کے دوست اگر دنیا دار ہیں مگر ان کی قیاض طبیعت کی وجہ سے اکثر لوگ صاحب ہو گئے۔ ان کی معاش بہت نہیں ہے۔ ضرورت کے موافق گزر بسر ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ فتوحات ہوتی ہیں وہ مولانا کی خدمت پیش کر دیتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو بھی کچھ دیدیا کرتے ہیں بہت خلیق اور نیک ہیں۔

حدیث شریف کے درس کا تذکرہ

حاضر کی دولت میسر ہوئی، مولانا حدیث پڑھا رہے تھے اتنے میں اس مسئلے کا تذکرہ آیا کہ بعض عورتیں آپس میں نفسانی لذت لینے کے لئے برا کام کیا کرتی ہیں شرع شریف میں اس کا کیا حکم۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی حد (سزا) کتاب و فایں دیکھی گئی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ لواطت کی حد؟ (اعلام کی سزا) فرمایا یہی حرق (جلانا) ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ شیعہ لوگوں کا اعتراض ہے۔ میں نے ان کی کتابوں میں دیکھا ہے اور ان کے یہاں کے مجتہد نام بھی لیا، یہ بھی فرمایا کہ اس مجتہد نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کے زمانے میں ایسا واقعہ پیش آیا تھا حالانکہ کتاب میں حرق لفظ نہیں آیا ہے۔ ابن تیمیہ نے جواب دیا ہے کہ حضرت علی کے وجہ کے زمانے میں ایک شخص جلایا گیا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ متعصب عالم۔ مرتبوں کا ذرا بھی
 نظر نہیں رکھتے۔ چنانچہ اس معاملے میں ایک شخص نے بے تحاشا
 حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف ایک واقعے کو منسوب کر دیا پھر ان کے
 قافلے میں حضرت علیؓ کا بھی نام لے لیا۔ تہذیب اور ترقی میں جو
 حدیث کی عمدہ کتابیں ہیں اس واقعے کی تفصیل اس طرح لکھی
 ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں کسی نے ایک لڑکے سے نکاح
 لیا تھا۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو پیرانہ
 لکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جو شرعی
 نرا مقررہ کی جاتی پس سب صحابی جمع ہوئے اور مشورے سے یہ
 یہ طے پایا کہ جس نے ایسا کیا ہے اس کو جلا دیں۔ اس کو جلا دیا گیا۔
 اس کے بعد حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں ایسا ہی واقعہ
 پیش آیا تو حضرت علیؓ نے اس کی وہی مترادفی جو خلیفہ اول کے وقت
 میں دی گئی تھی۔ جو کوئی مرد سے نکاح کرے اس کے لئے دونوں
 مخلصوں میں جلا دینے کی سزا عمل میں آئی ہے۔

حضور کا نقش قدم

اس کے بعد حدیث شریف کا ذکر آیا کہ حضرت علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے کسی ضرورت سے پتھر پر پتھر مارا نقش پر گیا۔ اس
 سلسلے میں مولانا نے فرمایا کہ اس طرح مستحزنے کا ثبوت مل گیا۔ یعنی

اسی طرح پتھر پر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قدم کا نشان بھی پڑ گیا ہوگا) حضور صلوٰۃ اللہ علیہ کے نقش قدم کے پتھر اکثر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اگر نلا لوگ اس کی صحت میں حجت کریں تو اس حدیث سے اس کو دلیل کر لینا چاہئے۔ (حضور کے نقش قدم کے متعلق حاشیے میں تفصیل ملاحظہ ہو)۔ ۱۰

۱۱ شفاء قاضی عیاض مطبوعہ استنبول میں ہے کہ شہاب خفاجی نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بعض وقت جب ننگے پاؤں چلتے تھے تو پتھر آپ کے قدم مبارک کے نیچے نرم ہو جاتے تھے اور ان پر قدم کا نشان پڑ جاتا تھا چنانچہ وہ پتھر جہاں جہاں تبرکاً محفوظ چلے آتے ہیں اب بھی موجود ہیں۔ بیت المقدس اور مصر میں متعدد جگہ پائے جاتے ہیں۔ سلطان قایتبائی نے بیس ہزار دینار سے ایسا ایک پتھر خرید رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ میری قبر کے پاس اسے نصب کیا جائے چنانچہ وہ اب تک وہاں موجود ہے (کتاب حجۃ اللہ العالمین صفحہ ۲۵۲)۔ و کتاب بے مثل بشر صفحہ ۱۳۸) اسی سلسلے میں یہ بھی بیان کر دینا بہتر ہے کہ بعض مقامات پر حضور کے بال مبارک ہیں ان کی زیارت ہوتی ہے (جو ان کے باپ دادا یا ان کے بزرگوں سے ان کو پہنچے ہیں) بال مبارک کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ صرف دو لکھتا ہوں۔ ابن سیرین نے محمد ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں نے عبیدہؓ سے کہا کہ مجھے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کچھ بال ہیں جو ہم کو انس رضی اللہ عنہ سے ملے ہیں

حضرت صاحب قبلہ سے مرید ہونے کا تذکرہ

قدم پوسی کی دولت ملی فقیر نے عرض کیا کہ حضرت صاحب قبلہ سے
 لمر ہیں آپ کو بیعت کرنے کا اتفاق ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ بچپن میں ایک
 حضرت صاحب نے بی جی صاحبہ سے کہا کہ فخر الدین کو بلاؤ۔ میں
 لیا اور مجھے حضرت نے مرید کر لیا۔ لیکن اس وقت حضرت صاحب
 پ جدلی کیفیت تھی اس کے بعد فقیر نے سوال کیا کہ حضرت صاحب
 سے آپ کو جو نسبت تھی اور ہے۔ حضرت صاحب کے دوستوں
 سے کوئی اس سے واقف نہ تھا۔ کہ بی جی صاحبہ کو صرف خیر تھی کہ

یہ فٹ نوٹ سلسلہ ۱۲۷

بائیس۔ یہ سن کر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بال کا میرے پاس ہونا محکوم دنیا
 فیہا سے زیادہ تر پسند ہے۔ کتاب بیہقی کی عبارت یہ ہے کہ خالد بن ولید کی ٹوپی
 جو وہ ہر وقت اپنی دستار کے نیچے رکھتے تھے رسول اللہ کے بال مبارک سے
 تھے۔ ان (بالوں کی) برکت سے وہ جس لڑائی میں جاتے اور وہ ٹوپی ان کے سر پر ہوتی
 زبرد ہی فتح پاتے (کتاب بے مثل بشر صفحہ ۳۲)۔ اس کتاب میں حضور کے بال مبارک
 میرہ کے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں۔ صحابہ حضور کے عاشق تھے اور آپ جانتے
 تے کہ میرے بعد یہ میری صورت کو ترس جائیں گے۔ جس سے ان کو بہت بے چینی ہوگی،
 لئے آپ نے اپنے بال تقسیم فرما دیئے (علم و عمل موعظ مولانا اشرف علی)۔ درد کا کوروی)

حضرت صاحب آپ کو بہت چاہتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا تم مجھ کو نو
 راہ میں جیسا جانتے ہو ویسا مجھ سے کوئی واقف نہیں ہے۔ مگر دوسرے
 وضع سے مجھ کو لوگ دنیا داری اور سپہ گری کے رنگ میں دیکھ چکے
 کہ اچھا سپاہی ہے اور اس نے بہت سے قلعے فتح کئے ہیں ورنہ
 اور شمشیر زنی سے دوسری ایک آدمی واقف ہوں گے۔ اس سلسلے
 ترک تازہ خاں کے بیٹے خواجہ احمد خاں قوی جنگ کا تذکرہ فرمایا کہ
 اس وقت ہمارے بڑے دوست تھے اور ہر قسم کی طوائف سے ان کو
 تھا۔ چنانچہ ان کی خاطر سے میں ایک دن جنگی خانے میں شریک
 اور ان کی معشوقہ کہیں سے اٹھ کر چند قدم پیادہ پا ان کے ہمراہ جا
 تھی اور جب ہم اور یہ ایک ہی جگہ آٹھتے بیٹھتے تھے تو ہم کو ان دو
 عاشق و معشوق کی نشست و برخاست بہت اچھی معلوم ہوتی
 خاص کر جب یہ دونوں نشے میں چور ہوتے تھے یا ان کی معشوقہ ان
 ناز اور غمزے کرتی تھی تو میں اس سے لطف لیتا۔

ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ یہ مرید ہونے کے لئے میرے
 سر ہو گئے لاکھ منع کیا مگر انھوں نے نہ مانا اور وہ یارانہ سلوک موقوف
 کر دیا تو شروع ملاقات میں جو لطف آتا تھا وہ جاتا رہا۔ ترک تازہ خاں
 بیٹے قوی جنگ نواب آصف جاہ کے عمدہ سرداروں میں تھے۔ اب
 احمد نگر میں امیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی درخواستیں انتہائی عمدہ
 سے اب بھی مولانا کی خدمت میں آتی رہتی ہیں اور مولانا ان کو خصوصاً

اد کیا کرتے ہیں۔

حافظ محمد ارشد کا تذکرہ

دولت مشاہدہ بیسر ہوئی۔ حافظ محمد ارشد کی طرف متوجہ ہو کر یا۔ ہم نے رات کو مولانا روم کے دو مصرعوں پر تقریر کی۔ ملا جامی بھی تقریر کی ہے۔ مگر کس قدر صاف ہے میاں ارشد نے عرض کیا ملا جامی نے مثنوی کی شرح کی تو ہے۔ فرمایا ہاں مثنوی کے بعض اشعار کی شرح کی ہے مگر کتنی واضح شرح فرمائی ہے۔ اس طرح کوئی سراسر شرح نہیں کر سکتا۔

ایک مستفید شخص کا ذکر

رات میں قدم بوسی کی دولت بیسر ہوئی۔ فقیر نے آہستہ سے عرض کیا کہ فلاں شخص عرصہ سے آپ کے دامن سے وابستہ ہے اور نبوی امر کا خواہشمند ہے اور جناب سے ان کا جو توسل ہے وہ مشہور ہے۔ پھر تو ان پر نظر عنایت ہوئی چاہئے۔ فرمایا کہ ہم کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ فلاں شخص ہمارا متوسل ہے۔ پھر بھی خدا کرے کہ کسی کا نام ہو جائے مگر استغفر اللہ مجھے خدا کے کارخانے میں کوئی دخل نہیں ہے حق سبحانہ تعالیٰ کو منظور ہو گا تو کام ہو جائیگا۔

حضرت مولانا کے ارشادات کا تذکرہ (مرضیٰ)

حضوری کی دولت بیسر ہوئی۔ ارشاد فرمایا کہ اس وقت گرمی معلوم ہو رہی ہے یہ فرما کر کپڑے اتار ڈالے چند خادم بچے حاضر اور یہ ناچیز معنی کے لحاظ سے بچہ اور ظاہری لحاظ سے جوان تھاپے تکلفانہ نشست تھی گرمی کی وجہ سے فرمایا کہ میں سے نارنگی لے لو کھائی جائے، پھر فرمایا اچھا بازار سے جلد لے آؤ، آج بھیجا ہی جا رہا تھا کہ حافظ محمد ماہ پانچ سترے لے کر آئے جو ان کی بہترین قسم ہے۔ مولانا نے فرمایا سبحان اللہ۔ خدا کالا کھوں کہ بار شکر ہے۔ ہم جیسے آزاد لوگوں کے ساتھ خدا ایسا سلوک کرتا ہے یہ الفاظ کچھ اس طرح فرماتے کہ میرا جسم کانپا اٹھا اور حضرت کا رنگ بھی متغیر ہو گیا۔ اور یہ واقعہ بہت سے معنی رکھتا ہے جس کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی

پھر فرمایا ہم اللہ کی مرضی کے تابع اور شاکر ہیں۔ کسی مرید یا کسی طالب کے لئے پارگاہ الہی میں خلاف کی طرح عرض کروں جو کچھ ہوتا ہے خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے یہ حافظ محمد پناہ ایک صاحب ہیں جو پنجاب کے کسی قصبے کے دوکاندار می کرتے ہیں اور مولانا کے معتقد ہونے سے پہلے شیخ تھے خدا کے فضل سے اب سنی ہو گئے ہیں۔ اور مولانا کے مرید ہیں۔

اور ان سے بہت محبت رکھتے ہیں اور ان کا یہ قاعدہ ہے کہ حضرت مولانا کی خدمت میں کبھی خالی ہاتھ نہیں آتے نذر کے لئے میوہ یا شیر ضرور لاتے ہیں جب حضرت مولانا آستانہ محبوب الہی یا حضرت صاحب کی زیارت کو جاتے ہیں یہ صاحب معمول کے موافق اپنے وقت پر جو صبح کی نماز کا وقت ہوتا ہے پہنچ جاتے ہیں ملاقات کے لئے۔ یہ چوہن مقرر کرتے ہیں ان میں فرق نہیں آتا بلکہ اکثر حضوری میں آکر نماز پڑھا کرتے ہیں اور رمضان شریف میں مولانا تراویح کے سوا ہجرت میں بھی قرآن شریف سنتے ہیں۔ اور حدیث شریف سے یہی دو صورتیں معارف بھی ہوتی ہیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ انھیں حافظ محمد پناہ نے — ہجرت میں قرآن شریف سنایا ہے اور مولانا نے سنا ہے ورنہ یہ دولت میر بدیع الدین کو ملا کرتی ہے اور ایک مرتبہ ابتدائی دور میں فقیر سے بھی یہی ارشاد فرمایا گیا۔ چنانچہ حسب ارشاد شروع کے دس پارے ہیں حضرت محبوب الہی کی درگاہ کی مسجد میں سنائے تھے۔

ایک روز حضرت مولانا خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے کہ راستے میں حافظ چوہنے ولایتی انار مولانا کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے فرمایا۔ اب یہ تنہائی میں آکر مجھ سے ملیں گے۔ چنانچہ آئے بلے اور کامیاب ہو گئے۔ چند روز کے بعد مولانا نے فرمایا ایک انار دے کر اچھا شغل وہ ہم سے لے گئے۔ لوگ تمنا کرتے

ہیں اور میں نہیں بتاتا مگر ان کے نصیب میں تھا لے گئے۔ ہم سے ان سے وعدہ لے لیا اور جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اس کے بعد فرمایا ہم ایسی باتوں میں کچھ دخل نہیں ہے۔ خدا جو چاہتا ہے ہوتا ہے، بندوں کو کچھ قدرت نہیں۔ اکثر لوگوں کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن موقع اگر کچھ نہ دے سکا تو دوسری جگہ اس سے زیادہ ضروری میں خرچ ہو جاتا ہے۔

خیر و شرک کے بیان میں

دولت مشاہدہ میسر ہوئی فقیر کا ابتدائی زمانہ تھا ان دنوں مشغولی بھی کرتا تھا۔ اور کچھ مجھ پر کھل بھی گیا تھا۔ مولانا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا انسان کو چاہئے کہ بھلائی برائی جو کچھ پیش آئے سب کو خاکی طرف سے سمجھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو تمام مومنوں کا عقیدہ ہے کچھ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ فرمایا ہے تو یہی۔ مگر اس خیال ہر وقت پیش نظر رکھنا بہت مشکل ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین کا ذکر

دولت قدم یوسی میسر ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین کا تذکرہ آگیا۔ فرمایا۔ یہ عجیب غریب نواز ہیں اس سلسلے میں حضرت شاہ نظام الدین ناری نولی قدس سرہ کا تذکرہ آیا اور شاد فرمایا کہ وہ عجیب با استقلال بزرگ

فیہ چنانچہ بارہ سال تک حضرت قطب الاقطاب کے آستانے پر رہے
 پھر کشتہ کار نہ ہوا مگر ذرا بھی شاکی نہیں ہوئے۔ ایک دن حضرت سلطان
 المشائخ قدس سرہ کے عرس میں آئے اور درگاہ کا جلوس دیکھا۔ بہت
 دُش ہوئے اور کہا خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پیروں کے آستانے پر
 ایسا جلوس ہے، اتنے لوگ آتے ہیں جیسے ہی یہ خطرہ دل میں آیا۔
 حضرت خواجہ قطب الدین کی روح مبارک حاضر ہوئی اور ہر رات۔
 جس چیز کی التجا کیا کرتے تھے وہ چیز عنایت ہو جایا کرتی تھی۔ اس طرح
 تقصود حاصل ہو گیا۔ ع شاہاں چہ عجب گربنوا تندرگدارا۔ سارا کام
 عنایت پر ہے اور کچھ نہیں۔ یہاں سے معاوم ہوا کہ از کار و اشغال
 سے بھی بڑھ کر محبت ہے اور یہ بزرگ نائب رسول اللہ میں جو رحمة اللہ علیہ
 ہیں جیسے ہی وقت آجاتا ہے بلک مارنے میں مدعا مل جاتا ہے۔ ع
 باکیجاں کار ہاد شوار نسبت۔ فقیر کے اعتقاد میں بزرگوں کے آستانے
 پر خدمت اور حاضر باشی بڑی چیز ہے بڑی دولت ہے جو بیان میں
 نہیں آسکتی۔ خصوصاً آستانہ عالیہ خواجہ قطب الاقطاب جو بدینہ مشورہ
 کا نمونہ ہے بلحاظ استعداد یہاں سے غریب تواری ہوتی ہے۔ اور
 دولتیں مل جایا کرتی ہیں۔

ایک دوسرا تذکرہ (نامہ اعمال میں ہے)

دولت قدم بوسی بیسر ہوئی۔ حضرت سلطان المشائخ کے آستانے

میں نیم کا درخت جو مجلس خانے کے دالان کے سلسلے ہے وہاں
 مولانا کھڑے ہوئے تھے ارشاد فرمایا یہاں کی جاضری سے اس
 سوا ہمارا کچھ مطلب نہیں ہے کہ چند گھڑیاں یہاں گزر جائیں اور نامہ
 میں لکھی جائیں کہ فلاں وقت فلاں جگہ یہ وقت گزرا ہے۔ اسی کو ہم
 جانتے ہیں یہ اس طرح ارشاد فرمایا کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو

شیخ عبد العزیز چشتی کا تذکرہ

حاضری کی دولت بیسر ہوئی۔ حضرت شیخ عبد العزیز چشتی کا تذکرہ
 ہوا، اس کتاب میں موصوف کے اوصاف لکھنے کی ضرورت نہیں پائی
 ان کی بزرگی اور کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ چشتیہ مشائخ میں یہ بڑے
 فاضل بزرگ گزرے ہیں محلہ کوشک انور میں رہتے تھے۔ وہیں ان
 مزار شریف ہے۔ ان کے فضائل ہر ایک جانتا اور بیان کرتا ہے۔
 حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو بھی ان کے مزار سے کشف ہوا۔
 ایک دن ہمارے پاس بالکل خراج نہ تھا، ان کی زیارت کے لئے
 تلاش کی تو دوستوں کے بچوں میں سے کسی کے پاس دو یا تین پٹے
 نکلے۔ لے کر دیئے پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ایک آدمی آیا اور اس
 چالیس یا پچاس روپے نذر دیئے ہم سمجھ گئے یہ موصوف کی توجہ ہے۔
 ملا ہے۔ اس کے بعد ذکر ہوا کہ کوئی آدمی جو تے پہن کر وہاں آ گیا
 اور اس کے جوئے کا رنگ سبز تھا۔

ارشاد فرمایا جو تا کسی اور رنگ کا پہنا بہتر ہے۔ سبز رنگ کے جوتے کی ممانعت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو آدمی کسی کا مرید ہو اور اور پھر ہمارے پاس آئے تو اگرچہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے لیکن پھر بھی ہم کو اس سے وہ بے تکلفی نہیں ہوتی جو اپنے مریدوں سے ہوتی ہے اور یہ بات خاص غصے کی حالت میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اپنے مرید پر ہم بے تحاشہ غصہ ہو سکتے ہیں اور وہ برا بھی نہیں مانتا اس کے برخلاف وہ شخص جو کسی اور کا مرید تھا اور اب ہمارا معتقد ہو گیا ہے۔

حضرت مولوی روم کا تذکرہ

(دشتوی کے شعر کا فیض)

حضور کی دولت یسر ہوئی۔ حضرت مولانا روم کا تذکرہ آیا فرمایا عجیب بزرگ گزرے ہیں ہم پر ان کی بہت عنایت ہے جیب میں نے کسی امر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو کبھی ارادہ قوی ہو جاتا تھا اور کبھی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی تھیں آخر کار مولانا روم کے اس شعر نے مجھے استقلال عطا فرما دیا ہے

بندگیل باش آزادے سپر چند باشی بند سیم و بند زہر
(مطلب یہ ہے کہ بند (خیالی یا بندی) کو ڈھیلا چھوڑ دے آزاد ہو جا۔
سوئے چاندی کی فکروں میں آخر کب تک رہے گا۔
یہی شعر میرا رہیر بنا۔

ایک اور تذکرہ (بینائی اور طرح طرح کی موٹریں)

دولت قدم بوسی بوسر ہوئی اسکا ذرا اعمال کا تذکرہ آیا۔ ارشاد فرمایا
 ایک بار کسی نے کسی اسم کا عمل پڑھنے کے لئے کہا تھا۔ میں رات کے
 وقت عمل پڑھتا تھا۔ ایک شکل دکھلائی دی جس کے پاؤں میری طرف
 تھے۔ اور سر آسمان پر۔ میں بھی اُس زمانے میں بہت دیوانہ تھا۔ میں
 اپنے سر کو بہت ہمت سے زانو پر رکھ دیا۔ ناک سے خون جاری ہو گیا
 وہ شکل غائب ہو گئی اس کی وجہ سے بھی میری بینائی میں خلل آ گیا
 ہے اور کمزوری نظر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لڑائی میں ہم نے قلعہ پر
 مورچہ بنایا تھا اور کئی آدمیوں کے ساتھ مورچے سے آگے قلعہ کے
 نیچے پناہ لی تھی وہاں بندوق نہیں پہنچ سکتی تھی اور جو آدمی وہاں تھے
 وہ کوئی مدد نہیں دے سکتے تھے۔ وہاں زقوم کے کچھ درخت تھے اور
 ایک تالاب میں زقوم کے درخت کی شاخ جھکی ہوئی تھی۔ تین رات
 دن ہم ایسی حالت میں رہے برتن اندازی کو شدت سے آدمی بھی ہمارے
 ہمارے پاس چلے آئے اسی تالاب کا پانی پینا پڑا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت
 سے آدمی مر گئے۔ اور ہماری بینائی میں ضعف آ گیا۔ چنانچہ اب بھی
 اس کا کچھ اثر موجود ہے مگر اللہ نے فتح دی۔

۱۔ تفویہ کو کہتے ہیں۔

دوسرے دن اسی سلسلے میں فرمایا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں بنیائی قائم رہی۔ جتنی ہے یہ
 ہی کی برکت ہے۔ لیکن اس سے پہلے جو کچھ ہوا۔ ہو گیا جس دن سے
 مرہ لگانا شروع کیا ہے خدا کے فضل سے بہت فائدہ ہے۔ دراصل
 ہاں آنحضرت کی اتباع کا اظہار مقصود ہے کہ اسی کی وجہ سے آنحضرت
 کی روشنی برقرار رہی۔

اس کے بعد یہ ذکر ہوا کہ مشغولی میں طرح طرح کی صورتیں دکھائی
 دیتی ہیں لیکن یہ کس طرح سمجھا جائے کہ آیا یہ جمالی صورتیں ہیں یا شیطانی
 ہے ارشاد فرمایا کہ کسی نے حضرت یحییٰ مدنی کو مشغولی کے عالم میں دیکھا
 اور حضرت کی صورت اس کے خیال میں تھی تو حضرت شیخ نے کہا کہ
 تم لا حول پڑھو اگر یحییٰ مدنی ہے تو بیروتہ اور کوئی شکل (شیطانی)
 ہے تو دفع ہو جائے گی۔

معاش اور فقر و فاقے کا تذکرہ

حاضری کی دولت پیر ہوئی معاش اور فقر و فاقے کا ذکر آیا۔
 فرمایا میں جس دن سے اس شہر میں آیا ہوں فاقہ کم ہوا صرف ایک
 رات دن یہ کیفیت رہی۔ صبح ہوتے ہی ایک دوست آئے اور کچھ
 روپیہ لائے اور کہا کہ حضرت عباس ابن علیؓ کی نذر ہے جو آپ
 کے لئے لایا ہوں۔ حضرت امام کی توجہ سے وہ تکلیف جاتی رہی۔

حافظ اسعد کا تذکرہ (کام - نذرانہ عمل)

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ حضرت مولانا نے حجر اسود کے کمالات بیان فرمائے اور یہ کہ وہ بہت بڑے عامل تھے۔ اگر کوئی حاجت مند آتا اور اپنا حال عرض کرتا کہ میرے فلاں ملنے والے فلاں مقدرے میں پھنس گئے ہیں اگر آپ کی توجہ سے چھوٹ گئے تو اتنے روپے آپ کے نذر کروں گا۔ آپ رقم کا تعین فرما کر اس کا کام کر دیتے۔

اتفاق سے اگر اس نے نذر نہ دی تو کسی آدمی سے کہتے کہ فلاں صاحب سے اتنی رقم لے آؤ اگر دینے میں عذر کریں گے تو ان کی گردن ان کے پاؤں خود بخود بندھ جائیں گے۔ اس کو میں نے تمھاری زبان پر چھوڑ دیا ہے۔ جب تم میری طرف سے اپنی زبان سے کہو گے تو یہ صورت واقع ہو جائے گی۔

اور فی الحقیقت ایسا ہی ہوتا تھا کہ ان کی ریا ان کے قاصد کی زبان پر یہ بات موتوف تھی جیسے ہی کہ وہ اپنی زبان سے یہ کہتا حضرت جو کچھ فرماتے ویسا ہی ہو جاتا تھا اور فرمایا کرتے کہ جب میں کسی کی حاجت کے لئے کوئی عمل کرتا ہوں تو پہلے ہی سے سترہ کی تیاری کر لیتا ہوں۔ وعدے میں ذرا بھی فرق آیا تو پھر دیر نہیں کرتا۔

یہ دنیا دار لوگ ہیں ان سے جب تک سچتی نہ کی جائے کام

چلتا ان دنیا داروں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کسی نے یہ کہا کہ اعتبار
 پور رقم فلاں سا ہو کار کے پاس جمع کر دوں جب میرا کام ہو جائے گا۔
 لے لیجئے گا تو فرماتے امانت وغیرہ کی ضرورت نہیں اگر رقم دینے
 پ میں مفدرت نہیں تو پھر آپ کا کام کس طرح ہوگا۔

حضرت مولانا نے فرمایا۔ ہماری حویلی کے قریب ایک مالدار
 مدہ حویلی تھی۔ حویلی والا ہم سے بہ چند وجوہ جھگڑتا رہتا تھا ہم جمعیت
 قوت اور شخصیت سے خانہ جنگی کو دفع کرتے رہتے تھے۔ جب تین دفعہ
 ایسا ہی ہوا تو حافظ جیو نے کہا اس قدر آپ پریشان کیوں ہیں۔ میں
 کے مکان میں رہتا ہوں جھگڑا دفع کرنے کے بارے میں آپ کو اتنی
 تشش کی کیا ضرورت ہے مجھ سے فرمائیے۔ میں ایک منٹ میں اس کو
 نم پہنچائے دیتا ہوں۔ میں نے منع کیا کہ مجھ سے یہ نہ ہوگا۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک بار ایک صاحب جو شیخ وقت تھے
 ن سے اور حافظ جیو سے مقابلہ ہوا۔ اُنھوں نے یعنی شیخ وقت صاحب
 کہا ان کو ملانا خیال کر کے اپنے پیر کے سامنے بہت برا بھلا کہا۔ حافظ جیو
 کے کہا بس خبردار رہو، دیکھو میں اب تمہاری فکر میں ہوں اس بات کو
 اب ہفتہ نہ ہوا تھا کہ ان کے گھوڑے مرنا شروع ہو گئے۔ اونٹ
 رگئے۔ لوٹدیاں غلام مر گئے۔ کہا اب عنقریب تم بھی ختم ہونے والے
 ہو۔ اگر کچھ قوت رکھتے ہو تو اپنی طاقت دکھلاؤ۔ آخر شیخ وقت صاحب
 نے بہت عاجزی کی اور لوگوں کے کہنے سننے سے حافظ جیو صاحب

نے تصور معاف کر دیا۔ ان کی وجہ سے ایسے تجربے ہوتے رہتے
 فقیر نے عرض کیا کہ حافظ جو صاحب کو ایسے اعمال کہاں سے ہاتھ
 ارشاد فرمایا سنو! واقعہ یہ ہے کہ یہ مسجد میں مجھ سے حدیث شریف
 کرتے تھے اور جو کوئی وہاں آتا اس سے کہتے کہ اگر تمہارے پاس کو
 عمل ہے تو خدا کے لئے ہم کو بنا دو اکثر لوگوں نے عمل کی اجازت
 مشرب کی طرف سے ایک فقیر صاحب وہاں آئے۔ دیکھا ایک آدمی مسو
 رہ رہا ہے آنکھوں نے اس کا حال پوچھا، اس نے کہا میں ایک
 ہلا میں گرفتار ہوں جو کہنے کے قابل نہیں ہے۔ یعنی میری بیوی
 قابو میں نہیں ہے۔ میں غریب آدمی ہوں اور وہ ہر سال رومی غلام
 کو خریدتی ہے اور ان سے مشغول رہتی ہے اور مجھ کو اس کی طاقت نہ
 کہ اس کو روک سکوں۔ فقیر نے پوچھا کہ کبھی ہم بستری کا موقع ہوتا
 کہا اگر اس کا دل چاہا تو بہت دن میں ایسا اتفاق ہوتا ہے۔

کہا اچھا میں تم کو ایک چیز بتاتا ہوں تم یہ عمل کرو، اس کے بعد
 تمہارے سوا کوئی اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ان کو ایک عمل بنا
 سال دو سال کے بعد پھر وہی فقیر صاحب آئے تو اس آدمی کو بہت
 عزت و عظمت والا پایا۔ حالات دریافت کئے۔ اس نے کہا آپ کی برکت
 سے ہر طرح کی لذت اٹھا رہا ہوں۔ میری عورت نے غلاموں کی خرید
 موقوف کر دی اور میرے سوا اس کو کسی پر قابو نہ رہا۔ آخر مجبوراً میری طرف
 متوجہ ہو گئی اب میری محتاج ہے۔

یہ عمل بھی حافظ جیو کو معلوم تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ
 کینز ہیں اور اسی عمل کی قوت سے باسلام شہروں میں ہم پھرا
 ہیں اور اطمینان حاصل ہے اور اکثر اعمال کی سند حضرت
 حافظ جیو سے حاصل کی گئی اور حدیث شریف کی صحت بھی انہوں
 نے اور یہ حافظ جیو شیخ مہر طاہر کے شاگرد تھے جو حضرت شیخ
 ہم گردی کے بیٹے تھے۔ اس کے علاوہ یہ فن حدیث کے بھی
 تھے۔ ان کو اہل بیت نبوی سے بڑی محبت تھی۔

مولانا نے ان کے انتقال کا حال بیان فرمایا کہ حافظ جیو نے ہم کو
 اٹھا کہ میں نے رات وقفے میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 سے فرما رہے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ رہو ہم شہید ہو جائیں گے
 کو بھی مبارک اور ہم کو بھی مبارک۔

چند روز کے بعد جب وہ نواب ناصر جنگ کے ساتھ تھے انہوں نے
 نابکار نصاریٰ کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

حافظ جیو کچھ روز بمقام اورنگ آباد (دکن) مولانا کے
 میں رہے تھے اور حدیث پڑھایا کرتے تھے اور معقولات
 حضرت مولانا سے بعض سبق و بہر ایا کرتے۔ ان کو مولانا سے
 مولانا کو ان سے بہت محبت تھی۔

ایک اور تذکرہ (عملیات کا ذکر)
 دولت حضوری پتھر ہوں۔ میں حضرت مولانا کے ساتھ ساتھ

جا رہا تھا استاد عاکی کہ فلاں عمل مجھ کو عنایت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا ہے بہت کم کسی کو بتاتے ہیں۔ لیکن کسی کا نام لے کر فرمایا کہ وہ گویا میرے بن گئے ہیں میں نے ان کو عمل بتایا۔ انھوں نے جہاں چاہا اس کام لیا نہ موقع دیکھا نہ محل۔ اس لئے اب میں کسی کو بتاؤں۔ اس کے بعد فرمایا ایسا ہی شخص عامل ہو سکتا ہے جو اس لئے بہت تکلیف اٹھائے بلکہ چاہے بے عزت ہو جائے مگر مقابلہ نہ آئے خدا پر چھوڑ دے۔

ایک دن صبح کی نماز سے پہلے حضرت مولانا کھڑے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ ہمارے پاس درد کی تکلیف دور ہونے کے بہت اچھا عمل ہے۔ چاہے جس قسم کا درد ہو باقی نہیں رہتا۔ سوا کہ اس مرض میں اس کی زندگی ہی ختم ہونے والی ہو۔ کیونکہ چیز تو اللہ کے اختیار میں ہے اس کے بعد فقیر کی طرف متوجہ فرمایا شاید تمہارے دل میں یہ بات ہوگی کہ اگر ان کے پاس ایسا موجود ہے تو پھر اپنے پیروں کے درد کی شکایت کیوں کرتے ہیں اس زمانے میں حضرت کے پیروں میں بہت درد تھا۔ اس سے خیال کرو کہ مولانا ایسا عمل موجود ہونے کے باوجود خود کو درد دی ہوئی تکلیف پر راضی رہے اور عمل کو غیر حق سمجھ کر توجہ نہ دی یہ ہمارے لئے سبق ہے۔

شیخ محمد قدس اللہ سرہ کا تذکرہ (فتاویٰ اور زیارت کے جواب)

دولت مشاہدہ پست ہوئی۔ حضرت شیخ محمد قدس سرہ کا ذکر ہوا۔
 ن کی بہت تعریف فرمائی۔ زبان حق ترجمان پران بزرگ کے کمالات
 ورقصے مدت تک رہے۔ آخر یہ قصہ بیان فرمایا کہ حضرت نصیر الدین
 چراغ دہلوی کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ مزار کے اندر
 کے اندر جاتے ہی حضرت روشن چراغ کی تشریف ہوئی۔ یہ قبر کے اندر
 آگے۔ تھوڑے دیر تک قبر کے اندر رہے اس کے بعد باہر آگئے چنانچہ
 شوق ہو جانے کا نشان اب تک قبر میں موجود ہے جس نے قبر کو بغیر غلا
 دیکھا ہوگا۔ اس نے شوق ہونے کا نشان ملاحظہ کیا ہوگا۔

پھر ایک اور بزرگ روشن چراغ مجدد و ہم کا ذکر ہوا۔ مولانا نے
 ارشاد فرمایا آج کل لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں فتاویٰ الشیخ ہونے کا دعویٰ
 کرنے لگتے ہیں حالانکہ آخر عمر میں حضرت روشن چراغ کے جسم مبارک
 میں حضرت سلطان المشائخ کی خوشبو آنے لگی تھی۔ اب دونوں
 بزرگوں کے رتبے پر نظر ڈالو، پھر غور کرو (تقریباً) بیس یا
 تیس سال کی مدت کے بعد ان کے بدن میں مرشد کی خوشبو
 نے جگہ پائی۔

اسی طرح ایک روز فرمایا کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ
 کی آخری وقت والی غزل پر اکثر لوگ سماع میں شورش کرتے ہیں۔

میں اس سے بہت ناتوازش ہوتا ہوں اس لئے کہ ان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اس غزل پر گانا سنا۔ ہم بھی سنے مگر چار سے نزدیک بہت سی خلاف ادب ہے۔

یہاں بزرگوں کے ادب کا ذکر چلا ارشاد فرمایا کہ میں دکن پہلی بار جب یہاں آیا تو وہ صحنہ شریف کے اندر نہ یارت کے گیا تھا۔ ورنہ میری کیا مجال ہے کہ وہ صحنہ کے اندر جاؤں۔

چنانچہ حضرت مولانا کا معمول ہے کہ حضرت محبوب الہی کے صحنہ کے اندر شریف نہیں لے جاتے دروازے کے باہر نہ یارت کرتے ہیں مدت تک مزار شریف کے سامنے مزار کے پانچ عصر کے وقت بیٹھا کرتے تھے اور یہ ناچیز بھی بیعت کے بعد آج تک وہ صحنہ کے اندر نہیں گیا باہر ہی سے قدم بوس ہو جاتا۔ مگر ایک دن بھائی میر محمد افضل کے کہنے سے بسنت کے گیا تھا انھوں نے کہا تھا کہ آج وہاں خاص کیفیت حاصل ہوتی۔ اس لئے فقیر نے بھی جرأت کی زبان مبارک سے اکثر یہ بھی سنا۔ کہ ہمارے شنبہ کو جو لوگ یہاں زیارت کے لئے آتے ہیں وہ ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چند روز ہوئے آستانہ شریف میں درخت کے نیچے عرس کے دن سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا بھی تھے۔ شاہ جہاں آباد کا کوئی کاریگر زیارت کے لئے جا رہا تھا لوگ اس پر ہنسے۔ مولانا نے فرمایا۔ ہم اس آدمی سے بہت راضی ہیں اور

س کے شکر گزار ہیں کہ کئی دن کے بعد چہار شنبہ کو (بدھ کے دن) پارت کے لئے آتا ہے اور باوجود اس کے کہ شہر میں ہر قسم کے ننگے ہوتے رہتے ہیں مگر یہ پھر بھی اپنے معمول کو ناعشہ میں کرتا۔

جب حضرت مولانا حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں تشریف لکھتے ہیں اور طبیعت حاضر ہوتی ہے اور بے تکلف دوست بھی ہوتے ہیں تو مولانا کوئی بھید یا کوئی نکتہ ضرور بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ تمہارے اشد کہنے پر (لوگ) منستے ہیں تو ہنساکریں (حضرت بلال سے اشد کا لفظ صاف نہیں نکلتا تھا مگر چونکہ سچے دل سے یہ لفظ ان کے دل سے نکلتا تھا۔ اس لئے اس کی قدر و قیمت بڑھی ہوئی تھی۔ گواہی کے لئے سچائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر سچائی نہ ہو تو چاہے کتنی ہی عمدگی سے یہ لفظ کہا جائے صداقت کی آب و تاب کم ہی رہتی ہے۔

ایک دوسرا تذکرہ

(ذکر کے طریقے اور چند باتیں)

دولت مشاہدہ پتھر ہوئی۔ حضرت مولانا تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جو مکان کے صحن میں بچھا ہوا ہے۔ مغرب کے بعد ہی معمول ہے۔

مکان سے جب فرض نماز کے ارادے سے چلتے ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھیں تو خادم لوگ تخت پر پہلے سے جائے نماز بچھائے رکھتے ہیں اور سب لوگ باہر چلے جاتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد لوگ آنے آجاتے ہیں۔ کبھی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے کبھی نہیں صبح کے وقت کبھی یہی معمول ہے لیکن صبح میں چار گھنٹے حجرے کے اندر تشریف رکھتے ہیں اور وظیفے کی کتاب بھی وہاں موجود رہتی ہے۔

مولانا جب وظیفہ پڑھ چکے تو فقیر اندر آگیا مرزا محمد حسین تخت حضرت مولانا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دیر تک کچھ عرض کر رہے اس کے بعد مولانا نے ان کو ایک اپنا لباس عنایت فرمایا اور مشرقی سفر کے لئے ان کو رخصت کر دیا۔ رخصت کرتے وقت مولانا کھڑے ہوئے اور فقیر سے فرمایا۔ آج ہم نے مرزا کو بہت کچھ بتلا دیا ہے۔ اگر یہ سفر نہ کرتے تو میں دس سال میں بھی اتنی چیز نہ بتا سکتا اور یہ مرزا محمد حسین حضرت کے قدیم دوستوں میں ہیں عام لوگوں میں انھیں کے ساتھ خصوصیت ہے۔ برسوں یہ حضرت کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت مولانا اپنے برابر بیٹھا کر ان کو ذکر جہر کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اب بھی اگر کسی کو حضرت ذکر جہر بتاتے ہیں تو اکثر فرمادیتے ہیں کہ اس کو مرزا جیو سے صحیح کر لو۔ حضرت یہ بھی فرماتے کہ ہمارے ذکر جہر کا طریقہ بالکل علیحدہ ہے اور یہ طر بہت کم کسی کو معلوم ہے۔ مگر مرزا کو کسی قدر ٹھیک معلوم ہے۔

ن مبارک سے یہ بھی سنا ہے کہ مرزا کو دنیا داری کا تجربہ زیادہ ہے۔
 وجہ سے ظاہری اخراجات کا انتظام بھی عرصے تک انھیں
 سپرد رہا۔

انھوں نے حدیث شریف کی بھی بہت خدمت کی ہے اسی وجہ
 وہ فضیلت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تجربہ دواؤں سے بھی واقف
 ہیں۔ اس کا حضرت کو علم ہے۔ اسی طرح مجرب اعمال بھی جانتے ہیں،
 ان کی صرف حضرت کو اطلاع ہے دوسروں کو نہیں۔ عرصہ ہوا بیعت
 بھی اجازت حاصل کر چکے ہیں۔ بعض ولایتی جو حضرت مولانا کے
 پیر ہو چکے ہیں۔ ان کی تربیت کے لئے مولانا اکثر مرزا صاحب سے
 لادیتے۔ مرزا صاحب اور ان کے گھر کے تمام لوگ کیا مرد کیا عورت
 حضرت مولانا کی غلامی میں داخل ہو چکے ہیں۔ ۳-۲ آدمی جو
 حضرت کے قدیم مصاحبوں میں ہیں ان سب کے ہی مرزا صاحب
 نسر ہیں یہ ذاتی اور صفاتی خوبیوں سے بھی آراستگی رکھتے ہیں۔
 ان کو طب میں بھی دخل ہے۔ دوسری صفتوں کو بھی انجام دیتے
 رہتے ہیں دنیا میں ان سے جس سے دوستانہ تعلقات ہو گئے ہوتے
 دم تک انھوں نے اس سے دوستی نباہ دی۔

اگر کسی دوست کو کبھی کوئی تکلیف ہوئی تو جان لڑا دیتے ہیں۔
 ہرگز دریغ نہیں کرتے ان کے اوقات ان کی وضع داری ان کا
 عمل حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مطابق ہے ہر دوست

سے کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ خلیق ہیں بے تکلف ہیں اور ان کا طریقہ ہے بعض مغل ان کے بھی مرید ہو گئے ہیں اور احباب پر بہت ہی مہربان رہتے ہیں۔ دینی بھائیوں سے بھی بہت محبت ہے سچائی میں ایسے ہیں کہ اگر ایک مرتبہ کسی نے ان جھوٹ بات کہہ دی تو عمر بھر اس سے ناراض رہتے ہیں اور سچائی سے پیش آیا تو حاضر غائب ہمیشہ اس کے مداح رہتے ان کی بہن نے حضرت مولانا سے بیعت کا ارادہ کیا تو مولانا نے ان سے فرمایا کہ تم خود مرید کر لو۔ ان کی ہمیشہ ایسی خاتون تھیں کہ ان کو دیندار مردوں سے بہتر کہا جاسکتا ہے۔ مولانا سے ان کو جو عقیدت ہے۔ عورتوں میں کسی کو نہیں۔ سچپن ان پر مولانا کی توجہ اور عنایت ہے یہ اکثر شغل کیا کرتی تھیں اکتفوں نے شغل کی نسبت کو اتنا بڑھا لیا تھا کہ حضرت مولانا بہت خوش تھے۔ ان کو عالم مثال کا کشف بھی حاصل تھا۔ اگر ان کی وجہ سے مشغولی اتنی نہیں رہی پھر بھی جہاں ایک مرتبہ لوہا پڑ گیا تو پھر وہ قیامت تک کے لئے کافی ہے اسی زمانے میں ان ایک بیماری ہو گئی جس میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ان کے وفات کے دن عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ حضرت قدیم دوستوں میں مرزا غلام حسین جو کاسب و شاعر بھی تھے اور ہم تک خدمت میں حاضر رہے عورتوں کے تفرقہ کی وجہ سے ان کے

اکبر آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی جہاں یہ بیمار ہو گئے۔ لوگوں سے کہا کہ مجھ کو شاہ جہاں آباد حضرت کی خدمت میں پہنچا دو اگر زندہ رہا بہتر اور اگر انتقال ہونے والا ہے تو آخری وقت ان آنکھوں سے مولانا کا جمال تو دیکھ لوں تاکہ مجھ پر ان کے جمال کا سایہ پڑ جائے اور اسی حالت میں میری روح نکلے کہ حضرت مولانا اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے دفن کریں اور میری قبر پر فاتحہ پڑھیں اور جب اس راستے سے گزریں تو مولانا کے دیدار سے میری روح تازہ ہوتی رہے اس طرح مرنے پر ہزار سال کی عمر بھی قربان ہے۔

غرض یہ منزل مقصود کو پہنچ گئے، یعنی زندہ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گئے جو جو تمنا میں تھیں انہوں نے وہ سب عرض کیں۔ حضرت مولانا نے انتہائی محبت سے ان کو لپٹا لیا پھر ان کے رہنے کے لئے علیحدہ ایک مکان کا انتظام کر دیا اور ایک حکیم صاحب کو علاج کے لئے بھی مقرر فرما دیا۔ مولانا ان کو دیکھنے کے لئے اکثر تشریف لے جاتے اور خود بھی ان کی دیکھ بھال کرتے۔

مگر ان کے مرض کی رومی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ جس دن ان کی ہمیشہ کا واقعہ ہوا ہے حضرت مولانا ان کے یہاں تشریف لے گئے اور دوست بھی موجود تھے کفن کی تیاری ہو رہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر کہا کہ مرزا غلام حسین کی حالت ٹھیک نہیں ہے، اتنا سنتے ہی مولانا اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ فقیر بھی ساتھ تھا، مرزا

صاحب کا جس مکان میں قیام تھا وہاں مولانا تشریف لے گئے اُس وقت نزع کی حالت طاری تھی، جیسے ہی مولانا کے جمال پر ان کی نظر پڑی تو مولانا کی طرف حسرت کی نگاہ سے دیکھا ان کی اس حالت سے حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی ان میں بات چیت کی طاقت نہ تھی لیکن وہ اس طرح دیکھ رہے تھے کہ جس سے ہزاروں تمنائیں ظاہر ہو رہی تھیں اور حضرت مولانا کو اپنے دوستوں سے جو محبت ہے اس لحاظ سے مولانا ان کی یہ حالت دیکھ کر بیٹھ نہ سکے واپس چلے آئے اور باہر آ کر فقیر سے فرمایا کہ میرے دل میں ان کی طرف سے جو کچھ عبارت تھا میں نے اس کو صاف کر کے معاف کر دیا۔

اس نزدیکی پر بھی ان کے اور مولانا کے درمیان ایک حجاب آگیا تھا اس کو رفع دفع کر دینے کی طرف اشارہ فرمایا اس کے بعد مرزا صاحب کی ہمیشہ کے جنازے کے ساتھ حضرت محبوب الہی کی درگاہ شریف میں تشریف لے گئے وہاں مرزا غلام حسین کے لئے ایسا مکان تلاش کیا جو اچھا ہو اور حضرت کے آستانے کے بھی قریب ہو جائے کے اندر ایک صاحب کا مکان تھا انہوں نے مکان دکھلایا آپ وہاں سے واپس آ رہے تھے اتنے میں معلوم ہوا کہ مرزا غلام حسین نے بھی انتقال کیا، ان کے کفن و دفن کی بھی تیاری ہونے لگی جب سب انتظام ہو چکا اور نماز کے لئے جنازہ لے چلے تو خود مولانا نے کچھ دور تک کا ندھا دیا۔

جب نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو قاعدہ ہے کہ اس وقت میت وراثت جانے کی اجازت دیتے ہیں یہاں مولانا کے سوا ان کا کوئی نہ۔ درحقیقت وینا اور آخرت میں ہم غریبوں اور بے وارثوں کا مانا کے سوا اور کون ہے چاروں طرف نظر ڈالی مگر کوئی اجازت و صحت دینے والا نظر نہ آیا۔ آخر مولانا کو معلوم ہوا کہ میرے سوا ان کا کوئی ظاہری وارث بھی نہیں ہے بے تخاشا آنکھوں سے آنسو جاری گئے اور آپ نے اجازت دے دی۔ اس وقت ان باتوں کا کس کو خیال تھا عجیب شور و شہنشاہی اور عجیب حسرت برس رہی تھی اس ناچیز کے بھی خدا سے دعا مانگی کہ ایسی موت جس پر زندگی قربان ہے دوستانہ نصیب ہوتی رہے (اور اسی طرح مولانا) جنازے اور دفن اور نزع میں موجود رہیں۔ پھر پاک الموت کی کیا مجال کہ سختی سے پیش آئے۔ عذاب کے فرشتوں کو کیا مقدر ہے کہ بے جا سوالات کریں اس کا حساب یہاں اس کا ثواب یہاں اس کا مشاہدہ اس کا دیدار جس کا وعدہ ہے سب یہاں میسر ہے تو پھر دل میں کس بات کا خوف آسکتا ہے لیکن اللہ علی ذالک راس پر اللہ کا شکر ہے۔ حضرت خواجگان چشت کے صدقے میں خدا اس ناچیز کو بھی یہ دولت عطا فرمائے۔

حضرت نصیر الدین روشن چراغ کا تذکرہ (کشف)
قدوسی کی دولت میسر ہوئی حضرت نصیر الدین روشن چراغ کی

زیارت کے لئے مولانا تشریف لے گئے کہ وہاں حضرت صدر الدین
 طبیب دہا اور صلاح الدین وغیرہ بھی نزدیک ہیں مشغولی کے
 اس زمانے میں فقیر نے دیکھا تھا کہ حضرت سلطان المشائخ ایک
 میں تشریف رکھتے ہیں اور جب ان کے سامنے حضرت مولانا کا
 ہوتا ہے تو فرماتے ہیں، ہم نے رئیس العارفین ان کا نام رکھ دیا
 میں نے حضرت مولانا سے اس واقعہ کو بیان کیا، فرمایا یہ تمہارا
 گمان ہے اور حضرت مولانا کا یہ قاعدہ ہے کہ ان کی تعریف میں اگر
 کہا جائے تو مولانا اس پر توجہ نہیں فرماتے اور اگر صاف صاف
 واقعہ بیان کر دیا جائے تو مولانا کو ناگوار ہوتا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ بعض لوگوں کی طبیعت کو کشف
 سے خاص لگاؤ ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے حضرت غوث اعظم پر اعتراض کیا کہ صوفیا
 زندگی کی ابتدا میں کشف ہوتا ہے اور حضرت غوث پاک کا زندگی میں
 کشف جاری رہا اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت
 غوث اعظم سے ان دنوں جس کشف کا ظہور ہو رہا تھا وہ کسی تھا
 کسب سے کسی شخص کی طبیعت نہیں بدل جاتی اس لئے یہ نہیں
 سمجھنا چاہئے کہ حضرت کے مرتبے کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ ایسے
 عقیدے اور قول سے اللہ کی پناہ۔

ایک دور اور ذکر (مشغولی و غیر)

مشاہدے کی دولت بستر ہوئی مولا تا اکیلے تشریف رکھتے تھے کچھ مشغولی کا ذکر آیا۔ ارشاد فرمایا پہلے ہم بھی مشغول ہیں بہت محنت کیا کرتے ہیں اور اب ایک مشغول بھی نہیں کرتے۔ صرف دیدہ بانی نہ گئی ہے اس کے بعد اس کا ذکر آیا کہ ہر خاندان کے اذکار و اشغال جدا جدا ہیں یا اشغال اور طریقے راجح ہیں۔

ارشاد فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ حقیقہ طریقے کے اشغال کو لکھ کر کے ایک کتاب ہی لکھ دوں پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے پیروں میں سے کسی نے اس کو جدا نہیں کیا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے۔ اتنے میں سید عظیم کا ذکر آگیا۔ فرمایا کہ میر عظیم الدین جو مشغول کرتے ہیں اگر یہ اس کو بہت دن کرتے رہے تو ان کا ہر جو عہہ بڑھ جائے گا۔

اس کے بعد ذکر ہوا کہ ایک دفعہ ہم شاہ جہاں آباد گئے جامع مسجد پہنچے جو کچھ پیسے تھے۔ اس سے ہم نے روٹی اور پیر منگایا۔ اور کھایا پھر جو دام بچے اس سے صاحبزادے کے لئے کچھ سٹھائی خرید لی، مگر اتنے میں اللہ کا فضل شامل حال ہو گیا۔ ورنہ شاہ جہاں آباد پہنچنا مشکل ہو جاتا۔

حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کے نواسے کا تذکرہ

(محب بنی لقب کی وجہ)

قدم بوسی کی دولت بیسر ہوئی۔ میاں محمد غوث حضرت شیخ کلیم اللہ سرہ کے نواسے ہیں ان کو حضرت مولانا سے اجازت خلافت بھی حاصل انہوں نے اس فقیر سے فرمایا کہ محب بنی جو حضرت مولانا کا لقب ہے تو حضرت خواجہ صاحب نے یہ کہہ کر کہ "یو ہی محب بنی ہے" ان کا نام عطا فرمایا ہے۔ فقیر کو خیال ہوا کہ مولانا سے اس کی تحقیق کی جائے چنانچہ مولانا سے عرض کیا گیا کہ محب بنی آپ کا نام کس طرح ہوا ہے کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کا عطیہ ہے۔ فرمایا ہاں حضرت خواجہ قطب الاقطاب نے یہی الفاظ فرمائے تھے۔

حافظ خیر اللہ اور محمد یوسف کا ذکر

عصر کے قدم بوسی کی دولت ملی۔ فرمایا طبیعت کچھ ٹھیک اور جیب یہ بات چینی ہے تو مجھے کسی کی صورت اچھی نہیں معلوم ہے۔ لہذا روزہ بند کر دیا اتنے میں مغرب کا وقت ہو گیا فرمایا حافظ خیر اللہ کو بلاؤ، حافظ جی حاضر ہوئے کہا کہ مغرب سے پہلے مسجد میں چراغ جلا دو تم شام ہو جانے کے بعد جلائے۔

حدیث شریف کا تذکرہ (اور آسمان دنیا)

دولت مشاہدہ پسر ہوئی حقائق کے سبق میں مشغول تھے اس
 بعد حدیث شریف کا ذکر آیا کہ جب کوئی استغفار پڑھتا ہے تو دنیا
 آسمان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں یوں تو گویا حق تعالیٰ ساتویں
 آسمان پر ہے وہاں سے اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر ان کو نازل ہونے کا
 حکم دیتا ہے۔ اس صورت میں حق تعالیٰ کے لئے مکان کا ہونا لازم آتا
 ہے۔ مولانا نے فرمایا شیعوں کا اس پر اعتراض ہے اور ابن تیمیہ کا
 یہ مذہب ہے کہ حق تعالیٰ آسمان کے اوپر ہے۔ ایک دوسری حدیث
 بھی آیا ہے کہ کسی عورت کو لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
 خدمت میں لائے حضور نے پوچھا تم مسلمان ہو اس نے کہا ہاں
 میں خدا کی قسم کھاتی ہوں جو اوپر ہے یہ کہہ کے آسمان کی طرف اشارہ
 کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ یہ واقعہ بھی اللہ کے
 آسمان پر ہونے کی دلیل ہے ہم یہ جواب یاد رکھو کہ اکثر مسئلوں میں
 نام آئے گا۔

یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ اللہ کا ہر تہ اللہ کی شان کے
 لحاظ سے ہے۔ جیسے بادشاہ اپنے تمام ملک کا حاکم ہے جہاں
 پاسے اپنا حکم اپنی سلطنت میں بھیج دے مگر قاعدہ یہی ہے کہ
 عدالت اور انصاف کے لئے کسی اور کچھری کا ہونا لازمی ہے

اگر احکام زمین سے متعلق ہیں تو آسمان سے نازل ہوں گے تاکہ فرشتے زمین پر لاسکیں۔ اس میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں کیونکہ حکیم شان مکان کو چاہتی ہے۔ تو اگر اللہ احکام کی حیثیت سے کہے تو اس کے لئے مخصوص کرے تو اس سے خدا کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کی شان کے لحاظ سے اس کے ہر دم کے مرتبے ہیں۔

اسم اعظم کا تذکرہ

اس کے بعد اسم اعظم ذکر ہوا۔ ارشاد فرمایا اسم اعظم سے مطلب ہے کہ اللہ کے جتنے نام ہیں ان سب کی تاثیریں پڑھنے والے کے لئے وقف ہو جائیں اور وہ ان کی جامعیت کا منظر ہو جائے سب نے یہ چیز توجہ سے سنی اور عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں صاحب کہ فلاں صاحب اسم اعظم جانتے ہیں اور اس اس طرح عمل کرتے ہیں۔ فرمایا اس سے یہاں بحث نہیں۔ بعض لوگوں نے یا اِجِبُّ یا قَبِّوہ کو اسم اعظم کہا ہے اور بعض نے لفظ اللہ کو اور بعض نے لفظ یا ہُو کو۔

میں نے ان سب ناموں کو زکوٰۃ دے کر پڑھا ہے اور اس میں بہت محنت کی ہے جو لوگ ایک گھڑی رات گزرنے پر بیدار ہو کر مجھ کو اپنی محنت دکھا رہے ہیں میری نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ میں نے اس میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ ایک مرتبہ

مضان شریف اسی میں گزرا۔ کہ روزہ رکھتا تھا اور تمام رات نہیں
 سوتا تھا اور مقررہ پابندیوں کے ساتھ نقش جلیل الوسط کی اسی طرح
 نکات دیے۔

لیکن حضرت سلطان المشائخ نے لکھا ہے کہ دنیا کا
 ترک کر دینا یہی اکہم اعظم ہے۔ جیسے ہی کہ دل میں دنیا ترک کر دینے
 کا ارادہ سمایا اور اس نے عملی جامہ پہن لیا پھر انسان جو کچھ چاہے وہ
 ہو جائے گا۔ اور اگر یہ چیز دل سے نہیں ہے تو کسی اکہم اثر ہی
 ملتا ہر نہیں ہو سکتا۔ یہ تمک کی طرح ہے کہ کھانے میں اگر بزار مسالے
 ہوں مگر نمک نہ ہو تو اس میں کوئی لذت ہی نہیں اور اگر کھانے میں
 صرف نمک ہی ہے تو بھی کھانا ایک طرح پر لذت نہ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد مولانا نے کتابوں کا تذکرہ فرمایا کہ ہمارے بچے عربی
 کتابوں جیسے شرح ملاح شرح عقائد وغیرہ کی بہت عزت کر کے ان کو
 جزدان میں نگاہ کے سامنے رکھتے ہیں اور یہ حقائق کی کتابیں جو مجھے
 بہت ہی عزیز ہیں، بچوں نے ان کو دوسری کتابوں میں اوپر تھے
 کر دیا ہے کیونکہ جن کتابوں سے ان کو کام ہے صرف انھیں کا
 ان کو خیال ہے۔

اجمیر شریف و غیرہ کا تذکرہ

اجمیر شریف جانے کا ذکر ہوا، فرمایا اگر میں اپنے ساتھ لکھنے کے لئے جاؤں

تو ایک حساب سے تکلیف ہے اور ایک حساب سے آرام میں نے
 عرض کیا کہ شریف لے جانے کا خیال ہے۔ فرمایا یہی خواجہ صاحب
 کے عرس میں، عرس کے بعد اتفاق ہوا تو ادھر آؤں گا ورنہ آگے
 چلا جاؤں گا۔ کیونکہ اورنگ آباد کے لوگوں کو میرا بہت اشتیاق ہوگا
 اور میں اس وقت دکن والوں کو بہت سے خطوط لکھ رہا ہوں اور
 ہمشیر کو لکھتا ہوں کہ میں حسب وعدہ آنے کو تیار ہوں۔

اور مولانا چب سے شریف لائے ہیں بارہا بیان فرمایا ہے کہ
 ہمشیرہ صاحبہ کو کعبہ شریف مدینہ شریف ساتھ لے جانے کا وہی
 ہے۔ میں اپنی ہمشیرہ کو لکھے دیتا ہوں کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کو جو کچھ
 دینا چاہتی ہیں علاحدہ دیدیں اور حرمین شریفین جانے کے لئے
 جس قدر کرائے کی ضرورت ہے اتنا الگ کر لیں۔ اس طرح آپ
 لڑکیوں کے بارے سے سبکدوش ہو جائیے گا۔ اگر میں اورنگ آباد پہنچا
 تو ایک رات سے زیادہ نہ کھڑ سکوں گا۔ جس دن پہنچوں گا رات بچ
 رہوں گا۔ صبح ہوتے ہی حرمین شریفین روانہ ہو جاؤں گا۔

اس کے بعد ابن تیمیہ کا ذکر آیا فرمایا کہ ان کے عزیز قریب
 نے حرمین شریفین میں آج کل اجتہاد شروع کر دیا ہے۔
 دلائل الخیرات کے نسخے جہاں پاتے ہیں جلا ڈالتے ہیں انھوں
 اکثر اپنے عزیزوں کو قتل کر ڈالا ہے، کہتے ہیں کہ ہم ابن تیمیہ
 اتباع کر رہے ہیں۔ یہ لوگ حنبلی مذہب (مسک) رکھتے ہیں۔ اتنے

میں میاں محمد واصل نے عرض کیا عبد الواحد واقف ہیں مولانا نے فرمایا ہاں عبد الواحد نے عرض کیا کہ غلام ان کے حالات سے خوب واقف ہے کہ حرم کے تمام رہنے والے عرب رحن کو رسول خدا سے حقیقی محبت ہے (اپنے گھروں میں ایسے لوگوں کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرنے۔ ان لوگوں تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ میں ہزار آدمی ہیں۔

اتنے میں ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آخر دلائل الخیرات کیوں جلاتے ہیں۔ فرمایا دلائل الخیرات درود شریفوں کا مجموعہ ہے اس کے یہ قائل نہیں حالانکہ حدیث شریف میں درود شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ اس لئے پڑھنا چاہئے۔ دوسری چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہوں بات یہ ہے کہ یہ لوگ حنفی مذہب والوں سے لہجہ رکھتے ہیں صرف کہنے کو یہ حدیث کے ولادہ ہیں بہت لوگ ان کے ساتھ ہو گئے ہیں جو اہل علم بستی ہیں مگر کوئی ان کو ایسی باتوں سے منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس کے بعد مولانا نے اس بیمار کا حال دریافت کیا جو فقیر کے گھر میں ہے حال سننے کے بعد ایک بیٹھا انار اس کے لئے درحمت فرمایا اور یہ بیمار صاحب میاں محمد واصل درویش ہیں یہ پہلے سپہ گری میں مشغول رہا کرتے تھے اس کے بعد خدا طیبی کا شوق ہو گیا اور درویشوں سے ملنے لگے چنانچہ حاجی پارسین کے پاس آئے جو محدث بھی تھے

اور درویش بھی شاہ جہاں آباد مسجد کے دروازے میں رہا کرتے تھے
ان کے مرید ہو گئے یہ حاجی صاحب مولانا سے بھی خلوص رکھتے تھے
اس وجہ سے میاں محمد واصل بھی ان کے ساتھ مولانا کی خدمت میں
پہنچ جایا کرتے تھے۔ کیونکہ مولانا کی محبت کا شعلہ ان کے دل میں بھڑکا
ہوا تھا حاجی صاحب کی زندگی ہی میں انھوں نے مولانا کی خدمت
میں آنا جانا شروع کر دیا تھا پہلے سے مشغولی کے عادی تھے مولانا
سے بھی اجازت لی تو وہ پر غالب آگئی کہ رات دن یاد خدا میں
مشغول رہتے لگے۔ قناعت، فقر، اور فاقہ ان میں بہت مستقل
مزاج ہیں۔ حضرت مولانا کے ارشاد کے موافق انھوں نے دکن
کی بھی سیر کی ہے اور حضرت صاحب قبلہ کی زیارت اور حرمین
شریفین کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ہیں آجکل مولانا کی
خدمت میں ذوق شوق سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صاحب
وجد و سماع (یعنی صاحب حال) بھی ہیں یہ صرف ان کا ظاہری
حال ہے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ کا تذکرہ

قدم بوسی نصیب ہوئی حضرت شیخ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ
تذکرہ ہوا کہ چھینٹ استعمال نہیں فرماتے تھے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ
کا یہ قول بیان فرمایا کہ ایک دن مجھ کو حضرت شیخ یحییٰ مدنی نے خرقہ

ایا۔ میں جو لباس پہنے ہوئے تھا وہ چھینٹ کا لباس تھا اس لئے
 اس لباس کو کہ میرے مرشد نے میرے بدن سے علاحدہ کر دیا،
 جب سامنے آتا ہے تو حجاب و نفرت ہوتی ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا
 حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی نے اہل و عیال کے ساتھ
 شاہ جہاں آباد میں ہر مہینے ۳ روپیہ ماہانہ پمدت تک بسر
 ہے۔ اس کے بعد ان پر خدانے فتوحات کا دروازہ بھی کھول دیا
 تاکہ وصال کے بعد وارثوں کو بہت جاگیر اور لاکھوں روپے

طیبوں کے علاج کا تذکرہ

دولت حضوری پسر ہوتی فقیر کے گھر میں جو بیماری ہے اس کا
 مال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ حکیم صاحب نے اب تک نسخہ تبدیل
 میں کیا ہے فرمایا اب تم حکیم صاحب سے کہو کہ میں ہمیشہ یہی
 نسخہ استعمال کروں گا۔ تو پھر وہ اسی وقت بدل دیں گے۔ کیونکہ
 میں نے بارہ بار آزمایا ہے کہ طیبوں کے مزاج میں ضد ہوتی ہے
 جیسے ہی ان سے کسی نے کسی بات کے لئے کہا تو وہ ہمیشہ
 اس کے خلاف حکم دیتے ہیں یہ لوگ دوسرے کے دخل دینے
 کو ذرا بھی پسند نہیں کرتے۔

اس کے بعد فرمایا کہ دکن میں ایک صاحب کبھی کبھی نسخے اور

دوائیں سیکھتے رہتے۔ کچھ دن بعد میں نے دیکھا کہ صوبہ دار کے گھر میں طبیب بنے بیٹھے ہیں بلکہ طبیعوں کے افسر ہو گئے ہیں صاحب مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ جب میری ملاقات کے آئے تو ان کی وارٹھی سفید نظر آئی میں نے پوچھا اس عمر میں سفید گئی کیا وجہ ہے کہا میں نے دوائیں استعمال کیں جس سے سفید آگئی کیونکہ نواب آصف جاہ جوان آدمی کو اعزاز ہی نہیں دے چاہے صاحب کمال ہی کیوں نہ ہو۔ یوں اپنا اعتبار قائم کرنے کے لئے میں نے دواؤں سے اپنی صورت کو سفید بنا لیا ہے تا تجربہ کار ثابت ہو جاؤں۔

اس کے بعد خواجہ احمد خاں قوی جنگ کا ذکر آیا۔ ترک تازہ خاں کے بیٹے اور حضرت مولانا کے قدیم دوستوں ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ان کا خط آیا ہے کہ شاہ جہاں آ رہے ہیں جو ہماری جو بلیاں ہیں اگر آپ کی مرضی ہو تو کرائے پر اٹھائے کے لئے اپنے آدمی کو لکھ دوں۔ میں ان کو اس کا جواب لکھنے ہوں کہ ایک قدیم دوست اس کے لئے کیسے تیار ہو سکتا۔ اگر تم خود تقدیر تم سے خدمت کر سکتے ہو تو کرو۔ ورنہ یہ کہ ہم جو بلیاں کو قبضہ و تصرف میں لائیں اور کرائے پر اٹھائیں اور پھر ہر مہینے کرایہ وصول کیا جائے یہ جھگڑا ہم سے نہ ہوگا پھر یہ بھی ملے یا نہیں، یہ بھی لکھنے والا ہوں کہ کیا تم میرے مزاج سے واقف

ہیں ہو، مدت تک ایک ہی جگہ ہم تم رہے ہیں پھر تم اس قسم
باقیوں کیوں لکھی ہیں۔

ایک اور تذکرہ (قیدی سے نیک سلوک)

حضورِ حاصل ہوئی۔ تذکرہ ہوا کہ فلاں شخص آپس کے جھگڑوں
وجہ سے کوتوال کے یہاں قید ہو گیا ہے، اسے بہت تکلیف ہے۔
مولانا نے فرمایا اگر کوئی جسے روٹی پہنچا سکتا ہے تو میں اس کو ایک روپیہ
دوں گا۔ اتنے میں کسی نے عرض کیا کہ سرکاری داروغہ صاحب آئے
ہیں۔ فرمایا بلاؤ۔ وہ آئے مولانا نے فرمایا کہ جس قیدی کے پاس تم کو
بھیج رہا ہوں۔ یہ میرے مریدوں میں نہیں ہے اور نہ میری اس سے
کوئی پہچان ہے لیکن میں نے آثار شریف کی درگاہ میں اس کو قرآن
شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لئے میں اس کی سفارش
کر رہا ہوں۔

امید ہے کہ اس معاملے میں تم کوشش سے دریغ نہ کرو گے
انہوں نے کہا انشاء اللہ روٹی اس آدمی کو پہنچا دوں گا مولانا نے
فرمایا یہ روپیہ لو اور اس روپیے سے کئی ہوئی روٹی اس کو
پہنچا دو۔

اس کے بعد ذکر آیا کہ آج کل منحل اوگ بہت داخل سلسلہ
ہورہے ہیں یہ سلام علیک کی آواز کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے

عرض کیا کہ اس سقہ (بھشتی) کو اس کی برکت ملی ہے جو رات دن
 کی خدمت میں حاضر رہتا ہے اور بلند آواز سے سلام علیک کا
 پہلے یہی طریقہ تھا اب بھی بہت لوگ ایسا ہی کرتے ہیں اور یہ سقہ
 کے دوستوں میں بے مسجد میں پانی بھرتا رہتا ہے مولانا نے اس
 پر حید کہا کہ پانی بھرنے کی تنخواہ لے لو مگر کبھی اس نے یہ بات
 نہیں کی۔ اس وقت مولانا نے فرمایا یہ بھشتی جو مسجد میں پانی بھرتا
 تم دیکھو گے اس کی محنت انشاء اللہ ضائع نہ ہوگی خدا اس کو ایسا
 عطا فرمائے گا کہ تم لوگ خوش ہو جاؤ گے۔

مختلف تذکرے

دولت مشاہدہ پسر پوٹی۔ پہلی جمادی الثانی ۱۱۸۶ھ کا ذکر
 ہے کہ حضرت مولانا شدید بارش کی وجہ سے ایک بئے کی دوکان پر
 تقریباً سو دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پہلی رپڑانے زمانہ
 کی بیل گاڑی بھی ساتھ تھی۔ تین دوستوں کو اس پر سوار کر دیا۔ مگر
 خود پیدل روانہ ہو گئے۔

فقیر اور محمد افضل ایک رتھ پرانے زمانے کی بیل گاڑی پر
 سوار ہو گئے یہاں تک کہ حضرت قطب الاقطاب کی درگاہ کے قریب
 پہنچ گئے۔ وہاں تالاب کے پاس ایک اونچی نیچی جگہ ہے۔ ایسی جگہ پہلے
 اور رتھ کا چلنا دشوار ہوتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ یہاں پہلے

رے کے قریب ایک شکستہ مکان تھا کسی صاحب نے اس کو درست
 یا تھا۔ فرمایا اس جگہ کو درست کرا کے تم مکان بنوادو چواخراجات
 ماہم سے لے لینا۔ اس کے بعد جس رتھ میں کہ یہ فقیر اور دوسرے
 ذمی تھے۔ اس میں مولانا بھی سوار ہو گئے۔

پھر مولانا نے فرمایا۔ نواب زینت محل، شاہ عالم بادشاہ وقت کی
 مدد نے ایک رتھ سواری کے لئے نذر کیا ہے۔ حکیم میر محمد افضل جو
 صاحب سے توسل رکھتے ہیں وہ اس کو اس لئے لائے ہیں کہ میں
 وارہو اکروں اور ان کے ساتھ جایا کروں میں نے کہہ دیا کبھی
 اس پر بیٹھ جایا کریں گے مگر آج تم ہمارے ساتھ چلو۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں وطن میں پاکی پر بہت سوار ہوا ہوں،
 زولی پر بھی سوار ہوا ہوں۔ زیادہ تر گھوڑے پر سوار ہونے کا مروج
 ملا ہے اور میرے سواری کے گھوڑے پر کوئی دوسرا سوار نہیں ہوتا
 تھا میری سواری ساوہ طریقے کی تھی ساز و سامان والے گھوڑوں
 پر اجاب سوار ہوتے تھے۔ یہ ساز تقریبی اور طلائی تھا اسی قسم کے
 چالیس پچاس گھوڑے تھے میری سواری والے گھوڑے سے پر
 اس قسم کا ساز نہ ہوتا تھا جس کو ہندی میں کندہ و پٹہ کہتے ہیں۔
 فقیر نے عرض کیا کہ جنگ میں آپ بعض وقت ہاتھی پر بھی تو سوار
 ہوئے ہیں فرمایا ہاں۔ شہر میں بھی۔ اور جنگی سفر میں بھی۔ ہم ہاتھی پر
 بہت سوار ہوئے ہیں۔ لیکن صرف رات میں دربار سے پاکی پر سوار

ہو کر آیا کرتے تھے۔ اور میں پاکی پر سو بھی جاتا تھا۔ میں نے پاکی
 کہا روں سے کہہ دیا تھا کہ اگر چکونٹہ آجائے تو نہ جگائیں اور اسی
 پاکی کو گھر میں لا کر رکھ دیا کریں چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا جب میں
 ہوتا تو پھر اٹھ بیٹھتا تھا۔

بی بی صاحبہ اور بی بی زینب اور والدہ حضرت سلطان المش
 کے عرس کی رات میں خادموں کی ناخوشی کی وجہ سے جوان
 آپس میں ہے یہ طے ہوا کہ آدھے لوگ آج کی رات حسب دستور
 دیں گے اور نصف خادم دوسرے دن۔ حضرت مولانا نے فرمایا
 کہ یہی ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا
 کی زیارت کا دو دن موقع مل جائے گا۔ چنانچہ دو دن اسی طر
 وہاں رہے اور ایک رات بی بی صاحبہ کے مزار پر رہے۔

حضرت مولوی روم رحمۃ اللہ علیہ کے مرس کا تذکرہ

قدم بوسی کی دولت میسر ہوئی۔ فرمایا۔ آج مولوی روم کا عرس ہے اگر
 نے نواز مل جاتا تو میں اس سے کتنا کہ بچاؤ سناؤ۔ دو روپے اس کے
 موجود ہیں۔ یہی موقع ہے۔ اس کے بعد جب حاضری کا اتفاق ہوا
 حضرت مولانا روم کے فاتحے کا حلو اعنایت فرمایا کہ تمہارے بچوں
 حصہ ہے۔ اور یہ تم اپنا حصہ الگ لو اور جو دوست موجود تھے ان سے
 کہا کہ سب مل کر بیٹھ جائیں اور مرزا ظریف بیگ کو جو اشعار منطق الطیر وغیر

تھے ان سے کہا کہ نثنوی کے طرز میں خوش الحانی سے پرہیز
 وستوں کو ذوق ہو اور لطف اٹھائیں چنانچہ انہوں نے کچھ
 لکھے۔

اس کے بعد مرزا قطب بخش جو طریقے میں داخل ہو چکے ہیں
 صالح نوجوان، پاکیزہ طبیعت سپاہی ہیں ان سے ہندی دوہوں
 لکرائش کی یہ صاحب اکثر مولانا کو اشعار سنایا کرتے ہیں۔ خوش و
 ش بھی لکھتے ہیں۔

اس کے بعد شاہ ظہور اللہ کو بھی نثنوی کے اشعار سنانے کا حکم
 پھر کیا تھا دو وستوں پر ایک خاص شورش اور کیفیت طاری
 ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد مغرب کی اذان کی آواز آئی تو مولانا نے
 نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ الحمد للہ علی ذالک (اللہ کا
 لہ اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں)۔

قطعہ تاریخ متعلقہ ترجمہ

بارشاد جناب حضرت قیصر میاں صاحب
 ہوئی تیار فخر الطالبین اردو میں عصریہ
 ندائے غیب آئی اس کا کو یہ فضل خالق سے
 کہ سال ترجمہ لکھو۔ کتاب بزم فخریہ

۱۳۶۶ھ

تاریخ طبع

ہے فخر الطالبین کا ترجمہ یہ
 جزاک اللہ شمیم مصر فخری
 طباعت کی لکھو تاریخ کے ورہ
 بچکان اللہ۔ نسیم مصر فخری

۱۳۸۰ھ

تکمیل

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے۔ غازی الدین خاں نظام
صاحب کی تصنیف ہے۔ انہوں نے اسی کتاب میں تذکرہ کیا ہے
واب نظام الملک میرے دادا تھے۔

صوبہ داری اورنگ آباد کن کے دفتر میں۔ جب میں سرکاری
مست سے متعلق تھا اس وقت میں نے وہاں کی مطبوعہ کتاب
”پہرہ آصفیہ“ سے استفادہ کیا تھا۔ اس کے چوٹ میرے پاس ہیں
میں سے ظاہر ہے کہ نواب نظام الملک آصف جاہ اول تھے۔
الدین خاں ان کا نام تھا۔

مصنف نے آصف جاہ اول سے جو خصوصیت ظاہر کی
ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آصف جاہ اول کو حضرت مولانا
نور محمد کے والد کی دعا سے دکن کی سلطنت ملی تھی ہمارے کتاب (تذکرہ
ولیاؤ اللہ اورنگ آباد کن) میں اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

اورنگ آباد کن کی خاتقاہ میں۔ حضرت قیصر میاں صاحب
میں وقت سجادہ نشین ہیں۔ چونکہ مجھ کو ان کے والد صاحب اور چچا

صاحبان کی خدمت میں نیاز حاصل تھا اس لئے جناب قیصر میاں
 بڑی عزت اور عنایت فرماتے تھے درگاہ کی مسجد کی امامت مجھ
 متعلق فرمادی تھی۔ جمعہ کی نماز بھی پڑھاتا رہا ہوں۔ انھیں کتاب
 پر کتاب زیر نظر کا ترجمہ ہوا۔

جس مکرے میں حضرت مولانا فخر پیدائے تھے اس
 کئی بار بیٹھنے اور قوالی سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ حضرت موصوف
 ارشاد پر حضرت مولانا فخر کی شان میں کئی چیزیں لکھی گئیں۔ خصوصاً
 ”رنگ“ ہر سال عرس میں گایا جاتا تھا تو محفل کا عجیب رنگ
 تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی چیزیں ہیں عقیدتاً ان کو اس کتاب
 آخر میں شریک کر دیا گیا ہے۔

نوشتہ بک اندر سیدہ سفیدہ
 نویسیدہ رانیست ذرا امید

میرزا علی درو کا کوری
 (قلندری انوری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لہم نپہلی معبود (خدا) کی بے شمار حمد ہے اور اتنی محبوب
 خدا رسول اللہ کی بے انتہا تعریف۔ جن کی یہ حدیث قدسی ہے۔
 فی اللہ فرماتا ہے۔

تَکُنْزًا خَفِیًّا فَاحْبَبْتَ اِنْ اَعْرَفْتَ فَخَلَقْتَ الْخَلْقَ
 میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ پھانسا جاؤں اس لئے
 مخلوق کو پیدا کر دیا۔

یہی محبت کی تخم پاشی ہے۔ حق کے ظہور کے جن میں حضور
 لی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھل افشانی کا لباس پہنے ہوئے ہیں۔ محبوبیت کے
 رے خاص منظر ہر سیراب ہو کر کامل طور پر پھول پھل رہے
 ہیں۔ برگزیدہ شانوں کی مٹھاس پھل لارہی ہے۔ حق کے شہود
 زبردست بجلی نردیوں کے دل پر چمک رہی ہے۔ یہاں تک
 اس کے آفتاب کی تجلی سے دو سنتوں کی روح روشن ہو گئی۔

رَبَّاعِی

وہ بے مثال خالق جس کے برابر کوئی نہیں
 اس کی شانوں اس کے سوا غیر نہیں

اس خالق بے مثال کش ہمتا نیست
 در کل شیوں غیر او پیدا نیست

ہر مویہ او دن کش اہل نظر سنت
دل مردہ بوداں کہ بردشید انیسیت

اہل نظر کے لئے ہر مویہ کا جلوہ دکھ
وہ دل زندہ نہیں جو اس پر شید

ایسے منظر پر لا محدود درود۔ بے شمار صلوات جن کی۔ لولاک
شان ہے۔ ایسی شان جو ربوبیت کی نشانی کو ظاہر کرتی ہے۔ ظہور کا میرا
جن کے جھنڈے کے نیچے ہے۔ ان کی عہدیت (بندگی) نے سلطانی
بلند کیا اور جن کی محبت نے جیبی کا کام انجام دیا۔ ان کا شرح صدر
صبح صادق ہے جس نے صدیقیوں کے چہروں کے عارض کو بے نقاب
کر دیا ہے۔ اور ان کے عشق کے آفتاب کی چمک نے دل روشن کر دیا۔
ہیں۔ جو ان سے واقف ہوا اللہ سے واقف ہو گیا۔ اور ان میں فنا ہوا
فانی فی اللہ ہو گیا۔ اللہم علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔

نعتیہ مشنوی

فروزاں آفتاب چرخ سرمد
چراغ راہ حق جوئے محمد
از نور نبوت انبیا را
وز و فیض ولایت اولیا را
چو محبوب ازل شد جلوہ آرا
برآمد خویش را کرم تماشا

سرمدی آسمان کے روشن آفتاب
اللہ کا راستہ دکھلانے والے محمد چراغ
انبیا کی نبوت کا نور انھیں سے ہے
اولیا کی ولایت کا فیض انھیں سے ہے
ازلی محبوب جب جلوہ آرا ہوئے
اپنے محبوب کو دیکھنے کیلئے (اللہ) خود سرگرم تماشا ہوا

اللہ نے اپنے دیکھنے کا آئینہ بنا کر
 اس میں اپنا عکس ڈال دیا
 (جن ازل کے عکس نے کس طرح جلوہ خانی کی
 پھر عشق بازی میں بالکل مصروف ہو گیا
 احمد آئینہ اور اس میں احد جلوہ گر ہے
 کیا بیان کروں احمد عین نور ذات ہے
 الف نے میم میں اپنے لب کو چھپا لیا ہے
 دوسرے میم نے نقاب کا کام دیا
 اس صورت سے آپ امتوں کے ہادی ہو گئے
 قدم کے نقش کا محمد نام پر لگ گیا
 یہ ایک دم اگر بے حجاب ہو جائے
 تو سب نگاہوں کو احد نظر آنے لگے
 اگر چہ خدا نظر آنے والی چیز نہیں
 (لیکن محمد کی صورت میں) حق کا
 جلوہ دلوں کو مسرور کرتا رہتا ہے

تے خوشن آئینہ ساخت
 یا آئینہ عکس خویش اہرخت
 ن خویش با صد جلوہ سازی
 سرگشت جو عشق بازی
 در جلوہ مرآت احمد
 تم عین نور ذات احمد
 در میم خود را کردہ پہناں
 دیگرش افزو کتماں
 یں پیرایہ شد ہادی احمد را
 نام زد نقش قدم را
 از رخ افکند این پر وہ یکبارہ
 رگرد از اں مشہود انظار
 مرفی ذات پاک اوست ہر چند
 ردل را بجلی ہاش نور سند

آن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آل و اصحاب
 پر اختیار پر اور ان اصطفیٰ کے گلدستوں پر جو رنگ برنگ صفا
 لے آسماں کے آفتاب ہیں۔ ان پر بے شمار درود۔ اور دین مبین

کے ارکان چار و اماموں پر بھی جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اللہ
رحمت ہو۔ کہ اللہ ان سے راضی ہوا۔

خلاصہ خاندان رسالت و سیادت قطب ربانی محبوب
ابو محمد سلطان سید محمد عبدالقادر حیلانی الحسینی الحسینی رضی اللہ
پر بھی اللہ کی رحمت ہو۔

عنبر کی خوشبو والا قلم ذوق و شوق کے نعروں میں
کی داستان بے لیل کی طرح بیان کرنے کی فکر میں ہے اور
ہزار داستان لکھنے کی دُھن میں اس طرح گوہر نشاں ہے اور
الصلوة واکمل التحیات آن حضرت رصلى الله عليه وآله
کی حدیث شریف ہے۔

من احب شيئاً اكثر ذكراً
جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا اکثر
ذکر کرتا رہتا ہے۔

یہ کمترین فخری درگاہ کے ادنیٰ غلاموں میں ہے اور
کی نگاہ تبسم کا خرید ہوا ہے۔ تریبۃ الواصلین، قدوة العالمین
رمزدان اسرار ربانی، سیدی، سندی، مرشدی، قبلہ الصوفیاء
کعبۃ المراد، مولانا محمد فخر الدین وہ بزرگ ہیں جن کو آن
رصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء محب
کہتے ہیں۔

۵۔ آں کہ نامش چو برہم نذر کنہم لخت جگر
 بر کشم شیرۃ جاں را و زباں سازم ترلہ
 کمترین نے موصوف کے حالات اکثر نظم کئے ہیں۔ اور خدا
 کے فضل سے ان کی بزرگی، ان کے رشد و ہدایت، ان کے خرق
 عادت، کو اب نثر میں جمع کر کے **مناقشہ فخریہ** نام رکھ دیا
 ہے۔ اس میں پانچ باب ہیں۔

پہلا باب:۔ حالات ہیں۔

دوسرا باب:۔ عادات و اطوار ہیں۔

تیسرا باب:۔ کرامات و خرق عادت ہیں۔

چوتھا باب:۔ سماع کے طریقے ہیں۔

پانچواں باب:۔ طور اور تربیت ہیں۔

————— ❦ —————

۱۔ یعنی چاہتا ہوں کہ روح کے شیرے سے زبان تڑکرتے ہوئے آپ کا نام لوں پھر
 جگر کا ٹکڑا تڑ میں پیش کر دوں۔ درد کا کوروی۔

پہلا باب

حالات میں

حضرت مولانا شاہ نظام الدین چشتی (کاکوروی) اورنگ آبادی
 آپ کے والد صدیقی نسب رکھتے ہیں۔ حضرت موصوف کے ہزاروں
 مرید اور ان میں سے اکثر صاحب حال اور صاحب کمال بھی گزرے
 ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں نے مردے بھی زندہ کئے ہیں۔
 آپ کا اصل وطن پوربے ہے وہاں سے تحصیل علم کے لئے

سے اورنگ آباد کن کے اولیاؤں کا ہم نے تذکرہ لکھا ہے۔ اس میں
 وطن وغیرہ کی تفصیل دیکھئے۔ درد کاکوروی۔

ماہ جہاں آباد (دہلی) آئے اور یہاں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی برمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ اُن کے یہاں پہنچے تو حضرت شیخ کلیم اللہ نے یہاں گانے کی مجلس ہو رہی تھی اور مقررہ شرائط کے مطابق مجلس سماع میں اغیار کو جانے کی اجازت نہ تھی، آپ نے دستک دی۔ حضرت شیخ صاحب کے مریدوں میں سے ایک صاحب آئے اور موصوف بلے۔ پھر اندر جا کر حضرت شیخ صاحب کو اطلاع دی، آپ کا نام اور حال بیان کر دیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ بلا لو انہوں نے عرض کیا یہ ایک اجنبی صاحب ہیں اور اجنبی (غیر) کے لئے تو محفل سماع میں آنے کی ممانعت ہے۔

زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوا کہ یہ صاحب اجنبی (غیر) نہیں ہیں۔ اتنا سنتے ہی انہوں نے حضرت نظام الدین کو اندر بلا لیا۔ حضرت شیخ کلیم سے پیش آئے۔ آپ نے شاگردگی کا ارادہ ظاہر کیا۔ شیخ صاحب نے ہمیشہ کے لئے قبول و منظور کر لیا۔ آپ مہمانوں کی طرح رہنے لگے۔ حضرت شیخ کے مریدوں کی حالت اور ذوق و شوق دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔

ایک دن حضرت شیخ یحییٰ مدنی کا مرید جو ساکن مدینہ اور شیخ یحییٰ کے پاس سے آیا تھا۔ اس نے جیسے ہی شیخ کلیم اللہ کو دیکھا بے ہوش ہو کر گر پڑا، حضرت نظام الدین کو بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ ان کو ایسی کیفیتیں دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے پوچھا سب نے کہا ایسے ہی کیفیات ہوتی ہیں۔ یہ حالات

دیکھ کر اعتقاد اور ارادت میں اور بھی تقویت ہو گئی۔ انتہائی ارادہ اور خلوص سے شیخ کی خدمت کرنے لگے۔ آخر ایک دن نصیب ہو گیا اٹھا اور کل اہل ماہر ہوں باوقاف ہمارے ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے نے نقاب الٹ کر معنی کے چہرے کو روشن کر دیا۔

(جب مجلس سے) حضرت شیخ آٹھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ نے عقیدت مندی سے نعلین مبارک سامنے لا کر رکھ دیں تو حضرت نے ننگاہ عنایت سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ باطنی علوم کی کتابوں کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے۔ اس پر حضرت شاہ نظام الدین نے خادمانہ انداز میں عرض کیا۔

سپردہ تو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را
 اتنا سنتے ہی حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کو یاد آ گیا کہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی نے فرمایا تھا کہ نظام الدین نام ایک طالب تھا رہے پاس آئے گا وہ یہ شعر پڑھے گا (جو اوپر لکھا گیا) وہی ہماری نسبت کا مالک ہو گا۔ اس لئے حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی نے۔ ان الذین یبایعوننا انما یبایعون اللہ و اللہ فوق اید بصر۔ کے تحت ان کو مرید کر لیا۔

۱۰ (ترجمہ) کسی پیشی کا حساب آپ جاننے میں نے تو اپنا مرید یہ آپ کے سپرد کر دیا ہے۔
 ۱۱ یہ قرآن شریف کی آیت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے نبی آپ سے جو بیعت کرتے ہیں۔ (آپ کے مرید ہوتے ہیں) وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ درد کا کو

کچھ دن اپنے پاس رکھ کر مختلف نعمتوں سے سرفراز کرتے ہوئے سرزمین
ن کی طرف جانے کا حکم دیدیا کہ وہاں جا کر مخلوق خدا کی ہدایت یعنی
سلام کی تبلیغ میں مصروف ہو جائیں۔ نواب نظام الملک آصف جاہ
پاس راقم کے دادا تھے وہ آپ کے مرید ہو گئے۔

شرف و ولایت آثار خواجہ کامگار خاں جو آپ کے مقرب خلیفہ
ہیں انہوں نے ایک کتاب آپ کے حالات وغیرہ میں لکھی ہے جس کا نام احسن الشائل

ہے۔

اگرچہ یہ نسخہ حالات کے لحاظ سے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ تاہم
اس سے طالبوں کے ذوق شوق میں ترقی ضرور ہوتی ہے۔ اس احقر
نے بھی ایک ثنوی "تخریۃ النظام" لکھی ہے۔
حضرت مولانا فخریحی والدہ سید محمد بندہ توار گیسو دراز کے خاندان
سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کمترین غلام کی دادی کی بہن ہوتی ہیں۔
حضرت مولانا فخریحی ۱۱۲۶ھ میں فرخندہ بنیاد اورنگ آباد دکن میں
پیدا ہوئے۔ جب حضرت شیخ کلیم اللہ کو آپ کے پیدا ہونے کی اطلاع
 ملی تو انہوں نے ایک خاص لباس آپ کے لئے بھیجا اور حضرت شاہ
نظام الدین کو "مولانا فخر الدین" نام رکھنے کے لئے تحریر فرمایا اس کے

۱۔ اورنگ آبادی دوست جناب گیسو دراز خاں صاحب نے بیان کیا تھا کہ
اس کا قلمی نسخہ میرے پاس ہے۔ درو کا کوہ وی۔

علاوہ اور بہت سی بشارتیں بھی تحریر فرمائیں۔

بعض سات سال مولانا فخر کوٹن (تہودہ کافی) کے پانچ دانے
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خواب میں عطا فرمائے۔ جب بری
ہوئے تو یہ دانے ہاتھ میں موجود پائے۔ بنور باطن آپ کے والد ماجد
اس مقصد پر مطلع ہو گئے اور کہا اسے فرزند تنہا نہ کھانا۔ چنانچہ انھوں
نے ان دانوں کو والد کے سامنے پیش کر دیا۔ والد نے کچھ دانے نوش
فرمائے اور باقی مولانا فخر نے کھائے۔ اس فخر خاندان کو والد بہت چاہتے
تھے اور ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے۔

شہر میں ایک صاحب کمال مجذوب رہتے تھے وہ اکثر حضرت
شاہ نظام الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مولانا فخر کو گود میں لے کر
کھلایا کرتے، ایک روز چاہا کہ کچھ تصرف سے کام لیں۔ حضرت صاحب
شاہ نظام الدین نے ان سے کہا آپ کی توجہ کا بہت شکر یہ لیکن تصرف
سے معاف رکھنے مجھ کو اس بچے سے بہت کام لینا ہیں۔ محبوبیت کے
چمن کا یہ پھول صاحب حال اور صاحب کمال تھا حضرت صاحب
قبلہ جو کچھ راز و نیاز رکھتے تھے یہ بات کسی کو حاصل نہ تھی۔

مولانا فخر کے بڑے بھائی غلام محمد اسماعیل دنیا کی طرف
زیادہ متوجہ تھے۔ ان کو حضرت صاحب قبلہ نے کامکار خاں کامریہ
کر دیا تھا۔ تین چھوٹے بھائی اور تھے۔ غلام معین الدین۔ غلام
پہاؤ الدین۔ غلام کلیم اللہ۔ یہ مولانا فخر کے مرید تھے۔ لیکن یہ

وں حقیقی برادر نہ تھے۔

اب مولانا فخر (۱۶) سال کے تھے کہ حضرت صاحب قبلہ کے

صال کا زمانہ قریب آگیا۔ اس وقت قاضی کریم الدین خاں (جو

حضرت صاحب قبلہ کے داماد تھے وہ) حاضر تھے ان سے کہا کہ میرے

رزد مولانا فخر الدین کو جلد بلاؤ۔ انھوں نے بلا لیا، یہ آئے تو حضرت

صاحب نے پٹا لیا اور تھوڑی دیر تک سینے سے لگائے رہے

دھر تمام باطنی نعمتیں ان کو عطا فرمادیں ادھر روح پر فتوح عالم

قدس کو پرواز کر گئی اور جسم کو آرام مل گیا۔

مولانا اس واقعے کے پیش آجانے سے بے اختیار گر پڑے۔

۱۱۴۲ھ میں یہ سانحہ پیش آیا تھا۔ حجتہ بنیاد اور نگ آباد میں حضرت

صاحب قبلہ یعنی شاہ نظام الدین کا مقبرہ ہے ایک عالم زیارت

سے مشرف ہوتا رہتا ہے۔ ہر سال آپ کے عرس میں کثیر جمع ہوتا

ہے۔ طیب اللہ شراہ و جعل الحجتہ مشواہ۔ الا ان اولیاء اللہ لا یقولون

بل یتقلون من داری الی وارثہ

حضرت صاحب کی رحلت کے بعد مرشد زادے نے مرتبہ

فضیلت حاصل کرنے کے لئے ہمت باندھی تین سال میں تمام

لے (ترجمہ) اللہ ان کی جگہ کو خوشبودار بنائے اور جنت میں جگہ دے۔ آگاہ ہو جاؤ اللہ کے

مرتبے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں۔ درد کا کوہ روی۔

کمال علم حاصل کر لیا۔

العلماء المناء اللہ (علماء اللہ کے ابن ہیں) والنظر علی
 وجه العالم عبادہ کا (عالم کے چہرے پر نظر ڈالنا عبادت ہے
 ان نادر فضیلتوں سے مولانا نے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا۔ پھر وہ سا
 تک آپ نے رات دن بڑی بڑی ریاضتیں کیں کہ عقل ان کے
 اور اک سے عاجز ہے۔ آپ ایسی منزل پر پہنچ گئے کہ حق کے سوا
 کوئی نظروں میں نہ رہا۔ انتہائی عقل رسا اور فہم بلیغ کے لحاظ سے آپ
 ظاہری طور پر ایسا رندانہ طریقہ اختیار کیا کہ ظاہر میں حضرات کے
 الدم ڈگمگانے لگے اس طرح حقیقی طالبان حق کی جانچ اور امتحان
 منظور تھا) یہاں تک کہ آپ کی طرف سے لوگ بدگمان ہو گئے اور آپ
 کے قیمتی اوقات میں خلل ڈالنے لگے۔ حاسدوں نے برا کہنے کے
 لئے اپنی ایک ٹولی بنائی تھی مولانا کے دوستوں کو بہت برا معلوم
 ہوا۔ خدا نے آپ کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھا۔

بدلتوں کو آپ نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمت یار خاں (را
 کے چچا) ان دونوں کے ساتھ آپ فوج کشی اور شمشیر زنی میں مصروف
 رہے۔ اس حالت میں بھی ہمیشہ روزہ رکھا کرتے۔ زبان مبارک
 سے فرماتے "میں تمام رات پال میں تہنہا بیدار۔ اور یاد خدا میں مشغول
 رہتا ہوں پھر دوسرے ظاہری کاموں کی طرف بھی متوجہ نہ ہونا
 پڑتا ہے مگر خدا کی یاد سے غفلت نہیں رہتی یہ خدا ہی کا احسان ہے

نے بعض عملوں میں چالیس دن تک ایک ہی لباس میں زندگی
روی لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ کپڑے نہ بدلنے کی کیا وجہ ہے۔
ان اللہ مولانا کی منانت اور ہمت پر آفریں ہے۔

فرمائے تھے کہ ہمت پارخاں کہمیا بنایا کرتے تھے۔ اور فوج کی
بھی تنخواہ طلب کی جاتی دیتے رہتے۔ مجھ سے خوشامد سے کہتے کہ
کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس کو ضرور
سہ لیں۔ زندگی کا کیا اعتبار دنیا فانی ہے۔ میں نہ ہا تو یہ علم بھی
مارہے گا۔ مگر ہم نے کہمیا بنانا سیکھی نہیں۔

آپ سے میں نے ایک اور قصہ بھی سنا ہے وہ یہ کہ ہمت خاں
ہاقلے کی طرف فوج کشی کے لئے جا رہے تھے تو وہاں ایک سانپ
ما کوئی جاندار اس سے بچ نہیں سکتا تھا۔ غدار لشکر کو گاؤں والوں
، اسی جگہ ڈیرہ لگانے کی رائے دی تھی۔ ہم لشکر سے کچھ دور ہرے
بحسب معمول علیحدہ مشغولی میں مشغول ہو گئے۔ مشغولی کے لیے
م نے ذرا آرام کیا تھا کہ سبز رنگ کا چھوٹا نڈہرا لودر سانپ درخت
ہ ہمارے سامنے آکر گرا دیکھتے ہی میں نے اس کو حملے کا موقع نہیں دیا
کٹاری میان سے نکال کر اس کے سر پر ماری وہ اتنا ترپاکہ
س کی انتہا نہیں مگر خدا کے فضل سے میں نے اس کو مار ڈالا۔
خیر معاوم ہوا کہ یہی سانپ تھا جس سے کوئی جاندار بچ کر نکل
سکتا تھا۔

بندے کا خیال ہے کہ اس میں بھی حکمتِ الہی تھی۔
حضرت سوکانا دافعِ بلیات ہیں۔ خدا نے اس طرح
کی حفاظت کا انتظام کر دیا۔ بیت۔

<p>اگرچہ خود حق دنیا کا انتظام کرے لیکن اپنے خاص بندوں پر اس کی اللہ والوں کا ہاتھ دراصل ان کا وجود بے تکلف حق ہی کا شہود</p>	<p>گرچہ حق خود می کند کار جہاں داشت بر خاصان خود بنیاد آں دست انیاں در حقیقت دست اوست ہست ایماں بے تکلف ہست اوست</p>
---	--

یہ جہاں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث میں
آئی ہے کہ۔ اولیائی تخت قبائی لا یعرہم سوائی۔ ایسے
کی شان میں ہے اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ میرے اولیاء
کے نیچے ہیں۔ میرے سوا ان کو۔ کوئی پہچانتا نہیں۔ گویا در
میں سما یا ہوا ہے یا ایک آفتاب ہے جو در پردہ جلوہ گر ہے

<p>آپ کا زیبا قد اور حسن کتنا یہ دل آرائی کی شان کتنی اچھی موسم کم نظری پر اداؤں کا لے محبوب تیری شوخیوں</p>	<p>حسن و قدریائے تو می زید بس وین شان دل آرائے تو می زید بس بایں نگہ کم چہ ادا ہا داری لے شوخ من این ہائے تو می زید بس</p>
--	--

اس خزانے کے جمع کرنے میں اللہ کی حکمت پوشیدہ تھی گویا جناب باری نے
 اس طریقے سے اپنی نعمتوں کو ہم لوگوں کے لئے مخصوص فرما دیا تھا، اس کے لحاظ سے
 باب ہتیا کر دے اور جب مخلوق کو اس سے نفع پہنچانا منظور ہوا تو خدا نے مولانا کی
 ریت اور مولانا کے قریب بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا ہم لوگ ادب کی وجہ سے بہت کم
 رستہ طریقے کو کام میں لاتے تھے تاہم آپ کے کمالات کی جستجو میں لگے رہتے جب مولانا
 اس کی خبر ہوئی تو مولانا اور نگ آباد چلے گئے۔ گویاں بھی یہ کیفیت رہی کہ حضرت شاہ
 امام الدین کے ایک خلیفہ صاحب کمال نے دل سوزی اور خیر اندیشی کے لحاظ سے مولانا
 خدمت میں نصیحت اور عقیدت کے طور پر کچھ عرض کیا، مولانا نے اسے کمال کو پوشیدہ
 کہتے ہوئے کچھ زندانہ جواب دے کر فرمایا۔ بشریت سے کوئی بشر خالی نہیں۔ دعا کرو
 جیسا ہونا چاہئے اللہ ویسا کر دے اور جو بات نہ ہونا چاہئے وہ نہ ہو۔

ایک دن صبح مولانا کو نہ معلوم کیا خیال آیا کہ قوت باطنی سے ان
 کی نسبت سلب کر لی چونکہ وہ بھی باکمال انسان تھے سمجھ گئے اور مغانی
 چاہی اور عرض کیا کہ محض خیر اندیشی اور خیر طلبی کی نظر سے اس نیا بند
 نے ایسا کہا تھا۔ الحمد للہ جیسا دل چاہتا تھا میں نے آپ کو ویسا ہی پایا۔
 اب معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے آپ کو بہت چھپا کر رکھا ہے۔ اس کے
 بعد مولانا نے سلب شدہ نسبت کو انھیں واپس کر دیا۔

اسی زمانے میں ایک اور قصہ رنگ لایا وہ یہ کہ ایک شخص کسی
 امیر آدمی کا خون کر کے بھاگا ہوا آیا۔ اور پناہ چاہی مولانا نے اس کو
 چھپا دیا اور جب مقتول کے وارث سراغ پا کر یہاں آئے۔ اور فریاد

کی تو مولانا نے فرمایا اگر میرے مکان کا پتہ ملا ہے تو مکان حاضر
 ڈھونڈ لو۔ ان کی اتنی ہمت نہ تھی۔ واپس چلے گئے۔ مگر اس تاک
 رہے کہ جب کبھی یہاں ملے تو اس سے بدلہ لیں۔

حضرت مولانا نے اس قاتل سے کہا کہ دیکھو تمہارے بچے
 ایک ہی صورت ہے کہ تم یاد الہی میں غرق رہو۔ ورنہ یہاں سے
 جاؤ۔ اس نے فرمان والا کی تمہیل کی اور جس طرح آپ نے
 اس طرح خدا کی یاد شروع کر دی چند روز میں یہ حالت ہو گئی
 مجزوب ہو گیا۔ اندر سے خود ہی باہر آ گیا۔ پھر تو اس کی یہ حالت ہو گئی
 جس پر وہ نظر ڈالتا اس کی حالت بدل جاتی اور جو زبان سے کہہ دیتا
 ہو جاتا، بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے تھے اس لئے بہت لوگوں
 اس کو بچا لیا۔ وارثوں نے جب یہ دیکھا کہ اب یہ شخص مجزوب و
 صاحب تاثیر ہو گیا ہے تو عداوت اور قتل کا خیال ہی چھوڑ دیا اور
 جو اس سلسلے میں حضرت مولانا کا مخالف ہو گیا تھا وہ مولانا کا حلقہ
 ہو گیا۔ بلکہ اس کے ذریعے تمام دکن میں اس واقعے کی شہرت ہو گئی
 مولانا نے چاہا کہ کہیں اور چلے جائیں اور اپنے کمالات کو ظاہر نہ ہونے دیں۔

دہلی کو روانگی

مولانا نماز میں تھے کہ آپ کے کان میں یہ آواز آئی۔

بندگیل یا شا آزادے پسر
 تعلقات چھوڑ کر آزاد ہوئے

اور حضرت خواجہ اجمیری سے دہلی جانے کا حکم مل گیا۔ آپ
 دو آدمیوں (شیدی قاسم حبشی غلام اور محمد حیات ملازم) کو ساتھ
 لے کر دہلی چل دئے۔ اجمیری پہنچے تک کہیں نہیں ٹہرے۔ غیبی
 سے کے بغیر آپ کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ خرق عادت بھی
 کی خواہش کے مطابق ہوتا تھا۔ چنانچہ ثنوی فخریۃ النظام میں
 کو بیان کیا گیا ہے اور یہاں بھی لکھا جائے گا۔

لباس

حضرت مولانا خاص طریقے کا لباس پہنتے تھے۔ جو زنتاری ہوتا
 دشتار بھی حسب معمول ہوتی کمر کا پٹکہ بہت ہی لمبا ہوتا تھا۔ کسی کی
 ل نہ تھی کہ آپ کا سالباس بنائے یا پہنے۔ پھر خود ہی آپ نے
 کو چھوڑ کر درویشانہ جنبہ اور کلاہ پہننا شروع کر دی۔
 جب آپ دہلی پہنچے تو ایک بڑھیا نے دیکھ کر کہا، اے بیٹے تو
 اں چلا گیا تھا۔ تیری جدائی میں جان کہا ب ہو گئی پھر غسل کے لئے
 گرم کیا۔ غسل کے بعد لذیذ کھانا لائی ایک لباس حاضر کیا جو بالکل
 سیاہی تھا جیسا کہ مولانا پہنا کرتے تھے۔ حضرت سمجھے کہ خدا کی طرف
 سے ناچار قبول کر لیا۔ پھر چھوڑ چھاڑ کر چل دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور
 سے کہا میں تمہارا لڑکا نہیں ہوں اگر میری صبرت اس سے لیتی
 دئی ہے تو تم اس دھوکے میں اپنا پیسہ ضائع نہ کرو۔ اس نے کہا

چاہے دھوکا ہی کیوں نہ ہو لیکن مجھے خدمت کرنا منظور ہے۔ مولانا
یقین ہو گیا کہ یہ غیبی عطیہ ہے۔ راستے میں ایک بت خانہ پڑا حضرت
ٹہر گئے۔ اتنے میں وہاں ایک ہندو نابینا عورت آئی اور اُس نے
کہہ دریافت کیا کہ محمد فخر الدین نام کا یہاں کون سا مسافر
یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ مولانا نے کہا میں ہوں اس ناچیز بندے
کیا کام ہے۔ بڑھیا اتنا سنتے ہی قدموں پر گر پڑی کہ خدا کے
میری آنکھیں روشن کر دو۔

مولانا نے کہا ارے نیک بخت تجھ کو یہ کس نے سکھا دیا۔
میں ایک سپاہی مسافروں، کہاں میں کہاں یہ کام۔ اُس نے
بہت عرصے سے میری یہ حالت ہے میں جس بت کی پوجا کرتی ہوں
میں نے اس سے کئی بار کہا وہ ہر بار یہی جواب دیتا تھا کہ شفا کا
آنے دے آنکھ کی روشنی واپس آجائے گی۔ آج اُس بت نے کہ
تجھ کو شفا دینے والے ایک بزرگ ہیں جن کا نام محمد فخر الدین ہے۔
وہ فلاں جگہ ٹہرے ہیں تو وہاں جا۔ اس کے پتہ بتانے پر میں آپ
کے پاس آئی ہوں ورنہ میں تو آپ کے نام سے بھی واقف نہ ہوں۔

کریا

خواہد چو خدا درخت را پویاند
وز سنگ گیاہ سبز تر و
جب خدا کو درخت پیدا کرنا منظور ہوتا ہے
تو پھر سے سبزہ نکال دیتا۔

یہ قدرت میں کسی قسم کا شک نہ کر
 گا ہے صمدانہ صنم سخن گو یاند
 کبھی صمد صنم کی زبان سے گویا ہو جاتا ہے
 جب آپ نے دیکھا کہ خدا کا یہی حکم ہے تو اس کی آنکھوں پر ہاتھ
 دیا۔ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اسی وقت آپ وہاں سے آگے بڑھ گئے
 میں شہرت نہ ہو جائے۔ جو لوگ ساتھ تھے انھوں نے یہ قصد و سرور
 بیان کیا تو مولانا کو اچھا نہیں معلوم ہوا۔ کئی منزلیں طے کرنے کے
 حیرت سے دارالخیرا جمیر پہنچے۔ تھوڑی دیر وہاں ٹہرے زیارت
 وہ دہلی کی طرف رخ کر دیا۔

پھر حضرت قطب الاقطاب بختیار کالی کی درگاہ میں جا کر ٹہرے۔
 کا وقت تھا۔ وہ صحن شریف کا دروازہ بند تھا۔ وہاں کا قاعدہ تھا
 نام سے دروازے کو بند کر دیا جاتا تھا، اگر بادشاہ بھی آجائے تو کوئی
 وارزہ نہیں کھولتا تھا۔ اتفاق دیکھئے کہ خود خدام کو درگاہ کا دروازہ
 جانے کی کوئی ضرورت پیش آگئی۔ اسی وقت حضرت مولانا درگاہ
 گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کی مسجد میں اعتکاف
 لئے بیٹھ گئے۔

مجرمان نامی وہاں ایک صاحب تھے جو وہاں کے امانیوں
 تھے۔ حضرت خواجہ قطب کی روح مبارک کی بشارت پر
 پ کے مرید ہو گئے اور آج تک خلفاء میں ہیں۔ وہاں سے منہصت
 ہو کر حضرت مخدوم نصیر الدین قدس سرہ العزیز کے یہاں آئے

اور وہاں سے حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کی زیارت
لئے تشریف لے گئے اور اپنے دل کو مقصود والمشتاقین کی زیارت
سے خوش کیا۔ اس کے بعد حضرت عارف باللہ شیخ کلیم اللہ کی
سے مستفید ہوئے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ کے صاحبزادے بڑے تپاک اور مجاہد
سے پیش آئے اور دو تین دن بہت خوشامد سے مہمان رکھا اس
بعد مولانا نے کمرے پھیل میں ایک حویلی کرائے پر لے لی وہ
آپ کے قدموں کی برکت سے رشک چمن بن گیا آپ نے وہ
درس دینے کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ اور یہاں بیعت کا بھی سلسلہ
ہمارے مخدوم۔ منظر اللہ الصمد۔ حضرت نور محمد سلمہ اللہ الا
مقام پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حافظ خورم حافظ قاسم۔
حسین اکبر آبادی اور مرزا حسین دہلوی بھی یہیں مرید ہوئے۔ مذکورہ
مرزا اسپہ گری کے فن میں پکتا سڑے روزگار تھے اور چونکہ مولانا کو بچہ
اس فن میں کافی دخل تھا اس وجہ سے مرزا صاحب کو آپ
ایک قسم کی خصوصیت اور ربط پیدا ہو گیا تھا۔ مرزا کی ملاقات
اسی ضمن میں ہوئی تھی۔

مرزا نے اپنے چھوٹے بھائی کو جو لاہور میں تھے لکھا
اب میرا دل یاد الہی کی طرف راغب ہو گیا ہے اگر کوئی تقیر
وہاں ہوں تو اطلاع دو۔ انھوں نے جواب میں لکھا

مرشد گھر میں اور تمہارا دسترآباد تھر کپڑے سے بنو
کوڑے میں پانی موجود ہے اور تمہارے پیسے چھوڑ گئے ہیں

درخانہ ڈوٹو گھر دہلیاں می گردی
بدر کوڑہ ڈوٹو لٹنہ وہاں می گردی

حضرت شاد نظام الدین اور بگ آبادی کے صاحبزادے
مولانا فخر الدین دہلی شریف لائے ہوئے ہیں آج ان سے بڑھ کر
بگ اور فقیر کون ہے مرزا نے خط دیکھا پھر حضرت مولانا کی
دست میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت نظام الدین اور بگ آبادی
اپ کے والد تھے اور شاد فرمایا ہاں میں آنکھیں کافر نہ ہوں اتنا سنتے ہی
اپ کے قدموں پر گر پڑے اور ناواقفانہ جساتوں کی معافی چاہی
اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ فرمایا۔ مرزا ہمارے کھتارے درمیان
دوستانہ مراسم ہیں اور ہم سپاہی پیشہ انسان ہیں آج تم کو کیا ہوا ہے
جو ایسی باتیں کر رہے ہو۔ مرزا نے خط پیش کر دیا۔ حضرت مولانا مرزا
صاحب کا اشتیاق دیکھ کر مرزا کو خامن حجرے میں لے گئے اور
مرید کر لیا۔ مولانا اپنی شہرت پر رنجیدہ ہو گئے۔

لیکن مرزا صاحب انتہائی خوشی میں زاد و قطار روئے گئے۔
اتنا روئے کہ باہر کے لوگ آواز سن کر یہ سمجھے کہ شاید مرزا صاحب
کے عزیزوں میں سے کوئی مر گیا ہے۔ اور یہ ماتمی خط ہے تبھی تو
مرزا صاحب اس طرح روئے ہیں۔ اور حضرت ان کی یہ حالت

دیکھ کر ترجمہ اور غمگساری کے لحاظ سے رونے میں ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس وجہ سے غمگین ہیں۔

آخر جب مرزا صاحب نے حجرے سے باہر آ کر شیرینی تقسیم کی تو لوگوں کو اصل بات معلوم ہوئی۔

۱۱۶۰ھ میں حضرت مولانا شاہ جہاں آباد میں تشریف لائے اس کے بعد شاید سال بھر رہے ہوں گے کہ حضرت فرید الدین گنج شکر کی زیارت کے لئے پیدل تشریف لے گئے۔ اس سفر میں مولانا نور محمد اور ایک غلام کے سوا حضرت مولانا کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔ امام ناصر الدین کے مزار کے طواف کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سونی پت اور سید شمس الدین ترک اور حضرت شاہ شرف پوری قلندر کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لے گئے پیدل چلنے کی وجہ سے آپ کے پیروں میں چھلے پڑ گئے۔

رباعی

یہ تباہ نہیں۔ ہماری آنکھ دور ہی ہے
اس کی تعریف میں ہونٹ کا چھالہ بھی حیران ہے
دائیں کی محبت کے نتو جبابی۔ جام جوش میں آگے
اس کے غم کی شراب کا شیشہ دور ہے

آں آبلہ نیست چشم مانا لاں ست
تب خالی لب بو صفت او جیاں ست
صد جام جبابے سے عشقش در جوش
میناسے شراب غم او گریاں ست

القصد مولانا نے ایک یا پور (گھوڑا) کرایہ کیا۔ مگر سوار نہیں ہوئے۔
 یں بہ منزل یا پور کرایہ کرتے اور کسی پیچھے رہے ہوئے کو سوار کر لیتے
 خود اسی طرح پیدل چلتے۔ کرایہ لینے والے مولانا نور محمد سے دریافت
 تے اور کہتے یہ کیسے آدمی ہیں کہ کرایہ تو دے رہے ہیں اور خود پیدل
 رہے ہیں انھوں نے کہا اگرچہ یہ لاابالی مزاج کے ہیں مگر بڑے
 ش اخلاق ہیں ہماری یہ مجال نہیں کہ دھم ماریں۔

پھر حضرت محترم اللہ نقشبندی جن سے حضرت شیخ کلیم اللہ شرح
 نقشبندی سلسلہ پہنچتا ہے۔ ان کے اور دوسرے مزاروں اور
 قبروں کی زیارت کے لئے روانہ ہو گئے وہاں سے حضرت نے
 ہزار سیب خرید کر ساتھ لے لئے۔ جب پاک پٹن پہنچے تو زیارت
 کے بعد اس حجرے میں جو روغن کے پاس ہے اور جس کی چوڑائی
 دیرھ گز ہوگی اور لمبائی دو گز۔ وہاں اکیس مشغولی کیا کرتے تھے۔
 دیوان شیخ محمد یوسف اس وقت وہاں صاحب سجادہ تھے
 جس وقت ان کی ملاقات کی گئی تو ولایتی سیب بدیتاً نذر کئے
 شیخ محمد یوسف صاحب بیماری کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے
 ان کو ولایتی سیبوں کی تلاش تھی تاکہ کمزوری رفع ہو جائے اس لئے
 ولایتی سیب پہنچنے سے بہت خوش ہوئے بلکہ معتقد ہو گئے اور خلوص کا
 اظہار کیا۔ غلام مرتضیٰ اور دوسرے حضرات بیعت سے مشرف
 ہوئے کچھ روز قیام کرنے کے بعد پھر دہلی واپس آ گئے۔

سائیں اٹھریا۔ وہیں سے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ خوش نصیبی دیکھ
کہ انھوں نے آستانہ مبارک جا رو بکشتی میں اپنی عمر گزار دی اور اس
حالت میں انتقال فرمایا۔ فردیت کا آفتاب روضہ منورہ کے نور سے
سعادت کے آسمانوں پر جلوہ گرہ ہو گیا۔

ایک دن روضے کا طواف کرتے ہوئے ایک درویش ہشتی
دروازے کے سامنے نظر آئے۔ مولانا فخر نے فرمایا خدا کے بندوں کو
تکلیف پہنچانے کے لئے سیفی پڑھنا اچھا نہیں۔ درویش صاحب
واقعی سیفی پڑھ رہے تھے اس کشف سے معتقد ہو کر انھوں نے آپ کے
قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا اس کی کیا ضرورت ہے عرض کیا
کہ بندے کو کوئی عمل مرحمت فرمایا جائے۔ مولانا نے جوش میں آکر فرما دیا
کچھ نذر پیش کرو۔ درویش نے عرض کیا میں فقیر ہوں میرے پاس کیا ہے
فرمایا کہ اٹھارہ روپے تمہارے فلاں جگہ رکھے ہوئے ہیں مگر وہ تمہارا
مال نہیں ہے عرض کیا کہ میں نے اس کو قرآن مجید کے ہدے کے لئے
رکھا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ سنو اگر ہم کو ایسے عمل معلوم ہوں بھی تو ہم کسی
کو نہ بتائیں کہ وہ خلقِ اشرکی تکلیف کے لئے اس کو پڑھیں۔

ایک روز راستے میں مولانا نور محمد سے ارشاد فرمایا کہ آج کل دکن
کی طرف سے تشویش پیدا ہو گئی ہے آخر اسی زمانے میں خیر علی کہ نواب
نظام الدولہ ناصر جنگ (اس احقر کے چچا) جن سے حضرت صاحب سے
بہت کچھ ربط ضبط تھا ان سے اور سعادت خاں ہمیشہ زادے سے

زائی ہوئی اور عبد البنی اتقان جو آنکھیں کا پروردہ تھا اور انھیں کا
 ملک خوار اسی کے ہاتھوں ناصر جنگ نے شہادت پائی۔

القصد شہر دہلی کو مولانا نے اپنے قدموں سے نہایت بخشی اور
 حکم اکثر پھیل میں کچھ روز قیام کر کے اس مدرسے میں رہنا اختیار
 لیا جو احقر کے والد کا بنا یا ہوا مدرسہ ہے۔ یہ اجیری دروازے کے باہر
 ہے اور وہیں درس میں مشغول ہو گئے۔ احقر کے چچا کے بعد احقر کے
 والد جو بارگاہ سلطانی سے دکن کی صوبہ دار کی پرمامور ہوئے تھے
 حضرت محبوب الہی کی زیارت کے لئے آئے، یہ بندہ بھی آپ کے
 ہمراہ تھا۔

شاہ عبد القادر جو حضرت نظامی کے مقلوبوں میں تھے اور آستانہ
 عالی کی جاروب کشی کیا کرتے تھے ان کے مکان سے حضرت مولانا
 مسجد نظام میں تشریف لے آئے۔ والد کو یہ معلوم کر کے بہت مسرت
 ہوئی حضرت مولانا اس وقت اپنی عنایت سے اس کترین سے باتیں
 کر رہے تھے۔ اس نے اسے یہ احقر سترہ سال کا تھا لیکن کلام مجید
 کے حفظ اور علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کر چکا تھا
 مولانا اس بندے سے بات چیت کر کے بہت اظہار مسرت
 فرماتے رہے۔

بعیت کے بعد اس عنایت کا سبب معلوم ہوا۔ (اور حضرت کو
 اس بات کا خود علم تھا) کہ اس غلام نے خدمت گرامی میں آدھ کر

اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ حضرت محبوب الہی والے عمر
چراغ مولانا نے اپنی دلی توجہ سے اس ملک میں پھر روشن کر
اور حضرت مولانا کی گرمی نگاہ سے عشق و محبت کی شراب اور
جوش میں آئی ہے۔

کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف کے بزرگوں کا جو وہ
وہ اس زمانے کے بزرگوں کا نہیں ہے اور دانشمند ہی سمجھے
کہ گذشتہ زمانے میں جو کیفیت تھی اب وہ مورد ہم ہو چکی لیکن
مولانا کے کمالیت سے یہ بات پورے طور پر واضح ہے کہ حجر اللہ
بھی وہی کیفیت موجود ہے۔ سینے حقائق کے خزانوں سے معمور ہو
جو سو رہے تھے جاگ اٹھے۔ جو پہوش تھے ہوش میں آگئے۔ جو بے
تھے باخبر ہو گئے مردہ دل زندہ ہو گئے۔ زندہ دل بسمل بن گئے
عشق و محبت الہی کا بازار گرم ہو گیا۔ ذوق شوق کا دریا موحش ما
لگا۔ دل کے سینے اور آنکھوں کے ساغر آتسوڑوں کی شراب سے
ہو گئے۔ سینے کا آتش کردہ رونق کے شعلوں سے روشن ہو گیا۔
کی چاشنی نے زخموں پر نمک پاشی کی۔ لوگوں کو نگاہ کے نشتر
لذت ملنے لگی۔ انگلیٹھی میں اسبند تاپنے لگا۔ بزم کی گرمی کی
کے ارگرد پروانے وجد کرنے لگے۔ بلبلیں اپنی زبانوں سے
نغمے گانے لگیں۔ ساز کی رگوں سے ٹرانے شور مچانے لگے۔
ایک زمانے کے بعد آسمانوں کے کانوں میں یہ

لی صد اپہنچی اور ایک مدت کے بعد زمین کو پاؤں مارنے کا سودا ہوا۔
 دہلی کے پتھروں پر تھلی کے طور سے آنکھ ماری۔ ہر شمع نے مجلس کو
 آفتاب در آتش کر دیا۔ لطیف ہوائیں گرمی سے آشنا ہو گئیں۔ لبوں سے
 خشکی کی قدر جان لی المعطش کی آواز آسمان تک پہنچی۔ دماغوں کو الٹ کر
 کی آواز اور محبت کی خوشبو پہنچی اور کانوں کو محبت کی لے پسند آئی اگرچہ
 محبت رہنمائی کی محبوب ہے مگر یہاں محبوب محبت کا رہنما ہے اگرچہ
 طالب دینے والا خود مطلوب ہیں۔ مگر یہاں مطلوب۔
 طالب آموزی میں مصروف ہے۔

ششوی

بیمار بدن کو شفا یا بکرتے ہوئے
 دل کی بلبل نے گانا شروع کر دیا
 سب جگہ جنوں کا شور بلند ہوئے لگا
 مستوں کا نالہ فلک تک پہنچ گیا
 ولولہ۔ ولولہ کی صورت میں ولولہ ہے
 ولولہ نے جو صلہ پر تلوار چلا دی ہے
 مستوں کی دستک سے آسمان کا دل چاک ہو گیا
 آن کے جگر کی آہ فلک تک پہنچ گئی

ساز بید ہر رگ تن ناسا ز کرد
 بلبل دل زہر مہ آغا ز کرد
 وہ ہمہ جا شور جنوں شد بلند
 نالہ مستان بہ فلک زد کند
 ولولہ شد ولولہ شد ولولہ
 ولولہ شد تیغ زین جو صلہ
 دستک مستان دل گردوں شکافت
 آہ جگر آں سوئے گردوں شتافت

بادۂ شوق از خم و مینا گذشت
 عاشق خود ہم ز سر و پا گذشت
 برقِ نفسِ شعلہٴ بوالہ شد
 تا بہ لب آمد و تبِ خالہ شد
 دل شدہ پروانہ و پیرہی تندہ
 شمع ہم آتش بہ جگر می زندہ
 صد جگر از آتشِ دل آب گشت
 طور پھر رخ آمد و بے تاب گشت
 ماہِ نقا پردہ ز رخ برگرفت
 بزمِ طرب رونق دیگر گرفت
 شمع بہ پروانہ نظر باز کرد
 باز بہ دلدادہ سخن ساز کرد
 تیرنگ گشت ترازو بہ دل
 بار تہ شد غمزہٴ جادو بہ دل
 ساقی و مستان ہمہ یک جاشدند
 سے زردہ در شورش و غوغا شدند
 ساغر و پیمانہ و سے خانہ مست
 زاہد و فرزاندہ و دیوانہ مست

خم و مینا سے شوق کی شراب ایل
 عاشق کو خود بھی سر اور پاؤں کی خبر نہ
 سانس بھی بھڑکتا ہوا شعلہ
 لبوں تک آتے ہی دل میں چھالوں کی شکل
 دل پر پروانہ بن کر پھر پھرا رہا
 شمع جگر میں آگ لگا رہی
 سینکڑوں جگر اللہ کی محبت کی آگ پانی پانی
 طور رقص کرتے کرتے بے تاب ہو
 معشوق نے چہرہ سے نقاب ہٹا دیا
 طرب کی بزم میں اور ہی کچھ رونق آگ
 شمع پروانے کی نظر بازی میں مصروف
 پھر معشوق سے باتیں بنا رہی
 دل میں نگاہ کا تیر ترازو ہو گیا
 جادو والا غمزہ بھلیاں چمکا رہا
 ساقی اور مست سب ایک جگہ ہو گئے
 اللہ کی شراب پیتے ہی شور و غل مچ گیا
 ساغر پیمانہ میخانہ سب مست ہیں
 زاہد فرزانہ دیوانہ سب مست ہیں

ایک عالم نے عشق کی شراب کا ساغری لیا۔ ایک جہان نے معرفت حاصل کر لیا۔ بصیرتوں کے سامنے تو حیرت کے دروازے کھل گئے۔ کے نزدیک کو حقیقت کے نور سے منور فرما دیا گیا۔ علم و عشق بل کہ بیت اور طریقت کے محل میں ایک ہی جگہ سوار ہو گئے۔ محبت لیکن کی بزم میں ہوش و سکر نے اہل استعداد کی بغل کو گہم کے خلافت کا مرتبہ معلوم کرتے ہوئے لیاقت والوں کے رت و خلافت کا خلعت پہن لیا۔

حضرت مولانا کے پورے منظر اور ان کی مراد کے مرید۔ اللہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقبول و محبوب۔ نے کے مرشد، قوموں کے ہادی، حضرت رسالت پناہ کی جانب مخلوق کی تربیت کے لئے متعین، حق میں مشغول، علائق سے رخ، ہمارے مخدوم، مولانا جو اجہ نور محمد بدظلہ العالی۔ اور نہ معلوم سے کتنے لوگوں نے مولانا کے خوان نعمت سے اور ان کے دسترخوان سے طرح طرح کی نعمتیں پائیں اور مزے اڑائے۔

ایسے بھی صاحبان فضل و کمال ہیں جن کے لئے خود ان کا علم جناب اکبرین گیا اور ان کو حق کی خوشبو تک نہ پہنچی۔ بلکہ اس ذوق کا ایک نظر بھی چکھنے کو نہ ملا۔ خود ساختہ حقائق کے پڑے دعویٰ دار تھے اور سماع (قوالی) کے انکار پر خون بہانے کو تیار۔ خدا کی شان دہی لوگ آج پر دانوں کی طرح وجد کر رہے ہیں۔ وحدت و جودان کا

مرکز بن گئی۔ اب قوالی سننے کو ایسے بے تاب کہ ہر قسم کی
بھی دینے کو حاضر ہیں۔

غرض مولانا کی توجہ سے ایسی کوئی جگہ نہیں رہی جہاں
چشمہ نہ ہوتا ہو اور ایسا کوئی مقام نہیں رہا جہاں اللہ
نہ لیا جاتا ہو۔

خواجہ نور محمد صاحب کے مریدوں میں سے ایک
انہیں کے ہم نام مولانا نور محمد ناروی تھے اور حضرت مولانا
نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ یہ نور محمد ناروی ایسے بزرگ ہیں
یہ آیت صادق آتی ہے سَعَاءُ لِلّٰہِ - مَا هَذَا الْبَشَرِ اِنْ
اَلَا صَلٰتٌ کَرِیْمٌ ترجمہ۔ اللہ کے لئے پاکی ہے۔ یہ بشر نہیں یہ فرشتہ
فرشتہ ہے۔ نور محمد ناروی کے بھی مرید بہت ہیں۔ خصوصاً عبد
خال ساکن ڈیرہ غازی خاں جن کی تعریف سے بیان قاصر اور توصیف
سے زبان عاجز ہے۔

اسی طرح حافظ محمد جمال ملتانی جو کمال باطنی تہذیب و اخلاق
اور دوسرے کمالات سے بھی آراستہ ہیں خواجہ نور محمد کے خلیفہ ہیں۔ اہل
اور خلفاء بھی کثیر تعداد میں ہیں خصوصاً حافظ خدابخش۔ یہ حافظ
جمال کے مرید ہیں جو بے نظیر انسان ہیں۔ اور قاضی محمد عاقل دینا
تعلقات کے باوجود دو تین گھنٹے خاکسرا بھی ہیں اور باقی وقت
خاکسری میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کا وجود گویا شہود میں

وحدت وجود میں موجود ہے۔

اسی طرح حافظ عزیز اللہ لاہوری اور حاجی تاج محمود قریشی۔

شیخ جمال قریشی۔ مولوی محمد حسین۔ حافظ عبدالرحمان۔

مولوی انور نقبول رہنما۔ یہ سب حضرت خواجہ نور محمد کے خلفائے

سے۔ اگر تمام نام لکھے جائیں تو اس کے لئے بڑی کتاب چاہئے۔

حضرت مولانا کے خلفاء کے نام یہ ہیں:-

سید محمد شمس الدین۔ شاہ ظہور اللہ۔ مولوی روح اللہ۔ سید احمد سید محمد بخش۔

مولوی غلام فرید الدین (جو زہد و ریاضت میں فرید ثانی ہیں) مولوی

عبداللہ۔ مولوی روشن علی۔ مولوی جمال الدین۔ مولوی حسن علی۔ محمد

فتح اللہ۔ صدیقی یار محمد۔ حاجی محمد واصل۔ سید محمد میر۔ مولانا میر ضیاء الدین

(جو ۳۰ سال تک رات دن سفر حضر میں نہیں سوئے اور نماز کے

جلسے کی طرح بیٹھے رہے) سید فخر الدین تخلص منت۔ ملا گل محمد حافظ

سعد اللہ۔ شاہ محمد مراد۔ شیخ محمد امان۔ مولوی علاء الدین۔ مولوی ضیاء الدین

مولوی محمد صالح۔ مولوی عبدالوہاب بیگانیری۔ محمد قطب الدین شرقی۔

حاجی خدا بخش۔ محمد خدا بخش۔ محمد غوث کرت پوری۔ محمد غوث

ر صاحب زادہ حضرت شیخ کلیم اللہ ان کے علاوہ اور بہت سے ہیں کہاں

تک لکھے جائیں۔ مرید تو اس قدر ہیں کہ بند سے کو سب کے نام

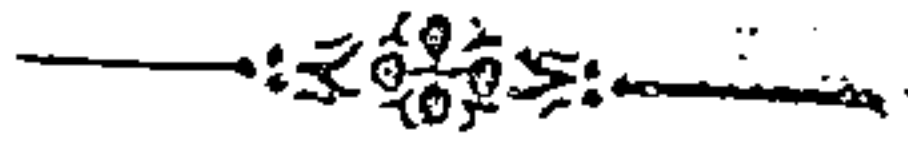
یاد بھی نہیں رہتے۔

(از منظر قلمی نسخے میں اس کے بعد جو عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔)

حضرت مولانا صاحب کے خلفاء و نو کثیر جماعت ہیں۔ ہم چند ہدایتی خلفاء کا تذکرہ کیا ہے اور بہت سے ایسے خلفاء ہیں جو ہم نے تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ کہاں تک کس کس کا حال لکھا جائے۔ حضرت مولانا فخر کے خاص خلفاء میں حضرت حاجی لعل صاحب قریب ایک بزرگ تھے۔ ان کے متعلق حضرت مولانا کی ارشاد فرمائی ہو بہت سی عجیب عجیب باتیں محمد یار فخری حافظ کی زبانی میں نے سنی۔ ان کا لکھنا طوالت کا باعث ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار میں حاجی لعل صاحب قبلہ کے پاس رات میں رہا۔ عشا کی نماز کے بعد سونے کا ارادہ کیا۔ دل میں کہا مولانا کے خلفاء کو دیکھا گیا ہے۔ تمام رات جاگتے ہیں اتنا خیال آتے ہی حاجی لعل نے کہا تمام رات جاگتا بہت اچھا کام ہے مگر اس وقت بہتر یہ ہے کہ لیٹ جائیں اور لیٹ کر ایک مشغولی (ذکر اللہ) کیا جاتا ہے اس کی طرف اشارہ (بچھو) اور عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھیں گے۔

۱۔ بعض بد عقیدہ حضرات کہا کرتے ہیں کہ خوش عقیدگی کی وجہ سے اپنے مرشدوں کے متعلق مرید لوگ یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ عشاء کے وضو سے صبح نماز پڑھا کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہم خوش عقیدہ لوگوں کی خوش عقیدگی

غرض ان کے متعلق اسی قسم کی چیزیں زبان مبارک سے سُنی
 ہیں۔ شمس الضحیٰ صاحب نے اپنے ایک دوست سے اُنھوں نے
 العلانی خاں صاحب سے رجوع شاہ عزت اللہ حسینی کے مریدانہ حلیفہ
 حاجی صاحب قبلہ کے انتقال کے متعلق یہ سنا ہے کہ حضرت محبوب الہی
 خادموں میں سے کسی خادم نے خواب میں دیکھا حضرت مولانا فخر
 اب چوٹی دسے کر فرما رہے ہیں کہ حاجی لعل نے اس وقت انتقال
 کیا تم شکستہ حجرے میں ان کو دفن کر دینا۔ جب خادم صاحب جاگے تو
 لٹاکی ہوئی پاؤلی (چوٹی) موجود پائی اور بتائی ہوئی جگہ ان کی قبر تھی۔



(تھیرفٹ نوٹ صفحہ ۲۲۸)

ایجاد نہیں ہے نہ صرف حضرت پیران پیر بلکہ حضرات تابعین میں بھی بہت
 سے ایسے بزرگ ہوئے ہیں جو عشا کے وقت سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے ثبوت
 کے لئے دیکھئے کتاب تابعین مرتبہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے صفحات ۱۶۸ و ۱۸۱ اور
 ۲۵۲۔ حضرات صحابہ کے شاگرد (یعنی تابعیوں) نے ایسا ہی کیا ہے بلکہ
 حضرت سعید بن مسیب نے نو پچاس سال تک عشاء کے وقت سے صبح کی
 نماز پڑھی ہے۔ درد کا گوروی۔

دوسرا باب

اطوار و عادات ہیں

مولانا ہر ایک کی دلجوئی فرماتے رہتے۔ بات بہت کم کرتے ا
 جب کرتے تو بہت نرمی سے کلام فرماتے۔ مراتب کے لحاظ سے
 ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے۔ اگر کوئی ملنے آتا تو اپنی جگہ سے کھڑے
 ہو جاتے یہاں تک کہ شدید بیماری میں بھی مولانا کی یہی کیفیت ہوتی
 حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں کو جب بادشاہ کے ملازموں
 نے حویلی سے علیحدہ کر دیا اور حویلی ضبط کر لی گئی اس وقت حضرت
 مولانا فخر نے ان کو اپنے یہاں جگہ دی اور بہت ہمدردی فرمائی پھر
 کوشش کر کے شاہ وقت سے ان کی حویلی ان کو اسی طرح واپس دلاوا
 کہ ان کا وہی احترام اور ان کی وہی سابقہ عظمت قائم رہنا چاہئے۔
 توکل پر گزر رہے تھے۔ نذر و ثیابہ میں کبھی ہزاروں آجاتے کبھی

کبھی کچھ نہیں۔ رخصت ہونے والوں کو ان کی حیثیت و
 اہل کے موافق۔ اور مقیم کو ایک سے لے کر سو تک دینے کا
 تھا۔ شاید کوئی ایسا ہو جس نے ایسے حقیقی انعام دینے والے
 پھر سے روزی نہ حاصل کی ہو۔ حضرت مولانا اپنی تعریف سے
 ہی ہوتے۔ بلا وجہ ہاتھ جوڑنے۔ سر جھکانے اور اسی قسم کے
 ری باتوں اور نمائش سے نفرت تھی، ایک شخص نے مرید ہونے
 درخواست کی۔ تو کہا کل خواجہ قطب الاقطاب کے عرس میں جاؤں
 گا۔ تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ دو سرے دن وہاں پہنچ کر
 دے کی وجہ سے اس آدمی کو وہاں تلاش کیا پتہ چلنے پر معیت
 میں سرفراز فرمایا اسی وقت سے اس کو ذوق شوق ہوا اور اس پر
 کیفیت طاری ہوئی بیان سے باہر ہے بلکہ یہ حال ترقی ہی
 بنا گیا۔ اگرچہ آپ اپنی جائے قیام پر واپس آگئے اور اس کی نظروں
 سے اوجھل ہو گئے مگر آپ کا جمال باکمال دیکھے بغیر اس کو دم بھر قرار
 نہ تھا وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر سامنے کھڑا ہو جاتا۔ مولانا نے فرمایا تمہیں نے
 وہم کو اپنا شیخ قرار دیتے ہوئے ایسی کیفیت کے لئے کہا آخر مصلحتاً
 اس کی اس حالت کو آپ نے سلب کر لیا۔

ہر مجلس میں مولانا نشست و برخاست میں آگے نہ رہتے۔
 راستہ چلنے کو مریدوں اور دوستوں سے مساوات کا برتاؤ فرماتے۔
 مزاروں کی زیارت کے لئے جنگل میں پیدل تشریف لے جاتے۔

اگر سواری ہوتی تو کبھی خود بیٹھ جاتے ورنہ اکثر دوسروں کو بٹھا
 اور خود پیدل چلتے۔ کسی سے کوئی وعدہ نہ کرتے۔ اور وعدہ
 تو ضرور پورا کرتے اور جب تک وعدہ پورا نہ ہو جاتا اس
 ایفا کے لئے بیقرار رہتے۔

جن لوگوں سے گفتگو فرماتے تو لفظ حضرت یا لفظ صالح
 سے ان کو مخاطب کرتے۔ اوقات منقسم تھے۔ رات میں سونے کا ار
 ہوتا مگر جب تک لوگ چلے نہ جاتے برابر جاگتے رہتے۔ سوتے
 کتاب فوائد القواد کو سینے یا سر کے نزدیک رکھتے۔ ہر ایک
 خوش ہو کر خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔ مریدوں۔ دوست
 کی غم خواری اور پرورش میں لگے رہتے، اور جو اثنال کر گیا
 اس کے لئے رور و کر اندر سے رحمت کی دعائیں نکلتے۔ دنیاوی امر
 کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کرتے۔

بادشاہ وقت اور دوسرے امیر کبیر مرید، معتقد، گاؤں
 گراؤں دینا چاہتے مگر آپ قبول نہ کرتے بلکہ اس پر یہ فرمایا
 کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اس شہر میں نہ رہیں آئندہ سے ایسی بار
 زبان پر نہ لانا۔ ظاہری باطنی امور میں عملی نقطہ نظر
 ہمیشہ محاسبہ فرماتے کہ بندہ ہونے کی حیثیت سے تم
 اپنے خدا کا کیا حق ادا کیا۔

ایک دفعہ بادشاہ بلاقات کے لئے آئے اور قلعہ میں تشریف

لانے کے لئے عرض کیا آپ نے اخلاقاً قبول فرمایا۔ دوسرے دن
 تشریف لے گئے۔ کھانا کھا کر واپس آ کے سپرد سن سے فرمایا۔ سید آج
 ہم نے اپنے اوقات ایک دو لہتمند کی ملاقات میں صرف کر دیئے۔
 ان کے یہاں کھانا کھایا۔ اب اس کا۔ کیا تدارک کیا جائے۔ انھوں
 نے کہا آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا وہاں جانے کی سزا ہے
 ہے کہ اس وقت ہم شہر کے فقیروں کو دیکھنے جاتے ہیں۔ وہ آئیں
 تم عمدہ مزے دار کھانا پکوا کر رکھو تقسیم کر دینا یہ فرما کر چلے گئے۔
 گھر میں شہر کے دو تین رئیس آگئے اور انھوں نے حضرت ہی
 کے مکان پر مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد دیہات وغیرہ کا تذکرہ
 ہوتا رہا۔

نواب ضابطہ خاں کی طرف سے بعض اہل غرض نے بادشاہ
 کی دل میں کپٹ ڈال دی تھی وہ ایک خوش اعتقاد بے نظیر انسان
 تھا اور اثری سعادت میں فرو تھا۔ وہ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین
 کے عرس میں زرین اور سبز شامیانہ اور چاندی کا چراغ اور عرس کا
 سامان بھجوا کر تانا تھا۔ اس کے علاوہ کئی ہزار نقد رقم بھی۔
 حضرت خواجہ قطب الدین قطب الاقطاب سلطان المشائخ
 اور مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی کے عرسوں میں بھی ہر قسم کے سامان
 کا انتظام کیا کرتا، خادموں کو وظیفے دیتا۔ شہر کے تمام درویشوں کے
 ساتھ اچھا سلوک کرتا رہتا۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزندوں

کو بھی وظیفے دیا کرتا تھا۔ اپنے انتقال سے چند سال قبل حضرت مولانا
 کامرید بھی ہو گیا۔ انتقال کے بعد اس کو اسی کے بنائے ہوئے باغ
 میں (جو غوث گڑھ میں ہے) امانت کے طور پر رکھا گیا۔ دیرھ سال
 کے بعد حضرت خواجہ قطب الاقطاب کے روضے کے قریب دفن کر کے
 کے لئے اس کی لاش نکالی گئی تو بالکل ویسی ہی تھی جسم میں کسی
 قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی زندگی میں یہ شخص اس بندہ
 درگاہ کے لئے نمک حلائی کا حق ادا کرتا رہتا۔ اس کا باپ اس کا سخت
 مخالف تھا۔ ایک بلیت پر بہت جھگڑے کی صورت پیدا ہو گئی اور فوراً
 کشی تک نوبت پہنچنے والی تھی مگر مولانا کی توجہ سے یہ معاملہ باحسن
 وجوہ رفع دفع ہو گیا۔

بادشاہ سلامت حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور قلعہ مبارک کو متبرک قدم سے شرف بخشنے کی تمنا ظاہر کی اخلاق
 کریمانہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ مولانا شریف نے گئے
 بادشاہ صاحب بائیں وائیں کرتے رہے۔ کھانا وغیرہ ہونے کے
 بعد ملک کے بند و بست کے متعلق آپ سے بادشاہ نے رائے
 لی۔ مولانا نے فرمایا ہم کو دنیاوی امور سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن
 اہلسنت و تقویٰ (مشورہ دینے والا ابن کی حیثیت رکھتا ہے) اس
 لحاظ سے میں رائے دیتا ہوں لیکن آئندہ مجھے ایسے امور کے دریافت
 سے معاف رکھا جائے۔ ورنہ ہم یہاں بھی نہ آئیں گے۔

پھر مشورہ تیار فرمایا۔ کوئی بادشاہ جب تک امور مملکت میں خود
 نیت اور مشقت سے کام نہ لے کسی طرح اس کا بندوبست بہتر نہیں
 سکتا۔ اگر آپ نے کسی امیر کو اپنا نائب بھی بنا دیا تو دوسرے ناخوش
 جائیں گے اور اس امیر (نائب) اطاعت کے لئے تیار نہ ہوں گے
 یہ بات سلطان (بادشاہ) کی بے عزتی کا باعث ہو جائے گی اور کسی
 صوٹے بڑے پر بادشاہ کا رعب باقی نہیں رہے گا بلکہ بادشاہی فوج
 میں مقرر کئے ہوئے امیر (نائب) کی محتاج ہو جائے گی۔ اصل بادشاہ
 اس سے تعلق نہ رہے گا۔ اس امیر (نائب) کے سر میں یہ سودا سما
 ئے گا کہ جو کچھ ہوں میں ہوں اور یہ چیز اس کو بغاوت پر آمادہ کر دے گی
 بدستہ زمانے میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

اس لئے سب میں بہتر یہی ہے کہ آپ خود ملک گیری اور محنت
 کے لئے مستعد ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کے امرا اہل اسلام سے
 ہیں بطور خود مجرم نہیں ہیں اگر ایک دوسرے میں مناقشہ (جھگڑا)
 ہو گیا تو واجب القتل نہیں ہو سکتے کیونکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا اسلام
 میں جائز نہیں۔

کافر باہر بڑے ملکوں پر قابض ہیں۔ خصوصاً سکھوں کا ناہنجار
 فرقہ جو اسلام کافراں بردار نہیں ہے۔ ملک کے خطرے والے حصے
 پر قابض ہو گیا ہے۔ سکے اور سلطانی اثر کو اس نے درمیان سے اٹھا دیا۔
 سب امرا کو آپ تسلی دے کر اپنے ساتھ رکھئے۔ پہلے ان سے میل جول

پیدا کر لیجئے کہ دینی اور دنیوی تلاج اسی میں ہے یہ فرما کر چلے آئے۔ یہ
شہر کے درویشوں کو کھانا کھلا کر آپ نے اس شہر کا تدارک
کر دیا۔ غرض۔ دو روز تک کے دلوں کو اس طرح آپ نے
دام محبت سے امیر کر لیا تھا۔

غریب نوازی اور توسل پروری ایسی تھی کہ حاضر و غائب سے
کی حالت پر نظر رہتی جو لوگ عادت کے موافق آتے جلتے اگر ان
کبھی دیر ہو جاتی تو خود ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی انتظام کر دیا
پیرا سرکاری خاک روپ دو دن گذر گئے نہیں آسکا۔ تو خود یا کسی دوسرے
کو کام کے لئے بھیج دیا اور فرمایا کہ دو دن سے میاں پیر محمد نظر نہیں آئے
خیر تو ہے کیا بات ہے؟ معلوم ہوا بیمار ہے، اسی وقت اٹھے اور اس
کے مکان پر گئے بہت مہربانی سے پیش آئے حال دریافت کر کے
فقہ رقم اس کو مرحمت فرمادی اور سید احمد سے کہا کہ سرکار
دواخانہ سے دوا آنا چاہئے۔ اور کہا کہ سرکاری طبیب میر حسن صاحب
سے ان کا باضابطہ علاج کرایا جائے۔ پھر اس طرح عیادت فرمائی
میاں پیر محمد تم دو دن سے نہیں آئے تمہاری خیریت دریافت کر کے
میں تاخیر ہوئی معاف کرنا۔ اتنے بڑے بزرگ ہو کر یہ اخلاق بہت
آپ ہی کے شایان شان ہے۔

ہزاروں طرح کی نذر و نیاز مزارات متبرکہ میں صرف ہو جاتی
خدایم پر صرف کر دی جاتی خود اس سے کوئی فائزہ لباس نہ ہوا۔

نقدوں کی نیاز ان کی دلجوئی کے خیال سے انھیں پر تقسیم ہو جاتی
 ن طرح کہ ان کا لباس وغیرہ بنا دیتے۔

ہر چہ می پوشی جو کل نامِ خدائی زینت

ترجمہ :- آپ جو لباس زیب تن فرمائیں پھول کی طرح اچھا معلوم ہوتا ہے

اطلاع دی گئی کہ بلوس خاص نہیں رہا۔ فرمایا دور روپے طلبے

سے لے آؤ۔ اور لباس تیار کرالو۔ دوستوں نے عرض کیا تمہی لباس

بھی جسم مبارک پر نہیں دیکھا گیا فرمایا درویش کو اللہ جو کچھ دے

ہی بہتر ہے اپنی ذات کے لئے فضول خرچی نہ کیا نہیں۔ نقد و جنس

نذر و نیاز جو فی الحال صرف میں نہیں آئی اس کا رکھ چھوڑنا پسند

فرماتے اکثر اس میں تغلب ہو جاتا اور سرگیا معلوم کہ فلاں صاحب کی

شرکت ہے مگر اس سے مطلق مواخذہ نہ فرماتے۔

سرکاری کتب خانے سے اکثر کتابیں گم ہو گئیں اور لوگ آپ

کے پاس نزوخت کرنے کے لئے لائے۔ مگر یہ نہ پوچھتے کہاں سے لائے

ہو۔ جنسوں (آٹے دال وغیرہ) اور لباسوں کا یہی حال تھا حضور کی

پوشاک خاص کی جیب سے ایک مزدور نے چاقو غائب کر دیا اس کے

بعد لے جانے والے کا پتہ چل گیا مگر اس کے سامنے اس کا بالکل

تذکرہ نہ فرمایا۔ بلند خاں کمشنر صوبہ دار نے ایک ہزار روپیہ روانہ

کیا خود لانے والے نے اس کو خرچ کر ڈالا۔ جب بلند خاں نے

لکھ کر اطلاع دی تب روپے کھینچنے کا حال معلوم ہوا جو اباً تحریر

فرمایا اس کی قیمت کے تھے اس نے لے لے اس سے کچھ کہنے کی
ضرورت نہیں۔

محمد واصل حرمین شریفین کے حاجی لا ابالی مزاج کے تھے
تھے حج کے بعد دکن آئے تین چار سو روپے کی بہت سی چیزیں خلو
سے تحفے کے طور پر لائے۔ ان کو سماع کی محفل میں ذوق ہوا۔ انھوں
نے یہ سب چیزیں قوالوں کو دیدیں۔ وقت ملاقات سب حال عرض
مولانا بہت خوش ہوئے بلکہ فرمایا اس طرح جو کچھ ہوا بالکل بجا ہوا
رات دن عبادت کرنے والے آپ کے یہاں عبادت میں مصروف
رہتے۔ تہجد پڑھتے، شب بیداری کرتے۔ رمضان شریف میں ترویج
تسبیح ہوتی۔ تمام رات کی بیداری کے لے۔ قہوہ۔ شکر۔ اور دود
سے آپ ان سب ضیافت فرماتے۔

رمضان کی ستائیسویں رات کو سرائے عرب شریف لے جا
اور حضرت قطب الاقطاب سلطان المشائخ کی درگاہ میں حدیث
شریف کے موافق آپ کچھ اعتکافات بھی فرماتے۔ جب وہاں شاہ جہاں
کے ارہر ادھر کے لوگوں کا مجمع ہونے لگا تو مدرسے کی مسجد میں انتظام
کیا گیا کیونکہ رمضان شریف کے آخری دس دن بڑی برکتوں سے
ہیں دس زبانوں میں بھی بیان کئے جائیں تو ان کی فضیلت میں
میں نہیں آسکتی۔ شہر کے باہر یا اندر خاص ضرورت کے بغیر کسی
ساتھ آپ شریف تہ لے جاتے۔ کہ کہیں خود نمائی کا لگاؤ نہ ہو جائے۔

غریبوں کی دعوت ہمیشہ قبول فرمائیے اور تشریف لے جاتے
اتفاق سے اگر دن میں کئی جگہ دعوت ہوتی اور مکان دور ہوتا تو
کھانے کی رغبت چاہے ہوتی یا نہ ہوتی۔ مگر ضرور جاتے یعنی کسی کی
دل شکنی نہ فرماتے اخلاقاً کم سے کم دور ہی لہٹے کھا لیتے جس سے کھانے
میں برکت ہو جاتی۔

بڑی بڑی مجلسوں میں غیروں کو وعظ و نصیحت نہ کرتے اور اپنوں
کو صرف ایک دو بار سمجھا کر کہہ دیتے۔ اصرار نہ کرتے کیونکہ اس سے مخالفت
کی ضد ہو جاتی ہے۔ وہی امور ہیں جو شخص کمال رکھتا کسی نصیحت کا
محتاج ہی نہ ہوتا۔ مولانا اس سے ہمیشہ خوش رہتے۔

مولانا جس کو مناسب سمجھتے نصیحت کرتے اگر وہ اس پر عمل نہ کرتا
تو کوئی گرفت نہ کرتے اور پھر اس کو توجہ دلانا پسند نہ فرماتے، وہ شخص عمل
نہ کرنے کی وجہ سے دل میں خود ہی قائل ہوتا مگر آپ کی خدمت میں ظاہری
طور پر بہت اچھی طرح پیش آتا۔ (نحوہ باللہ منہا۔ اللہ اس سے بچائے۔
چھوٹے بڑے سب کاموں میں آپ سنت نبوی کے پیرو تھے
نہ صرف مسائل دریافت کرنے والے کو بلکہ عام طور پر مخلوق خدا کو
آپ سنت نبوی کی اتباع کی تاکید فرماتے رہتے۔

ایک دن احسن الدین خاں بیان سے جو آپ کے مریدوں میں
سے تھا فرمایا کہ فلاں شخص کو خط کا جواب لکھ دو، خاں صاحب مذکور نے
جوابی مسودہ پیش کیا آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم کون ہیں جو قطعی

طور پر کچھ لکھیں۔ اس طرح لکھنا چاہئے کہ ہماری رائے میں اس طرح
 کرنا بہتر ہے بس۔ واللہ اعلم۔

جب سے آپ دہلی آئے ایک ضعیفہ کام کاج کر دیا کرتی تھی
 جب وہ مرنے لگی تو اس نے اپنے بیٹے میر کلو کو آپ کے سپرد کر دیا
 آپ نے اس لڑکے کو فرزندوں کی طرح پرورش کیا اس کے جوانی
 حرکات کے باوجود آپ کبھی معترض نہ ہوئے آج وہ بڑی عزت
 سے ہے۔

مرزا مظہر جان جاناں عمدہ بزرگ تھے جن کو ایک ظالم نے
 شہید کر ڈالا تھا۔ مولانا کے خلوص رکھنے والوں نے بہت اثر لیا۔
 مولانا سے جا کر ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس زمانے میں
 مغلیہ سردار اور ہندوستانی لوگوں میں شورش برپا تھی۔ جتنے بھی
 مخلص مرید تھے انھوں نے چاہا کہ ایک ایک کر کے مولانا کی
 حفاظت کے لئے حاضر رہیں مگر آپ نے اس بات کو ہرگز جاننا
 نہ رکھا بلکہ یہ فرمایا کہ ہم اللہ کی حفاظت میں ہیں۔

محمد الدولہ بہادر کھانا بھیجا کرتے تھے۔ تین دن کے بعد
 حکم آیا کہ مہمان داری تین دن کی ہوتی ہے۔ لہذا اب کھانے وغیرہ
 کے انتظام کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ورنہ درویش لوگوں کی
 عادت خراب ہو جائے گی اور وہ بیکار ہو جائیں گے۔ آپ اس سے
 ذرا بھی متاثر یا متفکر نہیں ہوئے کیونکہ یہاں تو اللہ پر توکل تھا۔

تازہ ولایتی میوہ بطور تحفہ میرے پاس آیا تھا، عشا کی نماز
 بعد احقر کا دل چاہا کہ پہلے مولانا اس میں سے کچھ نوش فرمائیں تب
 ہم کو اس تحفے کا حقیقی لطف حاصل ہوگا۔ میں نے اسی وقت مولانا کی
 خدمت میں ولایتی میوہ بھیج کر ثلیل نذر کی کثیر معافی چاہی، مزاج
 لرامی بہت مسرور ہوا۔ کمترین نے چند روز کے بعد تحفے کا تذکرہ
 کرنا چاہا تو پسند نہ فرمایا اس قدر ارشاد ہوا کہ اس تحفے کا لطف
 اور مزہ ہی اور تھا۔

احقر کے عالیہ سائزوں نے دستار اور چادر حسن کو ہندی
 (اردو) میں ڈو پٹہ کہتے ہیں چھپو کر بھجوایا۔ عصر کی نماز کے بعد
 کافی وقت تھا۔ احقر نے یہ چیزیں پیش کیں۔ دیکھتے ہی فرمایا۔
 خدا جزائے خیر دے۔ فلاں شخص نے ہمارے دماغ کو تازہ کر دیا
 اور سر مبارک سے دستار کو عزت دی اور ڈو پٹے کو کمر میں باندھ لیا
 اس کے بعد میں نے کشمیرے کے کپڑے پیش کئے۔ یہ آپ نے انعام
 کے طور پر لوگوں کو تقسیم کر دئے۔

عابد یار خاں کو مولانا سے اعتقاد تھا اس لئے وہ روزانہ عہدہ
 کھانا پکوا کر لاتے تھے ان کے خلوص پر نظر فرماتے ہوئے قبول
 فرمالتے۔ ایک روز فرما دیا کہ دیکھو روزانہ تکلیف کرنے کی ضرورت
 نہیں، آنکھوں نے کہا یہ میرے لئے خوش نصیبی ہے فرمایا کہ اس
 فقیر نے جو کچھ کہا ہے اس کو بھی مان لینا چاہئے۔ مگر افسوس وہ اپنے

خیال پر قائم رہے اور انہوں نے حکم کی پرواہ نہ کی مولانا نے
روز اپنے اجنباب سے فرمایا۔ عابد یار خاں کی قسمت میں تنگدستی
آخر ایسا ہی ہوا۔ غور کیجئے کہ مولانا میں کس قدر استغنا اور نفس
لذتوں سے کس قدر متنفر تھا۔

سواری میں (کہیں آنے جانے کے لئے) دستار جامہ۔ ڈوپٹہ
آپ کا لباس تھا۔ اور گھر میں جُتیا اور کلاہ۔ اور کلاہ پر شملہ بھی
تھا۔ اور سردی کے زمانے میں لیادہ۔ دو شالہ۔ ابتدا میں آپ
ایک تلوار اور دو کھٹی کٹار بھی رکھا کرتے تھے۔

خور و نوش کی چیزیں تھیں۔ پان۔ ڈلی۔ بن (قہوہ) دو دو
شریت۔ گلاب۔ شکر۔ یہ چیزیں اکثر آپ کو پسند تھیں۔ لذیذ کھا
نوش فرماتے۔ خوراک درمیانی تھی۔ مہالوں اور درویشوں کے
کھانا۔ دائمی طور پر مقرر تھا۔ جس سے گفتگو فرماتے اس کے اخلاز
اور علم کے لحاظ سے گفتگو کرتے۔ عالم سے علم کی سپاہی
سپاہ کی۔ کیمیاگر سے کیمیا کی۔ اسی طرح درویشوں سے درویش
کی۔ بحث سے نفرت تھی چاہے علمی ہی کیوں نہ ہو۔
یار ناچوں آب در ہر رنگ شامل می شود
(ترجمہ: یعنی میرا یار پانی کی طرح ہر رنگ میں شامل ہو جاتا ہے)
مسئلہ وحدت الوجود بیان کر کے درویشی کا اظہار کرنے سے
بہت ناخوش ہوتے تھے۔ کیونکہ آپ یہ فرماتے کہ یہ کیفیت حالی سے

کہ کہ قالی۔ من عرف ربه كل لسانه (یعنی جس نے اپنے رب کو
چاہا اس کی زبان بند ہو گئی)۔

ذات مبارک۔ کریم رحیم۔ جواد۔ شجاع۔ متواضع۔ عاقل۔ خوش
صورت۔ خوش سیرت۔ خنداں رخ۔ دلکش نگاہ۔ نرم رو۔ خوش سخن
خوش تقریر۔ جاذب قلوب۔ غمخوار۔ حریت و طرفت میں و متین۔
مستقل مزاج۔ ہمہ داں۔ ہمہ بین، صادق القول۔ قانع۔ متوکل۔ عالی
ظرف۔ بامروت۔ باحیا۔ باوقا۔ ذات عالی سراپا انکسار تھی۔ آپ کے
اوصاف جمیلہ بیان میں نہیں آسکتے۔ قلم و زبان میں طاقت ہی نہیں
جو بیان کر سکیں یا تحریر میں لاسکیں۔

مثنوی

سر سے پاؤں تک حسن میں بے مثل
زمانے کی آنکھ نے آپ کے مانند دیکھا ہی نہیں
صورت آفتاب جس سے دنیا روشن ہو جائے
سیرت ایسی جس سے کہ دار درست ہو جائے
حمیدہ اوصاف آپ میں جمع ہیں
ایسے کہ گویا آپ پر اخلاق ختم ہیں
نیرنگی میں عجب رنگین مزاج
اس میں الفت کی بے پرواہی ملی ہوئی۔

سراپا حسن در عالم یگانہ
ندیدہ مثل او چشم زمانہ
بصورت آفتاب عالم افروز
سیرت ہم از و آن بہرہ اندوز
در جمع آمد اوصاف حمیدہ
بروشد ختم اخلاق گزیدہ
بہ نیرنگی عجب رنگین مزاج
بہ بے پرواہی الفت امتزاج

رخش آئینہٴ الزوارِ قدسی
 دلش گنجینہٴ اسرارِ قدسی
 ہدایتِ لمعۃٴ نوریہ چراغِ غیش
 ولایتِ نکہتِ ریحانِ باغِ غیش
 بہ شہرِ عقلِ میرِ خاندانی
 بہ زمزمِ شوقِ شمعِ دو دہانی
 عجائبِ ہدیہٴ از مخزنِ غیب
 بغایتِ تحفہٴ از کنزِ لاریب
 بالسانی نشان از شانِ غیبش
 بخواند فیضِ قدسِ انسانِ غیبش
 ولش زارامِ نفاشِ رمیدہ
 بانسِ اللہِ جانِش آرمیدہ
 نسیمِ خلقِ او ہر جا وزیدہ
 ز خاکِ تیرہ آں جا گلِ دمیدہ
 شعاعِ مہرِ او برقِ جلالِش
 فروغِ ماہِ نوری از جمالِش
 مروتِ را بہ چشمش عہدِ و پیمان
 حیا بر ملتش آوردہ ایمان

آپ کا چہرہ قدسی الزوار کا آئینہ
 آپ کا دل قدسی اسرار کا گنجینہ
 آپ کی ہدایت (اللہ کے) چراغ کا نور ہے
 آپ کی ولایت اس کے باغ کی خوشبو ہے
 عقل کے شہر میں نسیمی لحاظ سے میر
 عشق کی بزم میں خاندانی شمع
 غیبی خزانے کا عجیب ہدیہ
 لاریب کنز کا انتہائی تحفہ
 انسانیت آپ کی غیبی شان کا نشان ہے
 غیبی لوگ آپ سے قدسی فیض حاصل کرتے رہتے
 دل کو قابو میں لانے سے آپ کا نفس بھاگ
 اللہ کی محبت میں آپ کی روح آرمیدہ ہے
 ہر طرف آپ کے اخلاق کی نسیم چلی رہی ہے
 کالی مٹی سے پھول کھل گئے۔
 آپ کے مہر کی شعاع آپ کے جلال کی بجلی ہے
 آپ کے جمال سے نوری چاند روشن ہے
 آپ کی آنکھ سے مروت کا عہد و پیمان ہے
 جس کی ملت پر حیا ایمان لے آئی ہے

جرأت رستمش شاگرد خامی
 خودش حاتم طائی غلامی
 ناعت مستد آرائے ز صدرش
 کل تکیہ گاہ عز و قدرش
 نسیم خندہ صبح جبینش
 اثر بگذاشت از خاشاک جنبش
 ز بانس را بلینت ہم زبانی
 لبش را با تبسم ہم عنانی
 نگہ در سینہ گل رہیز تجلی
 سخن در دل و رانشانی نسلی
 ز تقریرش سخن یک سنگ گوهر
 بیانش را لطافت ناز پرورد
 ادا فیہ طریق نکتہ دانے
 فصاحت ترجمانے خوش بیانے
 تواضع خویے دلجویش عادت
 برائے خلق رنج خود عبادت
 بہ تکمیل کوہ اندر علم و ریاضت
 بر حمت آب و در رفعت ثریا

رستم کی خام جرأت آپ کی شاگرد ہے
 سخاوت میں حاتم طائی آپ کا غلام ہے
 آپ کی صدارت سے قناعت مستد آرا ہے
 آپ کی عزت اور قدر کا توکل پر بھروسہ ہے
 آپ کی جبین کی نسیم صبح جبین رہی ہے
 آپ کی پیشانی پر ناز ارضگی کی شکن نہیں
 گفتگو میں آپ کی زبان ملائم ہے
 آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے
 سینے میں آپ کی نگاہ تجلی کے پھول برساتی ہے
 دل کو آپ کی بات سے تسلی ہو جاتی ہے
 آپ کی تقریر گو یا موتی کی لڑی ہے
 آپ کا بیان لطافت کا تربیت یافتہ ہے
 ادا نکتہ دانی کے طریقے سے واقف ہے
 فصاحت خوش بیانی کی ترجمان ہے
 آپ کی دل جوئی تواضع والی ہے
 اخلاق میں رنجش ہی نہیں اپنی جگہ عبادت ہے
 آپ بمقامت کے پہاڑ علم کے دریا
 رحمت میں بادل اور بلندی میں ثریا

مستقیم بادشاہ ہے لا ابالی
بملاک ہستیش بس قدر عالی

عظمت والے بادشاہ مگر لا ابالی
جس کی ہستی جلیل القدر ہے

کمالات آں خاص رب الجلیل
کثیر و سخن را بصناعت قلیل
کجا بار در حضرت عزت
چہ آید در اں جاں جاز عقل و دلیل
عبارت زا و صاف او قیامت
چہ قوت گذر صرف طبع علیل
با و چوں توان ندو۔ دم دوستی
عزیزے کہ باشد خدایا خلیل
نظام از مقامش چہ جوید نشان
مگر او شود خود سوئے خود دلیل

رب جلیل والے خاص کماں بہت ہیں
مختصر گفتگو مگر جامع
آپ کی عزت کی بارگاہ میں بھلا کس کا گذر
عقل و دلیل یہاں گام زن نہیں
ہماری تکریر کا تصور ہے کہ آپ کے اوصاف بیان میں نہیں
بیمار طبیعت اپنی قوت کیا دکھلا سکتی ہے۔
ہم کب آپ کی دوستی کا دم بھر سکتے ہیں۔
جو خدایا کا خلیل دوست ہو اس کی محبت کا دعویٰ؟
نظام ان کے مقام کی تلاش ناممکن ہے
وہ آپ اپنی دلیل ہیں

افضانا اللہ، تعلیٰ بصفاتہ وانعمنا بنعمائہ وعناياتہ۔
(یعنی اللہ ان کے اوصاف سے ہم کو بھی فیض یاب اور ان کی نعمت و عنایت
سے مالا مال کر دے۔)

احاطہ تحریر سے زیادہ ہیں۔ آپ کے مریدوں میں ہر ایک کو کچھ نہ کچھ معلوم ہیں۔ زائقم الحروف اپنی معلومات کی حد تک لکھتا ہے۔

جب مولانا نور محمد سایہ عاطفت میں آگئے تو ان سے ارشاد ہوا کہ تم سے مخلوق کے بہت سے کام نکلیں گے ان کو تعجب ہوا کہ میں پنجاہ درویش ہوں سلسلہ مستحکم کا توسل مولانا تک ضرور ہے لیکن خدا کی مخلوق کے مجھ سے کیا کام نکل سکتے ہیں؟ آخر ایسا ہی ہوا۔ جیسا مولانا نے فرما دیا تھا آج تک ان سے اور ان کے مریدوں سے بغیر خواہش کے خرق عادت (خلاف عادت کام) جاری ہے۔

اکثر اس بندے کی موجودگی میں ایسا ہوا کہ کوئی بات میرے دل میں آئی اور مولانا فخر نے اس کو ویسے ہی بیان کر دیا۔ اور بندے کے ساتھ اکثر یہی معاملہ رہتا ہے۔

(یعنی فٹ نوٹ بسلسلہ ص ۲۲۷) اور دوسرے لوگ اس سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ کرامت کے متعلق قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ اللذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور (ترجمہ: اللذان کا ولی ہے جو لوگوں کو تاریکی سے نکالیں اور نور کی طرف لے جائیں)۔ چونکہ خالص اللہ کے لئے مرشدوں کا یہ کام ہوتا ہے اس لئے اللہ بھی ان کا۔ ان کے مریدوں معتقدوں کا ولی ہونے کی حیثیت سے سب کام بناتا رہتا ہے۔ ایسا واقعہ جس میں مرشد کا ارادہ کار قرار ہو اس کو تصرف کہتے ہیں۔ (درود کا کوہ وی)

(از مترجم۔ قلمی نسخے میں اس کے بعد یہ عبارت ہے)

واضح ہو کہ حضرت مولانا کی جو کرامت بھی بیان کی گئی ہے اس میں باریک نکتہ ہے وہ یہ کہ معتقد لوگ اپنی ضرورت کے وقت بدد کے مرشد کو موجود پائیں تو یہ بہت بڑی کرامت ہے کیونکہ صاحب تصرف سوا کسی دوسرے کو یہ اقتدار حاصل نہیں ہوتا اور صاحب بزرگت ہیں۔ جن و انسان کے مرشد حضرت غوث الثقلین میراں محی الدین مرت شیخ عبدالقادر جیلانی ابو عبداللہ قطب الدین موصی۔ شیخ ابودین ربی یہ سب حضرات صاحب تصرف ہیں۔ ابدال کو یہ قدرت حاصل تھی ہے کہ مشرق سے مغرب آتے جلتے رہتے ہیں مگر جہاں سے آتے ہوئے ہیں پھر وہاں بغیر حکم الہی موجود نہیں پائے جاتے۔ صاحب تصرف بزرگ موجود پائے جاتے ہیں ان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جہاں چاہیں مثالی صورت میں ظاہر ہو جائیں اور ابدالوں کو یہ قدرت حاصل نہیں مگر حکم خاص، غرض مولانا صاحب ابدال نہیں بلکہ صاحب تصرف ہیں البتہ مولانا صاحب کے غلاموں میں بہت ابدال ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اس کی تفصیل طوائف کا سبب ہے۔ واللہ اعلم۔

لے حدیث ابدال یہ ہے :- ابدال امتی اربعون اثنان وعشرون

مولوی غلام حسین مریدوں میں ایک صاحب تھے، ان سے
ہو گیا لوگوں نے ان کو جنازے کی نماز میں دیکھا۔ اسی قسم کے
بھی واقعے ہیں۔

حضرت مولانا کی محفل میں حضرت مولانا رحمہ کی شنوی کا
ذکر ہوتا رہتا، چنانچہ اس مصرع کا ذکر ہوا
کیف بد النظمیٰ نقش اولیاست
چونکہ دید سے اس کے مطلب کا تعلق ہے اس لئے
سے اس کا مطلب ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ خادم والا میں جو
تھے وہ اس کی مکرر شرح چاہتے تھے۔ آخر مولانا صاحب نے فرما
دیا۔ اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اتنا فرمانا تھا کہ سب پر ایک

دقیقہ نوٹ بسلسلہ ص ۲۲۹

بالشام وثمانیۃ عشر بالعراق صامات واحد منہم اک
ابدال اللہ مکانہ آخر۔ (کتاب حضرت سلطان بابو عین الفقیر
ترجمہ: میری امت میں ہمیشہ چالیس ابدال رہا کریں گے (۲۳) شام میں
(۱) عراق میں ان میں سے جب کوئی مرے گا تو خدا اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرما دے گا۔
ابدال کے علاوہ اور بھی اللہ والے ہوتے ہیں کسی کو اختیار کسی کو
کسی کو غوث کسی کو قطب کہتے ہیں ان کی حدیثیں اور تفصیل ہماری کتاب
حقائق تصوف میں دیکھئے۔ (رد کا کوروی)

کی کیفیت ظاہری ہو گئی اور۔ مدالظل کے سوا کوئی دوسری چیز
 نہ آئی نتیجہ یہ ہوا کہ سب بے خود ہو گئے ہاتھ پاؤں مارنے اور
 لی کی طرح تڑپنے لگے۔ صوفی یار محمد اور جو مولوی زین الدین کے
 تھے اور جو بزرگ حضرت محبوب الہی کے درگاہ کے سر راہ
 تھے وہ بھی کافی متاثر تھے۔ مولانا فخریح حضرت محبوب الہی کے یہاں
 تے ہوئے اپنی عنایت اور خلق کو یہاں سے (ان بزرگ کے گھر پر
 کبھی کبھی تشریف لے جاتے۔

ان بزرگ نے انتقال فرمایا تو اس حدیث شریف کے تحت المولود
 وارث اسی طرح اب آپ صوفی یار محمد کے پاس بیٹھنے لگے۔ ایک دفعہ
 بیمار ہو گئے مرض اتنا شدید تھا کہ صاحب فراش تھے جنبش کی
 طاقت ہی نہیں رہی انھوں نے صبح کے قریب بیداری میں دیکھا
 حضرت مولانا تشریف لائے ہیں چونکہ صوفی یار محمد میں تعظیم کے لئے
 ٹھننے کی طاقت ہی نہ تھی اس لئے معافی چاہی مولانا سر ہانے پھیر گئے
 اور فرمایا اطمینان رکھو شفا ہو جائے گی یہ فرما کر چلے گئے۔ اتنے میں صوفی
 نے اپنے آپ میں طاقت محسوس کی اور اٹھ کر بغیر سہارے حاجت
 والی نماز پڑھی اور دیکھا کہ حجرے کی زنجیر اندر سے بند ہے لے
 جانے کے دروازوں کو بھی بند پایا، تھوڑے دن میں کچھ صحت
 ہو گئی اور بدن میں قوت آگئی تو ڈولی پر سوار ہو کر مولانا کی
 خدمت میں حاضر ہوئے۔

مولانا سابق پڑھا رہے تھے یہ چاہتے ہی تھے کہ زبان
کچھ عرض کریں کہ خود مسکرا کر فرمایا۔ صوفی! غالباً یہ تمہارا خیال
اس کے بعد خود ان کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ یہ صوفی صاحب
اپنے زمانے کے ولی ہوئے اور آج بھی صاحب کرامت ہیں
صوفی صاحب جیسے ہی آنکھ بند کرتے ہیں ان کو غیبی امور کا
سے انکشاف ہوتا رہتا ہے۔

جمنگانگا کے دو آبے سے تقریباً ۲۰ کوس پر ایک نوب
پیر زادے رہتے تھے ان کی آرزو تھی کہ حضرت مولانا ان کے
پر قدم رنجہ فرمائیں کیونکہ ان کی پیرزادگی ان کے وہی جانے
مانع تھی۔ انھوں نے ایک روز دیکھا کہ حضرت مولانا لشکر
لارہے ہیں دوڑ کے استقبال کیا دیر تک آپس میں ہم کلامی رہا
جاتے وقت انھوں نے حضرت مولانا کا شکر یہ ادا کیا کہ اتنی
دراز مقام سے آپ نے تکلیف فرمائی۔

لوگوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے انکار کیا کہ مولانا دہلی سے
کہیں گئے ہی نہیں۔ جب ان پیر زادے صاحب نے یہ سنا تو صاحب
سے خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور قدموں پر سر رکھ کر تمام
عرض کیا اس پر مولانا نے کہا یہ تمہارا حسن ظن ہے اور کٹکھپوں
ایسے بیان کی ممانعت کر دی القصدہ صاحب موصوف نے بھی یہی
کی سعادت حاصل کر لی اور ایسے مقام پر پہنچ گئے کہ ان کے

الگ ہو جایا کرتے تھے۔ پھر مولانا نے ان کو خلافت بھی عطا فرمادی
بالحکم مشرق کی طرف گئے اور آج تک وہاں صاحب ارشاد
نوحید کے مسئلے میں غرق ہیں۔

قاضی انور ضیا محمد سالک سونی پتہ دق کے مرض میں گرفتار ہو گئے۔
تیسے تیسے تک یہی حالت رہی آخر زندگی کی امید ہی ختم ہو گئی اس
ال سے کہ مولانا ہی گئے سامنے جان بچانے کے ڈولی منگا کر مولانا کے
س پہنچ گئے۔ یہ حالت دیکھ کر مولانا اور رحم آگیا۔ آپ نے ان کو لپٹا
لیا۔ اسی دن سے ان کی حالت درست اور ان کو کامل شفا ہو گئی۔
یا کوئی مرض تھا ہی نہیں۔ مگر بیماریہ کو شفا دینے والے مولانا کو اس طرح
سے سات دن تک پتلا آیا۔

و جان عالمی و فانی تو جان ما
قربان خاک راہ تو روح و روان ما
قوم افغان کے دس آدمی جن کو جہنم کی خوشخبری والے کہا
جاسکتا ہے) تیر چھریاں میان سے باہر گئے ہوئے۔ گلی کوچوں میں
پھر رہے تھے اور علائقہ کہہ رہے تھے کہ اس بدعتی کا خون بہائیں گے
ملازموں اور قادموں نے حضور کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ ان
دنوں باہر تہا شریف لے جانا مناسب نہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہم تو اللہ
کی رضامندی کے تابع ہیں اپنی احتیاط کرنا ہمارا طریقہ نہیں ہے۔
یہاں تک کہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کا عرس آگیا۔ اور
وہاں حضرت مریدوں کے ساتھ شریف لے گئے وہ دس آدمی

قاضی حمید الدین ناگوری کی درگاہ والی بلند قد آدم دیوار پر ہاتھوں
 پر ہنہ پھیرے لئے بیٹھے ہوئے تھے حضرت کے دوستوں کو جان
 تو افغانوں نے بلند آواز سے یہ کہنا شروع کیا کہ اس بدعتی کے
 کو تو دیکھو کیسے نایاب ہے۔ سید بدیع الدین جو حضرت مولانا
 معزز مریدوں میں ہیں انھوں نے عرض کیا کہ تک ہم لوگوں
 تحفت ہوتی رہے گی اور تحفت کی وجہ سے ذوق میں خلل
 ہے اتنے ہیں ان افغانوں کی طرف حضرت مولانا نے نظر
 دیکھا۔ پھر کیا تھا۔ وہ لوگ خود بخود گر پڑے اور رقص کرنے
 پھر مولانا کے قدموں پر سر رکھ دیا اور مرید ہو گئے۔ ان کے تیرا
 چھریاں ان کے دل کی آہیں بن کر رہ گئیں۔

آپ کی نگاہ نے دشمنوں کو دوست بنا
 لگا و پوست اس نگاہ سے متاثر ہے
 کبھی اللہ بت خانے سے خلیل کو لے
 کبھی بے گاہوں کو آشنا بنا دیتا ہے

نگاہت دشمنان را دوست کردہ
 اثر ہا در رگ و در پوست کردہ
 گہ آرد خلیلے ز بیت خانہ
 کنی آشنائے نہ بے گانہ

اسی طرح حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں دو آدمی ہتھیار لگائے
 ہوئے اور با شانہ اس وقت گھوم رہے تھے جب مولانا کے دوستوں
 و جد آ رہے تھے۔ مولانا عبد جو مولانا کے اکمل خلیفہ اور نظر یافتہ ہیں

ساحی کے بڑے انیس و شفیق ہیں ان کو بہت کیفیت پوری تھی۔
 نے ایک دوسرے کے کان میں کہا کہ دیکھو یہ لوگ کیسے تھرک
 کے ناتج رہے ہیں، مولانا نے تیز نگاہ سے ان کی طرف دیکھا۔
 پختے ہی وہ بے تاب ہو گئے۔ اسی شورش و مستی میں تمام لباس اور
 بیار و غیرہ سب قوالوں کو دیدیا۔ پھر مولانا کے قدموں پر سر
 کر مرید ہونے کی آرزو کی۔ مولانا نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو، کیا
 سے کے مرید ہونا چاہتے ہو جس کے مرید تھرک تھرک کرنا چاہتے ہوں
 پھر ان لوگوں نے رو کر معافی چاہی اور سچے دل سے مرید
 ہو گئے۔ مولانا نے دس روپے دے کر سب چیزیں ان کو واپس دلوا دیں۔

آسمان آفتاب ہنسا ہے بھی آپ کی عزت بڑھی ہوئی ہے	برتر از سپہرومہ و مہر جاہ تو
آپ کی نظر نے کی گردن کشاں اور تخیروالی ہے	گردن کشان دہر مستخرنگاہ تو

تھے میاں افغانی نثرارت میں بہت مشہور تھا۔ ایک دن حضرت محبوب الہی
 کے عرس میں قوالوں سے یہ جھگڑ بیٹھا وہاں کے عالی شان خدام میں
 سے ایک کو کسی نے پھر مارا ہنگامہ ہو گیا۔ نظامی مسیروں میں مولانا موجود
 تھے کسی نے مولانا کو اس کی اطلاع کر دی، آپ نے فرمایا کہ ہم وہاں جاتے
 ہیں کوئی ہمیں اتنا بتا دے کہ یہ شخص ننھے میاں کون ہے۔ یہ کہہ کر باہر
 آئے ایک آدمی نے اشارے سے بتلا دیا کہ ننھے میاں افغانی یہ بیٹھا

ہوا ہے مولانا نے تیز نظر سے اُس کی طرف دیکھا اک دم اس کی
بدل گئی اور وجد کرنے لگا اور کہا مجھے معلوم ہوا یہ حضرت مولانا
تصرف ہے، دوڑ کے قدموں پر گر پڑا تو بہ کی۔ اور مرید ہو گیا اور
خادم کو اُس نے مارا تھا اس کو اُس نے خوشامد کر کے ۲۰ روپے
دئے اور معافی چاہی۔

ایک روز مولانا اپنے مدرسے کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے
پٹھان چھری لے کر مدعیانہ آیا اور سلام کے بعد پوچھا کہ مولوی
اس فضیلت کے باوجود تم گانا سنتے ہو یہ کیا بات ہے، فرمایا
ہم خطا وار ہیں تم ہمارے لئے دعائے خیر کرو۔ اتنے میں اُس
مولانا کے چھری مارنا چاہی۔ حضرت محبوب الہی کے خادموں میں
ایک نے (جو مولانا کے مریدوں میں سے تھا) اُس کا ہاتھ پکڑ لیا
مولانا نے فرمایا اس کا ہاتھ چھوڑ دو اور اپنا سر اس کے آگے جھکا
دیا کہ ہم حاضر ہیں جو تمہارا دل چاہے کرو۔ وہ اُسی وقت شرم
ہو کر چلا گیا۔

حضرت مولانا اپنی حویلی میں تشریف رکھتے تھے اور زنجیر
لمبی لکڑی لگی ہوئی تھی اتنے میں ایسا معلوم ہوا کہ کوئی دروازہ
کو نہ ورنہ زور سے دھکے دے رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا دروازہ کھول
دو۔ دیکھا تو وہی بدبخت اور دو آدمیوں کو لے کر آیا ہے۔ دیکھتے
مولانا اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کیوں پتھر

یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلتا ہی تھے کہ ان تینوں کی حالت
 لگتی۔ جو پٹی کے پتھروں پر اپنے پاؤں ٹکے اور معافی
 لگے اور بیعت کی خواہش کی۔ مولانا نے قصور تو معاف کر دیا مگر
 اسے مشرف نہیں فرمایا۔

ابک صاحب جو شہر کے درویشوں میں سے تھے خلوت اور
 ع کے حالات کی جستجو میں متفقانہ طور پر مرید ہو گئے تاکہ اس طرح
 رہ کر مولانا کے حالات سے واقفیت حاصل کریں۔ مدتوں اسی
 اپنے کام میں مشغول رہے جب مریدوں کو حال آتا تو ہنسنا
 نے مولانا کے احباب تار گئے اور مولانا کو اس کی اطلاع کی
 نے ٹال دیا اور کچھ خیال نہ فرمایا۔

اتفاق سے حضرت نظام الملک والدین یعنی حضرت مولانا
 والد صاحب قبلہ کا عرس آ گیا سیادت پناہ میر بیچ الدین نے
 کیا آج کا دن ہم لوگوں کے لئے فیض کا دن ہے مگر اس
 ہی کوجہ سے دلوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ذوق محروح ہو جاتا
 اس ایک کی خاطر ہمدارات سے بہت سے لوگوں کا حق ضائع ہو جاتا
 مولانا نے اس کو قبول فرمایا مگر پھر مروت کر گئے۔

مولانا وضو کے لئے باہر تشریف لے گئے اور مولانا نور محمد کی طرف
 بارہ کر کے کہا کہ یہ اس کی خبریں گے۔ جب قوالی شروع ہوتی تو وہ
 می وہی حرکتیں کرنے لگا (یعنی اس نے مذاق اڑانا شروع کر دیا)

تو مولانا نے اس کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ
 رقص کرتے لگتا۔ اور قوالوں سے کہا ہاں یہ نزل گاؤ۔
 اَحْسَنَ شَوْقًا اِلَى دِيَارِ لَقِيَتْ فِيهَا جَمَالَ سَلْمَى
 کہ مہی رسا نڈا نڈاں نولے نوید و صلش بجانب ما
 چونکہ سب کے دل اس سے ناراض تھے کسی نے اس کی حفاظت
 کی۔ وہ سنگین فرش پر اپنے پاؤں مارتا رہا بالآخر یہاں تک تو پہنچا
 کہ اس کی نبضیں ساقط ہو گئیں میر حسین حکیم نے اس کی نبضیں
 ہاتھ رکھ کر دیکھا تو آنکھوں نے بھی اس کی تصدیق کی لوگ دوڑے۔
 مولانا سے حال بیان کیا مولانا نے اور فرمایا چیریت ہے انتقال نہیں
 ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے پر گلاب چھڑکا اور بیدار
 عرق حلق میں ٹپکایا تو اس نے ہوش میں آکر عرض کیا کہ حضرت
 میرے ساتھ یہ کیا کیا میں تو شہید محبت ہو رہا تھا۔ میر بدیع الدین
 و شجیدگی کے باوجود ظرافت پسند انسان تھے ایسے ہی موقعوں سے ذرا
 اٹھایا کرتے تھے آنکھوں نے مذاق مذاق میں شہید محبت کے الفاظ
 عجیب طریقے سے دہرایا جس سے اس کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا
 اس شخص نے "بیعت صداقت" کی پھر اپنے قدیم مرشد کے پاس
 جا کر یہ حال بیان کیا آنکھوں نے خوب باتیں سنائیں اور کہا کہ
 بھی ان کا جادو چل گیا اس پر اس نے بھی چند ناشائستہ الفاظ کہے
 اس نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔

فل والوں میں سے ایک صاحب کا دعویٰ تھا کہ مجھ پر حضرت
 پھر تصرف نہیں چلی سکتا اگرچہ مولانا ایسی باتوں سے بالکل الگ
 تھے مگر شاید ادب کو اسی طرح منظور تھا کہ تصرف کے لئے
 ہو گئے۔ اس نے استقلال کا مضبوط لنگر ڈال دیا۔ آخر کار
 دونوں آنکھوں۔ ناک۔ کانوں۔ ناخنوں اور ہاتھ پاؤں
 جا جاری ہو گیا۔ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو یہ کی
 سند ہو کر مولانا کے معتقد ہو گئے۔

اسی رنگا ہے ست کہ اندر سطح فلک درگزر در

یہ وہ نظر ہے کہ جب فضا سے گزرتی ہے

پر وہ دل چہ لود۔ پر وہ افلاک در

تو صرف دل کے نہیں بلکہ افلاک کے پرے بھی چاک ہو جاتے ہیں

پنجاب کے رہنے والوں میں سے ایک صاحب نے مجھ سے

کہا کہ میں شاہ جہاں آباد پہنچا تو مجھ کو مولانا فخری سے ملنے کا شوق ہوا

نہ عالی پر پہنچا۔ یہ وہ دن تھا کہ بدعتیوں نے میرزا مظہر جان جاناں

مید کر دیا تھا میں برگد کے درخت کے نیچے کھڑا ہوا تھا میں نے ایک

ن کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے سنیوں کے ایک پیشوا کو قتل کر دیا

یہ جو سب سے بڑا پیشوا ہے، باقی رہ گیا ہے اس کو میں جلد ختم کر دینے

ادہ رکھنا ہوں۔ کیا کروں کہ ان کے بہت سے مریدان کے چاروں

ن موجود رہتے ہیں یہ اکیلے مجھے ملتے نہیں۔ یہ سب میں نے سنا تو

مجھ کو بہت رنج ہوا۔ مولانا کی خدمت میں پہنچا، ان کی خدمت میں
 ہونے سے اتنی فرحت ہوئی کہ سب ملال جاتا رہا حیران تھا کہ وہ
 باتیں پہلی ملاقات میں کیسے کہیں اگر نہیں کہتا ہوں تو عام اطلاق
 سے کہیں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آجائے۔ اتنے میں مولانا نے
 فرمایا کہ برگرد کے درخت کے نیچے تم نے جو کچھ سنا ہے اس سے
 نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و نا صر ہے تب مجھ کو پورا اطمینان ہو گیا
 ایک صاحب محمد فاخر نام۔ عربستان سے یہاں رہندے
 شرعی احکام کی اجرائی کے لئے آئے جو مزاروں پر چراغ روشن
 کو منع کرتے تھے اور بے وارثوں کی جو قبریں اونچی دیکھتے ان کو کھ
 اور لوگ (دوبابی لہبانی) بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

حالانکہ مدینے شریف میں ہمیشہ قندیلیں روشن ہوا کرتی رہی
 چراغ جلانے جاتے ہیں اور چراغوں سے مقبرے منور نظر آتے
 اور میلاد شریف کے موقع پر اس کے سوا رمضان کی ۲۷ تاریخ پر
 کوپے میں روشنی ہوا کرتی ہے۔ وہاں قدا دم سے زیادہ اونچی
 پائی جاتی ہیں یہاں ویسی کہاں۔ چنانچہ شیخ سناولی کی قبر اونچی
 جندل کی قبر بمقام عدن عیدروس کی قبر کے سامنے ہے اور
 مزار پہاڑ میں ہے اور خواجہ عثمان ہارونی کا مزار مکہ معظمہ میں ہے
 ان سب کو بندے نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔
 القصہ ان مولوی صاحب نے دوبارہ حرمین شریفین میں

تو مولانا نے فرمایا۔ انھوں نے جب یہ طریقہ اختیار کیا ہے
 ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روضے تک کیسے
 گئے۔ جب موادی مذکورہ بندر سورت (کراچی) پہنچے اور جہاز
 نوطوفان اس جہاز کو بنگالے کی طرف لے گیا۔ وہاں سے مولانا
 سری بازہ۔ مدینے شریف جانے کا ارادہ کیا تو پرہیزگاروں نے
 ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت مولانا ابتداء میں جب دہلی تشریف لائے تو اس وقت
 عیاشی جو حضرت شاہ کلیم اللہ کے نواسے تھے ان کے مرید ہو گئے
 یہ حالت ہوئی کہ پیر زادگی کا عزم ان کے سر میں سمایا اور
 ان نے خود نمائی کے کوچے میں قدم رکھ دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ
 برگ زاد سے جو طریقہ اختیار کیا ہے ان کا خدا ہی حافظ
 ہو دن پورا انھوں نے جنت کی راہ لی۔

ایک آزاد منشی سید صاحب نے مولانا کی خدمت میں خلوص
 کیا مولانا نے احکام خدا کی طرف توجہ دلائی اور کچھ وظیفہ ان کو

حضرت مولانا شاہ حبیب قلندر کا کوروی فرمایا کرتے تھے کہ پیر زادوں کے
 دو نفس ہوتے ہیں نفس کشی پر ان کی کافی نظر ہونی چاہئے شاہ تقی علی
 قلندر کا کوروی کہا کرتے تھے کہ اگر خدا نے مجھے ذرا بھی اختیار دیا تو بے علم سیادہ
 نشینوں سے میں پہلے دوزخ کو بھر دوں گا۔ دود کا کوروی۔

بتایا کہ ان کا دل جو شرعی احکام کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے وہ
 ہو جائے۔ جب یہ مولانا کے پاس آئے تو مولانا ان سے پوچھے
 و وظیفہ پڑھنا شروع کیا یا نہیں یہ کہنے کہ نہ معلوم کیا بات سے
 اس طرف آتا ہی نہیں اس لئے وظیفہ پڑھنے کا اتفاق ہی نہیں
 مولانا نے ہم لوگوں سے فرمایا مجھے خوف ہے ان پر نہ معلوم کیا وہ
 آجائے کیونکہ بتائی ہوئی دعا کے پڑھنے کی ان کو توفیق ہی نہیں ہو رہی
 آخر اسی زمانے میں یہ ایک جرم میں گرفتار کر لے گئے اور
 شہادت کا شہرت پینا پڑا۔ ان سید صاحب کے اس واقعے نے
 اتنے متاثر ہوئے کہ دو تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا۔

ایک روز بوقت صبح حضرت محبوب الہی کی درگاہ میں عرض
 محفل تھی اور۔۔۔ زوروں پر قوالی ہو رہی تھی۔۔۔ بے واسطی و
 طاقت ورنہ نوجوان صاحب کو حال آگیا۔ قوال گاتے گاتے دروازے
 ہوئے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ نبض دیکھی گئی تو کوئی حرکت
 ان کے والد زادہ قطارہ ور ہے تھے۔ نوجوان صاحب کو لا کر مو
 سامنے لٹا دیا گیا لڑکے کے والد نے مولانا سے عرض کیا۔ میں
 ایک لڑکا تھا۔ اس کا یہ کیا حال ہو گیا۔ اب اس کے سوا اور کچھ
 کہ یہ لڑکا آپ ہی کے نذر ہے۔ آپ جانیں۔ اور آپ کا کام۔ میں
 نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ یہ زندہ ہے۔ خاطر جمع رکھو پھر
 سے کہا جس شعر میں اس کو حال آیا تھا وہی گاؤ۔ قوالوں نے حکم

کی۔ وہ شعر سننے ہی جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور لوٹنے لگانے
 تک کہ ہوش آگیا۔ مولانا کبھی کبھی خوش ہو کر اس سے باتیں کیا
 تھے۔ پھر غلاموں میں داخل ہو کر اس نے فنا فی الرسول کا رتبہ
 لیا۔

حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا۔ حال آنے کے شروع میں جو کوئی
 حضرت سرکارِ دو عالم حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک
 بیان پڑھتا ہے تو عشق کی غیرت چاہتی ہے کہ اس کا سر اڑا دے،
 آل اور سادات کی محبت اس کو طرح دے جاتی ہے۔
 (دیکھیے)۔

مولوی مکرم مرحوم کا احتساب پیشہ تھا یہ حضرات صوفیہ کو اور
 سننے والوں کو عادتاً استایا کرتے تھے۔ ایک دن مولانا کی مجلس میں
 کی عادت کا تذکرہ ہوا مولانا نے مسرور ہو کر فرمایا اگر یہ بات ہے
 سروہ خوب آدمی ہیں اسی زمانے میں یمن عرس قوالی کی محفل ہوتی
 لانا اپنے مریدوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی مذکورہ
 احتساب کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے مولانا سے عرض کیا کہ مولوی

۱۰ قریب زمانے میں خلافت شرع کاموں سے روکنے کے لئے منجانب
 حکومت جو لوگ مقرر ہوتے ان کو محتسب کہا جاتا تھا اسی لحاظ سے
 احتساب ان کا مشہور پیشہ تھا۔ درد کا کوری۔

مکرم ہی صاحب ہیں۔ جب وہ قریب آئے تو حضرت مولانا کی
 کے شکار ہو گئے۔ ان کی زبان سے عشق کا نغمہ، یا ہے کی دلکش
 میں نکلنے لگا۔ ان کا قد چنگ کی طرح خدا کی بندگی کے لئے
 کہ ایک نعرہ مار کر مولانا کے حلقہ بگوشوں میں شریک ہو کر
 ہو گئے۔

چونکہ ایسے ہر دل عزیز شخص مولانا کی محبت کے لئے
 ہو گئے اور احقر کو بھی ان سے خاص محبت تھی اس لئے ان کا
 رندانہ حال لکھا جاتا ہے۔

ترجھی ٹوپی پہنتے تھے۔ عالم ذوق میں اثر اگر مستانہ ادب سے
 جب حضرت مولانا کے چہرے پر نظر پڑتی تو بے تاب ہو کر زور
 نعرہ لگاتے اور کبھی کہتے لوگو دیکھو دل کا ڈاکو ہی شخص ہے۔
 حضرت مولانا تبسم فرما کر اذھر سے گزر جاتے اور یہ مسکرا کر
 ان کے قتل کے لئے ایک خنجر کا کام دیتا تھا۔ مولوی مکرم کہتے
 مولانا بڑے عقلمند ہیں۔ لیکن مکرم ایک عجیب شہدہ ہے۔

انھیں مولوی صاحب کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو حضرت
 تعزیت کے لئے ان کے یہاں گئے تو انھوں نے کہا عجیب نماشا ہے
 ہی مارتے ہیں۔ خود ہی تعزیت بھی فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا
 ان سے مذاق کرتے۔ جب ان کی عشقی نسبت کھل تو چلی تو ان
 علم سے نفرت ہو گئی (پھر بھی مذاقاً) حضرت مولانا ابتدائی

کو ان کے سپرد کر دیا کرتے تھے کہ میزان سے آخر تک تعلیم دیدیا
 کریں یہ حیران رہ جاتے کہ میں اس فرمان کو کس طرح تکمیل کروں۔
 ذوق کے اوقات کو تعلیم اور درس میں صرف کرنا بہت شاق
 ہوتا۔ ناچار دو تین روزہ تک میزان کا سبق دیتے۔ شوی مدرسے میں
 طالب علم پڑھتے تھے کہ ضرب زید عمر آ زید نے عمر کو مارا (شاگرد صاحب
 نے ان سے پوچھا کہ یہ عمر کون صاحب تھے۔ اور زید نے عمر کو کس
 گناہ میں مارا۔ مولوی مکرم صاحب تو پیرا بیٹھے ہی ہوسکتے تھے گناہ
 دے کر کہا میں تم۔ زید اور عمر سب بھارت میں جاتیں اس کے
 بعد کتاب کو شاگرد کے ہمدردے مارا اور اپنی دستار کو زین پر
 دے پٹکا اور اپنے ذوق میں مالہ و قریب شروع کر دی زکونکہ یہ اپنے
 رنگ اور بے خودی میں مجھتے۔

اسی وقت لوگوں نے حضرت مولانا کو اطلاع دی مولانا کو
 بہت ہنسی آئی اور فرمایا کہ مولوی مکرم کو یہاں لاؤ، حکم کی تکمیل کی
 گئی۔ یہ آئے تو مولانا نے فرمایا کہ مولوی صاحب کچھ فرمائیے تو
 کیا ہوا۔ عرض کیا، بس بس دو روز میں نے حکم کی تکمیل کی۔ اور
 سوہان روح (روحانی تکلیف) کو گوارا کیا اب اگر مجھ پر آپ مار
 بھی ڈالیں تو پڑھنا قبول نہ کروں گا۔ حضرت مولانا نے مسکرا کر
 فرمایا کہ مولوی صاحب معذور ہیں۔ اسی لئے کئی سال تک آپ نے
 کسی شغل کے لئے مولوی مکرم سے نہیں کہا۔ زناظرین آپ نے غور

فرمایا: مولانا کی قوی روحانیت اور نظر کی تاثیر سے مولوی کریم
یہ کیفیت رہی۔

اسی سلسلے میں سید محمد خاں ٹوپ خانے کے داروغہ سے بھی
ملاقات ہو گئی، یہ مولوی صاحب کے قدیم دوستوں میں ہیں ان کے
یہاں مولوی صاحب تذکورہ کا جو تصرف ظاہر ہوا تھا وہ یہ ہے کہ
لڑائی میں ننگ کے گولے سے زخم آگیا تھا اور گہرا سوراخ ہو گیا
تھا جب زخم دل کے قریب پہنچ گیا تو زخم کے اچھے ہونے کی امید
نہ رہی اور جراح لوگ اپنے قاعدے کے موافق زخم کے اچھے ہونے
کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ مولوی کریم صاحب نے ان سے کہا
کہ جان سے مار ڈالوں گا ورنہ میں جیسا کہتا ہوں ویسا کرو انھوں نے
پوچھا آخر آپ کی کیا رائے ہے۔ کہا عرق بید مشک کے شیشے لاکر دو
گھڑے بھر دو اور اس میں سے تولہ بھر زخم پر ڈال دیا کہ یہ
خلافت قیاس نئی حکمت ہے ہم نے کبھی ایسے علاج نہیں دیکھے انھوں
نے کہا نہیں یہ تو قیاس کے مطابق ہے کہ قلب خود کریم ہے اور
زخم کی وجہ سے اس کی حرارت اور بڑھ گئی ہے بید مشک معتدل
اور مقوی ہے یہی مفید ہو گا کیونکہ گرمی اس کے لئے مضر ہے۔
چونکہ سید محمد خاں مولوی کریم کے معتقد تھے انھوں نے
جراحوں سے کہا کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہی کرو اس کے سوا اور طریقے
سے علاج کرنے کی ضرورت نہیں۔ آخر بید مشک کے شیشے زخم پر

پہلے گئے۔ اور تھوڑے دن میں بھلا اللہ زخم اچھا ہو گیا۔

القصد وہاں سماع کی محفل گرم ہوئی مولوی مکرّم کو ذوق ہوا۔
 حال آگیا وہاں کے قاضی صاحب نے کہا یہ آدمی کیسے تھک تھکتا کہ
 رقص کر رہے ہیں یہ کہہ کر قاضی صاحب تھوڑی دیر غافل ہوئے تھے کہ
 حضرت مولانا نظر آئے اور انہوں نے ان کو زمین پر دوسے مارا اور کہا کہ
 ہمارے مریدوں کے متعلق اس قسم کی گفتگو نہ کرو قاضی صاحب کے
 سر میں ذہل تھا جس سے ان کو اگرچہ تکلیف ہوئی مگر مولوی مکرّم کی
 خدمت میں آکر معافی چاہی انہیں کی دعا سے ذہل بھی اچھا ہو گیا اس
 خوشی میں گانے کی مجلس کے لئے تقریباً دو سو روپے لاکر نذر دئے۔
 نصیب اعدا حضرت مولانا کو ایک سخت عارضہ ہو گیا تھا، خالقانہ
 والوں نے اسہال سمجھ کر قابض دوائیں تجویز کر دیں یہاں تک نوبت پہنچی
 کہ ناخن شریف کا رنگ خضاب کا سا ہو گیا تھا۔ خادموں میں ایک بڑا
 بنگامہ اور پریشانی تھی مولوی صاحب اسی وجہ سے دیوانوں کی طرح
 ادھر ادھر پھرتے تھے اس احتیاط کو بھی یہ حالت ہوئی کہ چھ دن تک نہ کچھ
 کھایا نہ پیانہ معلوم اس میں کیا باطنی راز تھا کہ سولہوی مکرّم جو دیوانوں
 کی طرح گھوما کرتے تھے گھومتے پھرتے مولانا کے پاس آگئے اخیر اللہ
 کہ مولانا کو آخر شفا ہو گئی۔ تب ہم لوگوں کے ہوش و حواس درست
 ہوئے۔ بندے نے اسی روتہ دل میں عہد کر لیا کہ مولوی مکرّم کا طواف
 کروں گا چنانچہ ان کو مرکز کی طرح درمیان میں رکھ کر پرکار کی طرح

ان کے گرد میں نے خوب چکر لگائے۔

آن حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں حاجی احمد کو مولانا نظر آئے آن حضرت نے حکم دیا کہ ان کے مرید ہو جاؤ اسی لئے وہ مدینے شریف سے دہلی آئے۔ دہلی میں متقی حاجی خدا بخش جو شیخ وقت اور بے نظیر فقیر تھے انہوں نے مولانا سے میل جول بڑھایا پھر بیعت بھی کر لی اس کے بعد حرمین شریفین چلے گئے۔ اب وہ خرقی عبادت اور وہ نصیقات جو اس کمترین اور غلامانِ علم سے متعلق ہیں لکھے جاتے ہیں۔

جب اس گناہ گار کو حق کی تلاش ہوئی تو دہلی کے مشہور مشائخوں اور درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے پاس گیا شغل کے سوا اور کوئی چیز نہ پائی اور دل کے ساغر کو نگاہ کی شراب سے کسی نے نہ بھرا۔ زمین آسمان میں مولانا صاحب کی شہرت تھی ان کے طالبوں کے حالات مشاہدے میں بھی آتے تھے۔ اس لئے مولانا صاحب پر پورا اعتماد جم گیا اور مولانا سے بیعت کا فخر حاصل کرنے ارادہ ہو گیا مگر حالت کی تبدیلی استقلال سے دور تھی کہ وحدت الوجود کا وسیلہ کس طرح اختیار کیا جائے۔ کہاں خالق۔ کہاں مخلوق۔ اس

لہ فخر الطالبین کے ترجمے کے حاشیے میں ہم وحدت الوجود کو بتلا چکے ہیں۔ وہاں دیکھئے۔ درود کا لہجہ لکھ قرآن شریف کی آیت ہے وابتغوا الیہ الوسیلہ سورہ مائدہ یعنی اللہ کی طرف وسیلہ

اور میں حیران تھا یہ خطرہ آتے ہی مولانا میرے خطرے پر مطلع ہو کر اپنے
 کمرے سے تنہا میرے پاس تشریف لائے۔ بندہ ان کو دیکھ کر تعظیم کے لئے
 اٹھ کھڑا ہوا۔ آنکھوں نے میرے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں سے

بقیہ نٹ نوٹ صفحہ ۲۶۸ سلسلہ ۲۵

تلاش کرو اس سے بڑھ کر وسیلے کی اور کیا سند ہو سکتی ہے۔ انجمن خدام الدین لاہور کی
 طرف سے مولانا احمد علی صاحب نے قرآن مجید کا جو ترجمہ شائع کیا ہے۔ اس میں اسی
 آیت کے تحت جو حاشیہ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

بشرعیت میں اس کے (وسیلہ کے) دو معنی ہیں۔ مرتبہ -

طاعات (تفسیر مظہری میں بھی یہی ہے) حاکم نے حدیفہ سے روایت
 کی ہے اور ایسا ہی قاریابی عبد ابن حمید ابن المنذر۔ ابن حاکم بن
 عباس سب نے کہا ہے کہ یہ بلا کیف ذاتی تقرب کی طرف اشارہ ہے۔
 حدیث میں ہے کہ وسیلے سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں میرا وسیلہ
 اختیار کرو (احمد نے بسند صحیح ابی سعید خدری سے اس کو روایت
 کیا ہے) مسلم میں عبد اللہ ابن عمرو بن العاص سے روایت ہے
 کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ جب تم مؤذن
 سے اذان سنو تو وہ جو کچھ کہے وہی تم کہو۔ پھر جس نے دس
 بار درود شریف پڑھ کر میرا وسیلہ اختیار کیا میرے ساتھ جنت میں
 ہوگا اور جب کوئی میرا وسیلہ اختیار نہ کرے اس کو یہ مرتبہ مل

پکڑے اس طرح کہ مولانا نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں ڈال لیں ہتھیلیوں سے ہتھیلیاں ملا کر مسکرانے ہوئے میری طرف دیکھا۔ گویا ایک شراب تھی جو میرے دل کے جام میں ڈال رہے تھے یا ایک آگ تھی جو میرے سینے میں پھرکا رہے تھے پہنچے کہ گویا دل سے گلے تک لاسے مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے میری جان نکلی جا رہی ہے استقلال کی رسیاں کٹ گئیں۔ میں مستی و مدہوش ہو کر گر پڑا اور مولانا واپس چلے گئے۔

تفسیر فٹ نوٹ صفحہ ۲۶۸ و ۲۶۹ سلسلہ ۱۷

نہیں سکتا مگر جس کو اللہ عطا فرمائے جس نے میرا وسیلہ اختیار کیا میں اس کی شفاعت کروں گا۔

وسیلے کے متعلق اور تفصیل کی ضرورت ہو تو حضرت مجدد الف ثانی کے مکاتیب ملاحظہ فرمائیے۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں انسان اگر ایک دوسرے کی حاجت روائی نہ کرے تو اسلامی بھائی چارے کا مقصد ہی فوت ہو جائے۔ یہی بھائی چارہ مدد ہے۔ یہی بھائی چارہ وسیلہ ہے۔ ہم کالوں کے وسیلے سے سنتے ہیں۔ آنکھوں کے وسیلے سے دیکھتے ہیں۔ ہاتھوں کے وسیلے سے کام کرتے۔ اور پاؤں کے وسیلے سے چلتے پھرتے ہیں۔ پھر اس کا انکار انتہائی نادانی ہے وسیلہ کیا ہے ایک قسم کی مدد ہے اگر یہ مدد۔ ایسا کعبند و ایسا کسنتعین کے خلاف ہوتی تو انصاری کا لفظ وجود ہی میں نہ آتا کہ اس کے بغیر انسان کی زندگی ہی ناممکن ہے پھر ایسی تکلیف مالا یطاق کو شریعت کی طرف منسوب کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ درد کا کوئی -

تھوڑی دیر تک میں بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش آیا اس وقت
ذوق و شوق تحریر میں نہیں آسکتا آنسوؤں کی ہر تھپی کہ جاری
دگئی۔ انسان۔ حیوان۔ نباتات۔ جمادات۔ جزا اور کل۔ عرض ہر تیز
یہ ہی نظر آ رہی تھی۔ ذکر قلی جاری ہو گیا کھانا پینا سونا سب جاتا
یا۔ چند روز بعد اپنے لباس اور کھانے پینے عرض ہر کام کے متعلق
ہی خیال کرنے لگا کہ میں کیوں اس میں اپنی اوقات ضائع کر رہا
ہست است کے بعد اتفاقہ ہوا کہ مجزوب نہ ہو جائوں۔ یہ دونوں
عقوبت مولانا کی عنایت سے حل ہو گئے۔

اسی زمانے میں مجھے خیال ہوا کہ لا فتوح الغیب دیکھوں گھر
بغیر حکم کے اس کا دیکھنا مناسب نہ سمجھا مگر مولانا کی عظمت و سمیت
کی وجہ سے۔ ان سے عرض کرنے کی جرأت ہی نہ ہوتی تھی۔ گفتگو کی
تو ابتدا کرنا میرے طریقے میں ادب کے خلاف ہے۔ اسی فکر میں تھا۔
دیکھا کہ مولانا خود فرما رہے ہیں کہ فتوح الغیب کا ان دنوں دیکھنا
بہتر ہے، یہ کتاب غلام حسین کے پاس ہے لیکر دیکھو میں نے ایسا ہی کیا۔
شکر کشی کے زمانے میں فرائض کی ادائیگی مجھ سے بہت کم ہوئی
تھی۔ مولانا نے تحریر فرمایا فرائض کا خیال رکھو۔ آخر کیا بات ہے
تم مجھے کم یاد کرتے ہو۔ اس سفر میں مجھے مسلسل تحریر فرماتے رہے

۱۰ یعنی نماز روزے کا۔ درد کا کوروی

کہ اس زمانے میں اپنی حفاظت کا بہت خیال رکھو۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مولانا عید اللہ کو متعین فرمایا کہ احقر کو تاکید کرتے رہیں اور حفاظت بھی کریں۔

ایک دن باغ کی سیر کو گیا ایک شخص کو دیکھا کہ جدھر آدمی کھڑے ہوئے ہیں اس راستے کو طے کر کے دیوار کے اُس جانب جدھر زمین نہیں ہے چلا آنا چاہتا ہے جب اس کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو میں نے خزانے داروں اور رسالے والوں سے کہا کہ دیکھو اس کو اپنے رسالے میں ہرگز نہ آتے دینا۔ اس نے رسالداروں میں سے ایک کی بہت خوشامد کی اور پریشانی ظاہر کی کہ حالات جنگ کی وجہ سے میرے پاس درست نہیں ہیں راستہ بھول گیا ہوں پھر نہ معلوم اس کے دل میں کیا خیال آیا کہ وہ مجھ پر رحم کھا کر پوشیدہ طرح پر میری حفاظت کرنے لگا۔

میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا بھی میرے لئے متفکر تھے یہاں تک بے تابانہ ایک دن ادھر سے گذرے خاموش رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ چہرہ مبارک غمگین تھا۔ ناگاہ زبان مبارک سے نکلا کہ ایک بہت بڑی بلا آئی تھی مگر الحمد للہ میرے دوستوں میں ہر ایک ڈر کے گزر گیا۔ میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ عشاء کی نماز کے بعد دیوان خانے کے خیمے سے باہر کاموں سے فارغ ہونے کے بعد میں اٹھ بیٹھا۔ میرا یہ معمول تھا کہ ہر رات خلوت خانے جاتا اور وہیں سو رہتا۔

دن صبح کی نماز کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ زورہ کی نیند آ رہی ہے۔
 اور مشغولی کا موقع نہ ملے گا۔ جب سو گیا تو دیکھا کہ یہاں خون بہا یا
 گا۔ ایسا کئی دفعہ ہوا پھر آنکھ کھل گئی۔ رات کے وقت جو ہتھیار میرے
 رہتے تھے وہ تحویل دار لے کر چلے گئے۔ سرائے میں چاروں طرف
 بار ہونے کے باوجود نہ معلوم کس طرح وہ آدمی مجھ تک پہنچ گیا اور
 بیان سے کھینچ لی۔ محمد پناہ خاں میرے استاد زادے جن پر مولانا
 میں عنایت تھی اور مولانا کے مرید تھے ان کے بکڑے کو دوڑا تو وہ
 لیا۔ محمد پناہ خاں کے دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے مگر لوگ پہنچ گئے اور
 ان نے اس کو مار ڈالا۔ معلوم ہوا کہ مولانا پہلے ہی اس کی خبر دے
 تھے۔ پھر مجھے اپنے ایک دوست سے معلوم ہوا کہ میرے دشمنوں میں
 ایک تے اس آدمی کو روپیہ دے کر اس کام پر مقرر کیا تھا۔ اس دن
 میں نے پناہ خاں کو اپنے دفتر میں لے لیا اور آج تک خدا کی مدد
 ملا کہ دیوانی اور ملکی معاملات میں یہ اعتماد کے لائق ہیں اب جبکہ میں
 نائب لکھ رہا ہوں اس واقعے کو ۱۸ سال ہو چکے ہیں۔

بیماری کے بعد مولانا بہت ضعیف ہو گئے تھے تو میں نے
 بیچون بنا کر ان کے لئے روانہ کر دی تھی اور اس کا نسخہ بھی خدمت
 میں بھیج دیا تھا تاکہ وہ طبیعوں کو دکھلائیں اور مزاج کے
 سب ہو تو استعمال کریں۔

شرف الدین جو بندے کے استاد زادے اور اپنے والد کے

خطاب رفیع الدین خاں) سے آج تک سرفراز ہیں (مولانا کے خاندان
 یہی میرزا ضیاء الدین کے بڑے بھائی ہیں) انھیں کے ہاتھ میں
 کھمبے تھے جیسا کہ انھوں نے سجون پٹی کی تو اس پر مولانا نے فرمایا
 نسخہ کشی تو یہ جیسے وہ کہاں ہے شرفی کیا تصور یہ معلوم نہیں
 میرزا نے یہ بھی کہا کہ کیا عیب خود کہو لا تو نسخہ نکلا۔

عبداللہ خاں نامی افغان غزنی کو اچھی آواز سے پڑھتا تھا اس
 سے اس کو مولانا کی نروپی حاصل ہو گئی اور اس کے متعلق مولانا کی عمر
 بہرانی کی شہرت ہو گئی۔ اتفاق سے دوستوں کے ساتھ حضرت خواجہ
 عرس میں دایہ پیرا چیرا چیرا پیرا چیرا پیرا چیرا پیرا چیرا پیرا
 پیدل گیا تھا اور بال بچے سواری پر فوجی شان و شوکت کے ساتھ دو
 آگے بچھے پیدل چلنے کی عادت نہ تھی اس لئے پاؤں میں چھان
 ڈال گئے۔

میں نے عبداللہ خاں سے کہا کہ کچھ دن میرے پاس رہو
 انھوں نے کہا کہ حضرت مولانا کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتا
 حضرت مولانا کے پاس آوی بچا اور عبداللہ خاں کے رہنے کی اجازت
 طلب کی۔ حضرت مولانا نے جواباً تحریر فرمایا کہ تمہاری قیافت
 عجیب ہے کہ ایسے آدمی کو اپنے پاس رکھنے کو تیار ہو۔ اس کو قبول
 رخصت کرو اور خود عبداللہ خاں کو مولانا سے لکھا کہ تم رخصت
 جلدیہاں پہنچو۔ میں حیران رہ گیا کہ اس تحریر سے آخر حضرت

نشاہت ہے۔ حضورؐ نے دن بھر دعا مانگی کہ اللہ حضرت سے اسے اور بعض
 میرے لوگوں کو بھی کچھ دے کہ کچھ آگے آگیا، تب میرے دل سے کہا
 یہم کا فضل حکمت سے تھا ہی نہیں، ہرانا انیب مولانا کی شکر ہے کہ طلب
 میں آیا۔

مولانا روح اللہ جو مولانا کے بڑے خلیفہ تھے۔ وہ بھی اس قافلے
 تھے۔ وہ بھی بھائی بھوسے کے اہل خانہ سے ہیں۔ ان کے سامنے پورے
 کی۔ میرا بھائی سے قبول کر لیا، گھر پہنچ کر حضرت نور اللہ دن میرے پاس
 کے رہتے تھے، گھر والی روح اللہ صاحبہ میرے یہاں صرف وہ آگیا
 رہتی تھی، شریف لاسے۔ عورتوں کے بعد جب لڑکے آئے ہیں، تو مولانا
 روح اللہ صاحبہ ان کے شریف ہیں، احتیاط سے کی وجہ سے ابھی
 وہ بھی میرے جیسے ایک حضورؐ مولانا کی قلمی خدمت میں پہنچے اور انہوں
 صاحبہ معمول لپیٹے احباب سے بھوسے کی ملاقات کا حال دریافت
 یا لڑکیوں نے تنہا حال بیان کیا، مولانا کی روح اللہ صاحبہ کے
 لڑنے لگے ان کے جانے سے) مولانا خوش نہیں ہوئے۔ اور فرمایا کہ ان
 کی یہ حرکت ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ غازی الدین کوئی غیر نہیں۔ آخر ہمارے
 حلقے کے ہیں اور غیرت الہی کی کسی کو کیا شکر کسی کو ضرور ہے۔
 ہوا ویسے۔ اسی زمانے میں مولانا روح اللہ صاحبہ کو جاڑا بخار آئے لگا۔
 جب اگر میرے پاس آگئے۔ ہر دن ان کی خدمت میں حاضر رہتا۔ آخر وہ بین
 ہوتے ہیں شفا پا کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عنایتوں سے

سرفراز ہوئے۔

چونکہ وحدت الوجود میں یہ رنگے ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا سے بہت خوش تھے اور اکثر مریدوں سے فرماتے کہ مولوی روح کے پاس بیٹھا کرو۔ پھر آنکھوں نے مولانا سے وطن جانے کی اجازت چاہی مولانا نے ہر چند روکا مگر باصرار رخصت ہو کر چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد مولانا نے فرمایا کہ فاتحے کے لئے کھانا پکوا یا جائے۔ مولوی روح نے آکر کہا ہے کہ ہم شہید کر دئے گئے۔

۱۰ فاتحے کی سند۔ مولانا اسماعیل شہید دہلوی اپنے رسالہ زیادة الصحاح میں لکھتے ہیں

اگر کوئی شخص کسی بکری کو گھر میں اس طرح پالے	اگر شخص بزرے راخانہ پر درکنڈنا
اس کے خوب گوشت ہو جائے پھر ذبح کر کے اور	گوشت لو خوب شور و آواز دینا کر وہ فاتحہ
حضرت غوث اعظم صج کا فاتحہ پڑھ کر کھال	حضرت غوث الاعظم شہ آرزو بخورد خلائق نیست
کوئی خالی نہیں۔	(کتاب مسائل عشرين)

عالم باقر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

اگر بلیہ شیر بونج (کھیر) کسی بزرگ کے قلم	اگر بلیہ و شیر بونج بنا بر فاتحہ بزرگے
کے لئے ثواب پہنچانے کی نیت سے پکالیں	بقصد ایصال ثواب بروح بترند و بخوند
کوئی مضائقہ نہیں۔	مضائقہ نیست۔ کتاب مسائل عشرين صفحہ ۱۲

مولانا حاجی امداد اللہ اپنی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔

”مناخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے

مولانا کو ایسے قرآن شریف کی تلاش تھی جو ہمیشہ حضرت شیخ کلیم لہند کی
ت میں رہتا تھا اور انھوں نے تفسیر القرآن تصنیف کر کے اپنے ہاتھ سے
نیچے پر لکھی تھی۔ بازار میں ایک روز دیکھا کہ ایک بڑھیا کلام مجید نوبل میں

فٹ نوٹ بسلسلہ صفحہ ۲۷۶ (سہ)

مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو نہ بیان سے بھی کہنا مستحسن ہے
اسی طرح اگر یہاں کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کا مانے کا ثواب دلاں شخص کو
پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ اگر وہ موجود ہو نہ بیان سے مستحضر قلب
(حضور قلب) ہو۔ کھانا رو برو لانے لگے کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے
رفیع یدین ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ ہاتھ بھی اٹھانے لگے کسی نے خیال کیا
کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ پانی بھی دینا مستحسن ہے پانی پلانا
بڑا ثواب ہے، پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا تو فاتحہ کی یہ شکل ہو گئی۔ رہا
تعبیر تاریخ یہ بات بٹربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر وقت پر یاد آ جائے
تو ہو جانا ہے ورنہ ساہا سال گزر جائے ہیں خیال بھی نہیں آتا اس لئے
تاریخ کا تعین ضروری ہوا۔

فاتحے کی بابت حدیث سنئے۔۔۔

الفاتحہ ترما قرئت لذیہتی	فاتحہ اس کے لئے ہے جس کے لئے وہ
مرید الاحادیث صفحہ ۲۳۲۔۔	پڑھا جائے۔

چونکہ ایصال ثواب میں سورہ فاتحہ بزرگ لوگ پڑھا کرتے تھے اس لئے

ذہبی کے ہونے سے پہلے پلوچینا بڑھایا یہ کیا ہے اس سے کہہ کر قرآن شریف کی ہر ایک
آیت سے کھول کر دیکھا تو وہی حضرت شیخ کچھ ادر والی قرآن شریف

یقیناً تو یہ لیسہ سیرا ہے (۲۵۷)

ایصال ثواب کے عمل کا نام فائزین ہو گیا۔ اللہ فرماتا ہے۔ *الذی یصدق الکلمہ*
ذکر اللہ کی طرف سے جو کر رہے ہیں۔ تو قرآن کی آیتوں سے بڑھ کر اور
کچھ کیا ہوں گے۔ ایصال ثواب یا فائزین کی ہر ایک قرآن شریف کی ایک
آیت ہے۔

<p>وَمَا تَقْدِرُوا إِلَّا فِي سَعْدٍ مِنْ تَحْتِ رَبِّكَ إِنَّ عِنْدَ اللَّهِ عَرْشٌ شَدِيدٌ رَاسِخٌ أَعْلَىٰ وَاسْتَنْصِرُوا إِلَى اللَّهِ عَفْوًا وَرَحِيمًا (سورۃ بقرہ)</p>	<p>اور جو بھی تم پہلے سے اپنے لئے کیا کے لئے آگے بھیج دو یعنی ایصال کرو (اس کو اللہ کے پاس پہنچانے اور زیادہ پاؤ گے) (اس لئے) سوائے یہ ہے کہ اللہ کے لئے والی ہر بار</p>
---	--

جوادی فائزین والی چیز اگرچہ مادی ہوتی ہے لیکن قرآن شریف کی برکت سے وہ لقمہ
بن جاتی ہے یعنی تو شہیدانی آیتیں ہیں صراحت ہے کہ ان کو زندگی دیا جاتا ہے کہ
میں اٹھنے میں جو لوگ شہید ہوئے صرف وہی شہید نہیں بلکہ جہاد نفس والی بھی
ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ اس کی ضرورت ہے تو ہماری کتاب اپنے اعتبار سے
ملاحظہ فرمائیے اس میں فائزین پر بھی ہر نوعیت سے بحث کی گئی ہے۔
(ملاحظہ فرمائیے)

کے حسب خواہش ہدیہ دے کر قرآن شریف سے لیا

یہ ہرگز ہرچہ مناسب اور دراز

ہو کہ جس چیز مناسب ہوئی ہے خدا نے اور وہ عطا فرمادے گا

احقر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور جس کے بھی میرے یہاں لڑکا پیدا

ہو۔ جو بڑھ کر لڑکا بنے سب کو قسم اور پڑھتا ہے اس سے بڑھ کر

لڑکا کس سے بڑھ کر پڑھا گیا اور کس باور کس کو پڑھا گیا

پڑھا گیا اس لئے اس کے لئے پڑھا گیا اور پڑھا گیا

پڑھا گیا پڑھا گیا

احقر کا نام کانیر ایک لڑکا تھا، نہایت حسین اور خوش آواز تھا

اس کو تو اب سن کر حال آجاتا تھا اتفاقاً پھر اس کی شفا کے لئے

پہلے دیکھا گیا۔ لڑکا اس مرتبہ اچھا ہو جاتا تھا۔ پھر اس کی شفا کے

لئے پڑھا گیا۔ پھر پڑھا گیا اس کے لئے پڑھا گیا اور پڑھا گیا

پڑھا گیا کے لئے پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا

احقر کا نام کانیر ایک لڑکا تھا اور اس کے لئے پڑھا گیا

پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا

پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا

پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا

پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا اور پڑھا گیا

Marfat.com

ہوجانے کی خبر معلوم ہو گئی۔ یہ شروع میں حضرت مولانا سے کوئی عقیدہ نہ رکھتے تھے، مولانا کے پاروں دوستوں کے حالات دیکھتے تو تعجب آخر آستان عرش نشان پر سر جھکایا اور بیعت سے مشرف ہو گئے۔ ہو کر چند قدم ہٹے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا خادموں کی مرید ہوتے ہی حالت بدل جاتی ہے مگر تو کچھ بھی نہیں یہ خیال آنا ہی تھا کہ جیسے کسی نے پیٹھ پر ایک تیر مارا جو سینے پر کارگر مست و بے تاب رقص کرتے ہوئے مولانا کے قدموں پر جا گریے وقت مرزا مذکورہ گویا سر سے پاؤں تک ایک چنگاری بنے ہوئے تھے مولانا کا معمول تھا کہ باطنی امور و اسرار سے اس بندے کو باخبر فرما دیتے تھے، مگر اسرار کو قلم لکھ نہیں سکتا اور زبان ادا نہیں کر سکتی۔ یہ کے بعد سے یہ حالت ہے کہ مولانا کی عنایت سے چند گھنٹے پہلے دل معلوم ہو جاتی ہے۔

حرمین شریفین میں حاجیوں کی زیادتی کی وجہ سے وبا پھیل گئی تھی یہ احقر بھی بیمار ہو گیا تھا بہت تکلیف اٹھائی، خفقانی کیفیت ہو گئی تھی، آدھا ہا ہ گیا تھا، ہندوستان پہنچنے کے بعد حضرت مولانا کی شفقت اور اس عمل سے جو انھوں نے بتایا تھا ہو گئی سب تکلیف جاتی رہی۔

محمد پناہ خاں حضرت مولانا کی خدمت میں گیا ہوا تھا۔ (اور چونکہ میں ایک مدت کے بعد اپنی متعلقہ خدمت پر حاضر ہوا۔ اس لئے اس نے)

میں میرے متعلق عوام میں کچھ اور خبر مشہور ہو گئی تھی۔) خان زکوریہ واپس آیا تو میرے متعلق غیر معتبر خبریں سن کر بتیاب اور وقتاً ہوا حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ سب خبریں ہی اطمینان رکھو۔

صوفی یار محمد سے (جن کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے) ارشاد فرمایا کہ ذرا فلاں (غازی الدین) کے لئے مراقبہ تو کرو۔ وہ مراقب ہوئے دیکھا کہ ایک آدمی یہ عبارت پڑھ رہا ہے۔ یا حی یا قیوم کرماتک استغیث بندے کی واپسی کے بعد بیکانیر پہنچ جانے پر عنایت نامہ پہنچا۔ اس میں یہ تحریر فرمایا تھا دوست! دیکھنے کو بہت دل چاہتا ہے۔ انہ دوست یک اشارت از مایسرد ویدن دوست کی طرف اگر ایک اشارہ بھی ہو تو ہم سر سے دوڑنے کو تیار ہیں) فوراً خدمت عالی میں حاضر ہوا خدا کی عنایت سے ٹھہم بوسی کی سعادت ملی۔ اپنی مہربانی سے دریافت فرمایا کہ اب کیا ارادہ ہے میں نے عرض کیا جو حکم ہو۔ فرمایا وہی کام میں اتنا زمانہ گزرا۔ اب دنیاوی کام بھی دیکھو میں قدموں پر سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔

پھر مولانا نے فرمایا اب دنیا سے میرا دل اچاٹ سے میں نے عرض کیا بجا ہے۔ فرمایا کہ الحمد للہ کہ خدا نے تمہارے لئے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اس کے بعد کلاہ اور دستار جو سر مبارک پر تھی اس غلام کو مرحمت فرمائی۔ چاروں سلسلوں اور حدیث شریف کی اجازت بھی عطا ہوئی۔ اور بہت سے اشغال تعظیم فرمائے۔ چنانچہ ایک شغل میں مولانا نے میرے ہاتھ پاؤں درست فرما کر اس کی

تسلیت بھی پہلائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کہو تو تم کو اس کے بتلاؤں
پہلے وہ شکر ہے اور اگر کہو تو اس کے اور اس کے بچا لیا پھر یہ ہے کہ اس کے شغل عملی
طریقہ پر پہلی بتلاؤں اور اس کے لئے علی بن ابی طالب

شہر نشا ہے جو کہ ہے ترکہ و شکر
یہ ہے شکر و شکر والی اور شکر امید
فلک یا نیچے طقدان کو لیں
زمین آپ پار کی یا چوہ لیں
قضا یا خواہش اور کرہ پیراں
قدیر اور اور برکت و امان
پہلے شکر اور شکر اور گل لیں
شہر یا اثر و اثر اور شکر

ترک و شکر یہ ہے کہ پلٹا باوشاہ
(یہ شہر شاہ) کہ اور باوشاہ آپ کے حکم کے لئے
اسکان آپ کے کوچے کا با نیچے طقدان
زمین آپ ہی کی ہوں سے آپ ہی کی رہتی ہے
قضا آپ کی خواہش سے اور کرہ پیراں ہے
قدیر آپ کے حکم کی منتظر
پہلے شکر آپ کے کوچے کی گل زمین
شہر یا اثر کے اور شکر

۱۔ ترک حضرت شاہ علی حیدر قلندر کا کوئی نے اپنی کتاب مصباح التصرف
میں لکھا ہے کہ مالک کا پرچہ کہ قلعہ کیا اور یہ ہے ترک تعلق اور وصول
کی طرف مشغول رہنا شاہ علی قلندر فرماتے ہیں
ترک دنیا ترک دنیا ترک دنیا
پہلے شکر اور شکر اور شکر سے خود پورے اور حق کی خودی میں جانے کو
کہتے ہیں۔ (مصباح التصرف) ترک کا کوئی۔

پانچواں باب

تہمت کے بیان میں

جو عقیدت مند قابل توجہ ہوں پہلے ان کو اپنا مشتاق بنانا۔ پھر فقر و
تے کا امتحان لینا چاہئے۔ پھر ایک زمانے کے بعد عادتوں کو جانچنا
چاہئے۔ جب معلوم ہو جائے کہ استقامت پیدا ہوگئی اخلاق مہذب
ہو گئے تب مرید کرنا چاہئے۔

اگر کوئی بے علم ہے تو علم حاصل کرنے کی قید لگا دینا چاہئے۔
متحان کے طریقے بہت ہیں اگر لکھوں تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے
مذا اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے۔

مولانا عبداللہ (جو حضرت مولانا کے خاص خلفائے ہیں وہ اس
مقرر پر بہت عنایت فرماتے ہیں) یہ صاحب اور ان کے علاوہ چند

دوسرے لوگ مولانا کی خدمت میں آئے اور مرید ہونے کی خواہش
 حکم ہوا کہ کچھ روز یہاں رہو۔ اور کھانا پکانے والے کو حکم دیا کہ
 کھانے کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس طرح دو تین دن کے بعد فاقہ
 کی وجہ سے آنکھوں نے اپنا رستہ لیا۔

لیکن صرف مولانا عبداللہ موجود رہے۔ جب پانچویں دن
 فاقہ ہوا اور بہت بھوک لگی تو بے چین تھے۔ اس دن کہیں سے مہم
 کے لئے کھانا آیا تھا فرمایا کہ عبداللہ کو بلاؤ۔ مولانا عبداللہ خوش
 ہوئے کہ اب فاقہ کشی ٹوٹنے والی ہے۔ مولانا نے ارشاد فرمایا کہ
 سب لوگوں کو تقسیم کر دو۔ مگر مولانا عبداللہ کو کچھ نہیں دیا۔ مولانا
 کھانا تقسیم کر کے اپنی جگہ آکر بیٹھ گئے۔

چھٹے روز حضرت مولانا فخر نے خر بوزے منگائے تو
 اس کے چھلکے صحن میں پڑے ہوئے تھے۔ مولانا عبداللہ کے نفس
 کہا کہ جب رات ہوگی لوگ سوتے ہوں گے تب یہ چھلکے کھا کر
 دفع کر لوں گا یہ خیال آئے ہی مولانا فخر نے خادم کو حکم دیا کہ
 زمین سے یہ چھلکے ہٹا دئے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا پاؤں
 پھسل جائے۔ مولانا عبداللہ کا جسم مردوں کی طرح ہو چکا
 دل میں کہا کہ اگر موت آجائے تو قبول ہے مگر یہاں سے نہ جاؤں
 اب کی حالت ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔

ساتواں دن گزرنے کے بعد جب رات آئی تو حضرت

مولانا فخر نے مولانا عبداللہ کو بلایا اور اپنے ساتھ ایک ہی برتن
 میں کھانا کھلایا اور مرید کر لیا۔

مولانا بہت توجہ سے طالبوں کی تربیت فرماتے تھے حلقے اور
 رقبے کے مشیخت ہیں جو اصول ہیں ان سب میں کچھ نہ کچھ خود نکالی ہے
 اس لئے مولانا کا طریقہ مولانا کا اصول ان تمام باتوں سے الگ تھا۔
 جلس میں یا درس میں لوگوں سے جو گفتگو فرماتے تو بہت نرمی سے
 بات کرتے۔ اہل دل سے آپ دل کی زبان سے گفتگو فرماتے رہتے
 خاص کر اس وقت جب اہل محفل سے بات چیت ہو رہی ہو۔
 مریدوں کی طرف دل سے متوجہ رہتے نگاہوں کا گوشہ صاحب
 معاملہ کی جانب رہتا۔ جو دل پر لگتا یا ایک شراب ہوتی جو دل اور سینے

مولانا نے جو مولانا عبداللہ کو بھوکا رکھا یا لوگوں کا اس طرح امتحان لیا
 تو یہ کوئی بے معنی یا بے سند بات نہیں ہے۔ کتاب اسرار روحانی
 مولانا سید بسین علی صاحب (خواہر زادہ حضرت محبوب الہی) کے صفحہ ۹۹
 میں ہے۔ اجمعوا بطونکم و اظہار اکبادکم یعنی
 اپنے شکموں کو بھوکا رکھو اور اپنے جگر کو پیاسا رکھو۔ آگے چل کر
 اسی صفحے میں ہے۔ ان اشد البلاء علی الانبیاء ثم علی الاولیاء
 ثم الامثل فالامثل (یعنی سخت ترین بلا انبیاء پر آتی ہے پھر اولیاء پر پھر جو
 ان کے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں یہ اس لئے ہے تاکہ ہم اللہ کو نہ بھول جائیں۔
 درد کا تورو دی۔

کے جام میں ٹپکائی جاتی تبسم جس کو اس کا خدنگ کہہ سکتے ہیں اس کو شراب کی موح کہا جاسکتا ہے۔ جب مزاج مبارک خوش ہوتا چاہے سماع میں ہو یا ویسے اس وقت کا اثر اور فیض قابل دید ہوتا۔ بعض وہ لوگ جن کے شامل حال آب کی عنایت ہوتی ان کو خلوت اور بے خلوت جیسا موقع ہوتا مشغلوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اور بعضوں کو اس کی تاکید ہوتی کہ حجرے سے باہر نہ نکلیں اگر کسی

۱۰۰ حضرات صوفیہ نے عرس۔ ذکر و شغل یا درود شریف وغیرہ کے طریقے ایجان کئے ہیں نادائق لوگ اپنی تخریر و تقریر میں ان کو بدعت بتاتے ہیں ان کے متعلق یہ حدیثیں ملاحظہ ہوں :-

مَارَاةَ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَمَعْنَدِ اللّٰهِ حَسَنًا (موطا امام مالک و ترجمہ جمعہ ص ۷۲) جس چیز کو مومنوں نے اچھا سمجھا وہ چہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سَنَةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرٌ مِّمَّا فَعَلَ مِنْ عَمَلٍ بَعْدَ رَجْعِ الْمَسْلُومِ (جو اسلام میں اچھی راہ نکالے اس کا ثواب ہے اور جو اس پر عمل کرے اس کو بھی ان سب کا ثواب ہے۔

اورنگ آباد میں جناب مولانا محمد صابر صاحب نے یہ حدیثیں سجا کو لکھی تھی۔ میں نے ان سے حدیث شریف کا درس لیا ہے۔
درود کا کوروی۔

رودت سے باہر آنا پڑے اور دوسروں کی طرف ذرا بھی دل کو
وجہ دیکھیں تو جلدی سے حجرے کے اندر چلے جائیں اور مرشد
حضوری میں بھی کم حاضر ہوں اور کم بیٹھیں۔ جن کے دماغ
میں خشکی ہوتی ان کو روغن دیا جاتا کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ
ذون کی طرف متوجہ ہو جاتا رات دن کے حالات کا حساب بھی
اجاتا اس کی بھی تاکید کی جاتی کہ فضول وقت ضائع نہ ہو۔

اگر کسی نے مشغولی میں سستی کی دو ایک مرتبہ اس کو نصیحت
دے کر اس نے کہا نہ مانا تو پھر اس کی امید منقطع ہو جاتی۔
صبر الدنیا والآخر لا نعوذ باللہ منہا ر دین بھی خراب
نہا بھی خراب اللہ اس سے بچائے۔ تجربہ اس طریقے کے لئے
مازمی ہے۔ مولانا نے خود بھی تجربہ میں اپنی عمر گزار دی ہے۔
میں جوانی میں ایک مرض ہو گیا تھا، حکیموں نے یہ علاج تجویز کیا
کہ شادی کر لینا نہایت ضروری ہے تا چار شریف گھرانے میں شادی
رہی تو صاحبزادے عالی قدر مولوی قطب الدین سلمہ اللہ تعالیٰ
پیدا ہوئے۔ یہ اس وقت پچاس سال کے ہیں۔

میرزا حسین باوجود اس کے کہ اہل و عیال والے تھے ان کا
قاعدہ تھا کہ عزت کے خیال سے پہلے اپنے کو سلام سے مستفید کر لیا
رتے ایک مرتبہ ان پر مولانا کی نظر پڑی عجیب حالت ہو گئی۔
فرماتے تھے کیا غرور کہ مہر آئے کہ صر چلے، مرزا مذکورہ سے یہ وار

انسان تھے۔ اکبر آباد کی حفاظت کی خدمت کا ان کو ایک مقرر
 و وظیفہ ملتا تھا۔ ان کے نفس امارہ نے ان کو دوسری شادی کو
 ترغیب دی تو انھوں نے مولانا سے رائے لی، مولانا نے فرمایا
 شغل کرنے والے کو ایسا نہیں چاہئے۔

انھوں نے اس چیز کو جائز سمجھ کر دوسری بلا کو مول لینے کا ارادہ
 کر لیا۔ نفس کی شامت نے مرزا کو نہ چھوڑا۔ دوسری مرتبہ عرض کر
 پر مولانا نے فرمایا کہ جو میری رائے تھی وہ ظاہر کر چکا اب تم کو اختیار
 ہے۔ غرض مرزا نے دوسری شادی کر لی۔ اس پر مولانا نے بعض خل
 نشینوں سے فرمایا کہ دیکھو رزق کی زیادتی اور شہوت کے غلبے نے مرزا کو اس
 وادی میں ڈال دیا ہے، عورت کے پاس جائیں گے جسمانی لطف اٹھائیں۔
 خدا کی شان جس رات مرزا کی شادی ہوئی اس رات نامرد ہو گئے او
 و وظیفہ بھی بند ہو گیا۔ لوگ مری جاتی رہی، نسبت باطنی اپنی اصلی حالت
 پر نہ رہی۔ مرزا اکبر آباد چلے گئے اور مدت تک تنگدستی میں بسر کر
 رہے۔ آخر مولانا نور محمد کی سفارش پر قصور معاف ہوا۔ کچھ روز بعد
 انتقال کر گئے۔ انتقال کے وقت ہنسی رہے تھے۔

اسی طرح میر عظیم جو اوتناد کے مرتبے کو پہنچے ہوئے تھے کہ
 لوگ ایک ہی وقت میں ان کو کئی جگہ موجود پاتے تھے۔ حضور
 مولانا ان کا بہت خیال کرتے تھے یہاں تک کہ اگر کسی کی بات قاب
 قبول نہ ہوتی تو مولانا اس کی سفارش سے قبول فرما لیتے۔ یہ ایک
 مرتبہ اپنے بہت سے مریدوں کو لے کر آئے تو در سے ہیں ان۔

اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ مولانا کے بعد اگر
 ن ہے تو یہ میرا عظیم ہیں یا تو رنجیدہ۔ مگر ان کو بھی شادی کی فکر و امن گیر
 نیج۔ محانت کی گئی مگر نفس کی برائی نے ان کو اس سے بچنے کا
 قہ نہیں دیا اور ان کا حال سلب ہو گیا مریدوں نے چھوڑ دیا آخر
 قت میں مزاروں پر گئے اور شرمندگیاں اٹھائیں مگر کوئی فائدہ
 ہوا۔

مشغولی کی سستی مشغولی میں دل کا حجاب ہو جاتی ہے۔ اگر توبہ
 نے سے سنبھل گیا۔ استغفار پڑھا تو پھر اللہ کی عنایت شامل حال
 ہو جاتی ہے اور حجاب رفع ہو جاتا ہے ورنہ یہی چیز عداوت کی
 نکل اختیار کر لیتی ہے۔

حضرت مولانا ابتدائے حیات میں نفلیں اشراف یعنی
 نماز شکر۔ استغفار۔ استخارہ۔ مغرب کے بعد کی نفلیں، جسے
 اوابین اور حفظ الایمان اور صبح کی نماز کے بعد مسبوعات عشر۔ تسبیح
 تحمید اور تحلیل ان سب امور کی ہدایت اور تاکید فرماتے ہیں
 لوگوں کو پانچ وقت کی نماز کے بعد بصیر حقیقی کا تصور بتلاتے۔ اس
 حدیث کے تحت کہ۔ الانسان ان تعبد الله كان له نورا
 فائدہ، یواک زجرہ۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کو
 کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ ورنہ یہ سمجھو کہ یعنی خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کی قوت حاضر غائب یکساں

تھی۔ مولانا فخر اس چیز سے خاص طور پر فیض یاب تھے۔ چاہے
 موجود ہوں یا نہ ہوں مولانا کے لئے مشرق و مغرب کا فاصلہ برابر
 چنانچہ احقر کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ دینی بھائیوں کے حالات
 کے سلسلے میں بھی اسی طرح معایم ہوا ہے اور بارہا زبان مبارک
 سے یہ الفاظ سننے ہیں وہ شیخ (مرشد) ہی کیا کہ مشرق میں
 ہو اور اس کا مرید مغرب میں۔ اور پھر اس کے حال
 باخبر نہ ہو۔

کسی نے یورنگ آباد میں حضرت مولانا کے بھائیوں کو سبچ پہنچ
 انھوں نے حضرت مولانا کو خط بھیجا۔ اس پر فرمایا کہ فلاں شخص
 مجھ کو دور سمجھ لیا ہے۔ ایک صاحب کو ہم سے نسبت اخوت ہے
 دوسرے صاحب ہمارے شیخ کے فرزند ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم
 بزرگوں سے لیاقت کے بعد اجازت لی ہے۔ قاعدہ جاننے والا ہی
 اصول کو جان سکتا ہے۔

ایک صاحب نے مولانا کی خدمت میں محبت اور ذوق سے
 ایک مدت گزار دی۔ عنایت کا دامن ان کے ہاتھ آگیا۔ مہربانیوں
 سے سرفراز ہو گئے مگر اس کے بعد عجیب حال ہوا۔ نفس نے جیل
 سے اجازت و خلافت کی درخواست کی آپ نے مجبوراً اجازت
 دے دی مگر حال سلب کر لیا۔ جب جرحہ تکمیل گئی تو شاخ کس کام
 کی۔ کیونکہ ایسی شاخ پھول پھل لا نہیں سکتی۔ اس کے بعد انھوں

نے لاکھ سر ٹپکا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

اس غلام سے مولانا نے فرمایا اجازت خلافت اس وقت لینا چاہئے کہ قدرت یافتہ شخص متوجہ ہو۔ اور توجہ والی وہی نگاہ ہوتی ہے کہ وحدت وجود جس کا حقیقی حال ہو۔ اور اپنا مبارک حال بیان فرمایا کہ اب دید باقی رہ گئی ہے آپ کے مزاج میں استعداد والے کی تو واضح بہت تھی و خدا والے کی تعظیم کے لئے ہر وقت کھڑے ہو جاتے اور ان کے عاشقانہ حرکات لپٹنے چپٹنے ان سب باتوں کو برداشت کرتے اور نیک نیتی کا سرمایہ سمجھتے۔

حافظ محمد خلوت میں حقائق کا سبق پڑھا کرتے ان کو جدا کیا۔ پہلے مبارک پران کی لات پڑ گئی مدتوں اس کی وجہ سے درد رہا اس موقع پر حضرت مولانا نے حضرت مجید الدین کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ میرے مریدین میں سے کسی نے مجھے کاٹ کھا یا تھا، بارگاہ سبحانی میں میری جانب سے ہی تحفہ قبول ہو گیا۔

حضرت شیخ کلیم اللہ کی کتابوں کاشکول مرفوع سواواہل سبیل۔ ان کے پوشیدہ رکھنے کے لئے حضرت مولانا نے نور محمد صاحب اور عبداللہ صاحب کو اجازت دینے وقت بہت تاکید فرمائی تھی اور یہ فرمایا کہ دوسرے کو بھی اسی طرح اجازت دے سکتے ہو۔

حضرت مولانا کو عمل پڑھنے سے بہت نفرت ہے۔ آپ کے خلفائے
ایک صاحب جنھوں نے بلند مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد خود پسندی
اور خود رانی کو اپنا وسیلہ بنا لیا تھا یہ اعلیٰ علیین (جنت) اعلیٰ مقام سے

لے جنت کی صراحت ہے۔ حدیث قدسی اس کا نام ہے کہ ارشاد اللہ کا ہوا اور الفاظ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ جنت کے متعلق حدیث قدسی ہے کہ۔ قال اللہ
تعالیٰ اعدت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن
سمعت ولا خطر علی قلب البشر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے
نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے اور نہ کسی
کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خطرہ گزرا ہے۔ کتاب
مذہب الاسلام مولفہ مولانا ناظم الغنی رام پوری صفحہ (۱۰۷) بروایت ابو ہریرہ۔
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہ ایک جنازے کے پاس سے گزرے تو
اس کی بھلائی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واجب ہوئی۔ ایک
اور جنازے کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو برائی کا تذکرہ ہوا حضور نے
فرمایا واجب ہوئی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیا واجب ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے جس کی بھلائی کی اس پر جنت واجب ہوئی اور
جس کی بُرائی میں اس پر دوزخ واجب ہوئی اس لئے کہ زمین میں تم خدا
کے گواہ ہو عربی عبارت یہ ہے۔ انتم تشهداء اللہ فی الارض
(مظاہرہ حق جلد دوم صفحہ ۵۳) یعنی اللہ کو ہم دیکھ رہے ہیں، اور اللہ

اسفل السافلین (دورخ) کے نیچے طبقے میں پہنچ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ اٹھولنے

(تقیہ ٹوٹ صفحہ ۳۱۴ بسلسلہ ۱۵)

ہم کو دیکھ رہا ہے اس لئے ہر معاملہ میں شرع سے ہماری گواہی ہے اگر اس کی حقیقت نہ ہوتی تو اللہ ہم کو گواہ کیوں بناتا اور حیب اپنے کام کا گواہ بنایا ہے تو ہم اس کو دیکھ رہے۔ دیکھنے ہی کی گواہی ہے۔ اس سے توحید و جود کی کاپتہ چل رہا ہے۔ اسی کتاب مظاہر حق جلد دوم کے صفحہ ۵۴ میں ہے۔ السنۃ الخلق اقلام الحق یعنی خلق کی زبانیں حق کے قلم ہیں) شرح خصوص الحکم مولفہ شاہ مبارک علی کے صفحہ ۲ میں جو عبارت ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذات اور حقیقت کے اعتبار سے عالم عین حق ہے اور تعین اسما و صفات و افعال کے لحاظ سے غیر حق۔ اسی کتاب کے صفحہ (۱۷۸) فص ہود یہ کا حاصل یہ ہے کہ ذات احدیت میں کثرت کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وحدت کا مرتبہ ہے جس میں کثرت بالقوہ ہے۔ اس میں تفصیل کی قابلیت ہے ان قابلیت کو شیون الہیہ کہتے ہیں اس کے بعد اسما و صفات کی تفصیل کا مرتبہ ہے اس کو وحدت کہتے ہیں بسبب اور اولی صفات (۳) ہیں جن کو امہات الصفات کہتے ہیں۔ ۱۔ حیات ۲۔ علم ۳۔ قدرت ۴۔ علم کے دو درجے ہیں سمع و بصر۔ قدرت کے بھی دو درجے ہیں ۱۔ ارادہ ۲۔ کلام یا اس طرح سمجھئے کہ امہات الصفات (۷) ہیں ۱۔ حیات ۲۔ علم ۳۔ سمع ۴۔ بصر ۵۔ قدرت ۶۔ ارادہ ۷۔ کلام۔ چونکہ حضرت مولانا فخریہ کے ارشادات میں اکثر جگہ اشارتاً اس قسم کے الفاظ آتے ہیں اس لئے ان کی صراحت ضروری سمجھی گئی اور حضرات صوفیہ کے اقوال بیان کر دئے گئے۔ صوفیہ سے اصلی صوفی مراد ہیں۔ متصوفین (بنے ہوئے) صوفی نہیں۔ درد کا کوڑی۔

کشکول اور مرقع بلا اجازت طلب کیا تھا ان کی یہ درخواست قبول نہیں
 کی گئی اس پر انھوں نے کہا کہ بازار میں یہ کتابیں سستے داموں مل جاتی
 ہیں اور حضرت مجھ قدیم خادم سے دریغ فرما رہے ہیں مولانا نے ان سے
 فرمایا کہ جب سستے داموں یہ کتابیں مل جاتی ہیں تو کیوں نہیں لے لیتے
 حضرت مولانا کا یہ مطلب تھا کہ

اجازت کے بغیر کوئی کتاب کیا فائدہ دے سکتی ہے؟

یہی حال احمد کا ہوا۔ جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے کہ عمل کی وجہ سے
 مولانا کا دل ان سے متنفر ہو گیا۔ فرمایا یہ اپنی اچھائیوں پر بھروسہ رکھتے
 ہیں اور خواب کا ذکر پہلے ہی آچکا ہے۔ سبحان اللہ کس شاہنشاہ لائبالی کی
 بارگاہ ہے۔ امدائیسے غرور والوں سے بچائے۔

مریدوں کے بھیدوں کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید تھی ان کے ظاہر
 کرنے کو مجرب کام سمجھ لیا گیا ہے، اگر ایسے واقعات جن کا پوشیدہ
 رکھنا غیر الہی کے لئے ضروری ہے (بیان کر دئے جائیں تو ظن میں
 کھینچ جائیں زمین تنگ ہو جائے۔

ایک تازہ واقعہ لکھا جاتا ہے۔ شیخ الہ پارہ تنگدستی کی وجہ سے
 گھر سے باہر چلا گیا اور حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ میں پہنچا اور
 اور اپنا حال عرض کیا ایک روپیہ سامنے آکر گرا۔ سمجھا کہ یہ سلطان المشائخ
 کی عنایت ہے اس کو جیب میں رکھ کر گھر پہنچا ہر روز اس میں سے خرچ
 کرتا اور ہر صبح جیب میں دو ستر روپیہ مل جاتا۔ پڑوسیوں نے آپس میں

ہا یہ تو پریشان روزگار تھا۔ فاقوں میں گزرتی تھی اب کیا بات ہے کہ روز ایک روپیہ خرچ کرتا ہے۔ غالباً اس نے کہیا بنانا سیکھ لی ہے اس خیال سے اس کو شہر کے کوٹوال کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ جب اس پر سختی کی گئی تو اس نے راز افشا کر دیا سارا حال کہہ دیا اسی روز سے روپیہ ملنا بند ہو گیا۔ چونکہ دینی بھائی تھا۔ بندے کے گھر آیا اور ہمارے رزق میں شریک ہو گیا اسی پر دوسرے واقعات کو سمجھ لیجئے۔ ایک اور دلچسپ واقعہ سنئے۔ سائیں اللہ یار نے ایک عمل کیا جس سے رزق بڑھتا تھا ایک دن کوئی فقیر صاحب مولانا کے یہاں مہمان ہوئے۔ مدرسے والوں کو فاقہ تھا۔ اللہ یار ان کو علیحدہ لے کر گئے اور کھانا کھلا دیا۔ کسی نے آکر حضرت مولانا سے عرض کیا کہ فلاں جگہ سے آپ کے مہمانوں اور آپ کے لئے کھانا آیا ہے آپ نے خادموں کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور مہمانوں سے فرمایا، آئیے کھانا کھا لیجئے۔ ان فقیر صاحب نے کہا کہ میں نے ابھی ایک چیز کھالی ہے۔ مولانا نے پوچھا کہاں، عرض کیا سائیں اللہ یار نے کھلائی تھی، مولانا نے سائیں اللہ یار کو بلایا اور دریافت کیا انھوں نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تم کون ہو۔ تم نے ہمارے کاموں میں کیوں دخل دیا۔ اس وقت سے ان کی وسعت جاتی رہی اور ان پر تنگ دستی غالب آگئی۔

حافظ قاسم کو توسیع رزق کے لئے مولانا نے بسم اللہ کا عمل

بتلایا ان کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ بادشاہ کے یہاں امام ہو گئے
 انھوں نے حضرت مولانا کے باکمال حالات بیان کئے، بادشاہ
 حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا خادموں کو یہ بات پسند نہ آئی فرمایا کہ
 حافظ قاسم نے غریبوں کے حال پر مہربانی کی کہ بادشاہ کو یہاں
 لائے۔ حافظ قاسم مذکورہ سے ایک دن دریافت فرمایا کہ اب بھی
 وہ عمل پڑھتے ہو یا نہیں۔ انھوں نے عرض کیا جی ہاں ارشاد فرمایا کہ اب
 پہلے سے زیادہ پڑھو مگر غالباً انھوں نے یہ راز کسی سے کہہ دیا اور
 کوئی بے احتیاطی ہو گئی جس سے مولانا یا خبر تھے) ہر چند انھوں نے
 یہی عمل زیادہ سے زیادہ پڑھا مگر پہلا اثر بھی جاتا رہا اور آخر تک دست
 ہو گئے مدتوں کی تباہی کے بعد انھوں نے الدین کی سفارت پر قصور معاف ہوا
 اور کسی قدر اطمینان سے گزر کرنے لگے۔

سید خیر الدین کو جاڑا بخار آنے لگا، روغنی پلاؤ موجود تھا فرمایا کھا
 کھانا تھا کہ شفا پائی اس وقت ارشاد ہوا کہ اس کے بعد ایسا نہ ہوگا اور
 اس کو کسی سے نہ کہنا۔

حافظ اسعد سے چند اعمال حضرت مولانا کو پہنچے تھے وہ آئے
 کسی کو نہیں بتائے مگر مولانا خود محمد کو۔ اور اس احقر کو اعمال اشغال
 جو کچھ بتلائے بغیر درخواست حضرت مولانا نے اپنی خوشی سے عنایت
 فرمائے۔ مگر ایک شغل جس کو احقر نے پوچھا مولانا نے خلوت میں
 انتہائی خوشی سے مرحمت فرمایا اور احقر کے اعضاء کو اپنے ہاتھوں سے

پکڑ کر درست کر دیا۔ کیونکہ یہ حضور کو معلوم تھا کہ مجھ کو دوکان داری کرنا نہیں ہے صرف شوق، وجدانہ شغل کی حیثیت سے فی سبیل اللہ پوچھا ہے اور شاید یہ وقتی طور پر بھی موافق ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا کی عنایت کے شکر سے زبان قاصر ہے کہ مجھ کو فتنہ دنیا کو نظر عنایت سے پرورش فرمایا۔

اس کمترین کے حق میں عنایت کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا، جب حضرت مولانا نے حضرت حسن بصریؒ اور حضرت علی کریم اللہ وجہ کی ملاقات ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب تصنیف فرمائی کہ سلسلہ چشت اس طور پر حضرت علیؒ تک پہنچتا ہے اور یہ کتاب اپنے زمانے کے نقشبندی مشائخوں کے جواب میں تحریر فرمائی تھی۔ مولانا نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علی کریم اللہ وجہ سے ملاقات ثابت نہ ہو تا یہ ارباب قال کا آپس کا جھگڑا ہے۔ ورنہ ارباب حال کے سب سلسلوں کی اصل اسی سے ہے اور ارباب حال کے نزدیک یہ برحق ہے۔

۱۔ حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علیؒ سے ملاقات ثابت ہونے کے لئے دیکھئے۔ کتاب تالبعین صفحہ ۸۳ (مرتبہ دار المصنیفین اعظم گڑھ) اس میں حضرت شاہ ولی اللہ (محدث دہلوی) کی تائید کا بھی تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے آخر میں اپنا خیال بدل دیا تھا۔ بظاہر حضرت

ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت تھا۔ اس کتاب کے اجزا آپ کے

ربیعہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۱۹ بسلسلہ (۱۵)

انام حسن علیہ السلام تک خلافت کا سلسلہ چلا۔ لیکن خدا کو یہ منظور تھا کہ ظاہری خلافت کے بعد باطنی خلافت کا سلسلہ چلے (تمام حضرات صوفیہ اسی کے حامل ہیں) اس لئے اس کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سلسلہ چلا۔ یوں تو تمام صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ چونکہ حضرت علیؑ سے باطنی خلافت چلنے والی تھی اس لئے ضم غدیروا لے موقع پر حضورؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اللہ کی شہادت سے لوگوں کو مست بنانا ہے۔ یا علی انت مومن مستخلف و انک مقتول اے علی تو مومن ہے خلیفہ کیا گیا ہے اور تو مقتول ہے۔ (تجربہ الاحادیث صفحہ ۲۲۲)۔

اب حضرت علیؑ کی خصوصیت اور فضیلت کی بابت یہ حدیث ملاحظہ ہو: سکنت و انا ابن ابی طالب نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ لاقبل ان یخلق آدم بالعبۃ الآف عام فلما خلق آدم بلاعبۃ الآف عام فلما خلق آدم قسم ذالک النور جزئین فجزأنا وجزء علی و فی روایتہ انا و علی من نور واحد۔ میں اور علیؑ خدا کے سامنے ایک نور تھے۔ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل۔ پس جب آدمؑ پیدا ہوئے تو اس نور کی دو جہروں پر تقسیم ہوئی ایک جز میں ہوں اور دوسرے میں علیؑ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ (دیکھتے مسند امام احمد حنبل دتذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۸)۔ غرض حضرت علیؑ نے حضرت حسن بصری کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ درد کا گوروی۔

ماننے رکھے ہوئے تھے۔ احقر نے ان کو اٹھا کر کچھ دیکھا۔ دریافت فرمایا
 یہی کتاب ہے، میں نے مدلل مضامین کی تائید کی فرمایا اسی لئے تو ہم نے
 اس کو لکھا ہے میں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی نام بھی تجویز فرمایا؛ ارشاد
 ہوا تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر فحش الحسین اس کا نام
 ہو تو مناسب ہے۔ یہ سنتے ہی چہرہ مبارک بشاش ہو گیا۔ ہنس کے بندے
 کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم کو بھی یہی نام پسند آیا ہے۔ میں نے اپنے
 حق میں انتہائی رضامندی اور عنایت کے آثار پائے، اسی دن سے
 اس بندے کے قول فعل کو مولانا نے قبولیت کا شرف بخشا۔

بعض وقت مزاج گرامی پر استیراق کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ اگر کوئی
 آکر بیٹھتا تو پوچھتے کہ آپ کون ہیں جو لوگ اپنے کام میں مشغول ہوئے
 اور زیادہ تکلف سے پیش آئے اور حضرت مولانا کو دیکھ کر تعظیم کے لئے
 اٹھ کھڑے ہوتے تو ان سے ناخوش ہوتے۔

نیک نیت غلام اسی خیال میں رہتے کہ مرضی مبارک کے خلاف
 کوئی بات نہ ہو بلکہ اسی چیز کو عین ادب جانتے تھے۔ حق بات فرمانے کا
 اس قدر اہتمام تھا کہ غیر حق کے سوا اور کوئی بات ہی زبان پر نہ آتی۔
 ایک بار اس احقر نے ایک عرصہ ارسال خدمت کیا کہ یہ امر خلاف قیاس معلوم ہوا
 ہے جو اب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا کہ شریک باری تعالیٰ کے سوا اور
 کوئی بات غیر ممکن ہی نہیں ممکن کو غیر ممکن لکھنا سچائی سے دور ہے۔ یہ غلام کو
 ایک ہدایت فرمائی گئی۔

اللہ کے عرفان کے بہترین سالک
 آپ کے طور طریقے اس کمال کے گواہ ہیں
 دین کے مرشد عالم کو ہدایت دینے والے
 علم کے سمندر نمکین کے پہاڑ
 پوشیدہ طور پر دل مستخر کرنے میں آپ کی شہرت ہے
 آپ کی نگاہ درپردہ سب سے تعریف رکھتی ہے
 آپ کی طبیعت اللہ کی عجیب حمد کرتی رہتی ہے
 آپ کا ارشاد ملک ایجاد کی صفائی میں مصروف
 دلوں کی صیقل میں آپ کا دل مشغول رہتا ہے
 تاکہ ہر مرید کو اسلامی قصر مل جائے
 رب ارباب اللہ کی طرف سے تربیت کا کام آپ کے سپرد ہے
 حق کی طرف سے آپ نے ان میں قطب الاقطاب ہیں
 دین کے گلشن کی بہار کو آپ نے تازہ کر دیا ہے
 بتلے شرع شریف کا اندازہ کرتے ہوئے
 بے نیازی کی بلندی پر سرفراز
 ہمارے لئے بندگی والی نیاز

زہے مسلوک عرفان الہی
 کمالش راز اطوارش گواہی
 ہدایت بخش عالم مرشد دین
 سراپا بحر علم و کوہ تمکین
 دلش آوازہ بادہا نہانی
 نگاہش رائے نہانی
 عجائب طبع محمودش بارشاد
 زارشادش صفائے ملک ایجاد
 دل او صقیل مرات دل ہا
 بہ نضر احمدی اویافت ہر جا
 بکار تربیت از رب ارباب
 بدہر از حضرت حق قطب الاقطاب
 بہار گلشن دین تازہ کردہ
 بنائے شرع ہر اندازہ کردہ
 باوچ بے نیازی سرفرازے
 بجائے بندگی بر ما نیازے

عجائب مالک مملوک صورت
بہ عبادت شدہ دورانہ کدورت

رواج عشق در آفاق دارہ
ور دل بردخ عالم کشادہ
بر آوردہ ز محبوبیت از کام
بہ صنیات حق بگرفتہ آرام

قدم بر آسمان عز و قدر پیش
نثار از فرض ہائے مہر و بدینا

بہ ہفت اقلیم شد صیت کمالش
بہ ہفتم آسماں صدریہ جلالش

معطر حشش از عطر ولایت
کہ بخش خلق را بویے ہدایت

شد از دروسے کہ عطر او مقطر
جہاں را نکبتش وارد معطر

بدلی منظر ماہ حجازی
تو گونی نائب شاہ حجازی

بمیدان تجرد شہ سوار سے
باقلیم تفرود شہریار سے

مملوک صورت کے عجیب مالک
بشریت کے باوجود کدورت دور

عالم میں عشقِ دالہی کو رواج دینے والے
عالم کے رخ پر دل کا دروازہ کھولنے والے
محبوبیت کی صفت نے آپ کو کامیاب بنا دیا

حق کی مرضیوں ہی سے آپ آرام میں ہیں
عزت اور قدر کے آسمان پر آپ کا قدم ہے

جہاں چاند سورج آپ پر شاہ تہ زبے ہیں
آپ کے کمال کی شہرت ہفت اقلیم والی ہے

آپ کا جلال ساتویں آسمان پر جلوہ گر ہے
آپ کا حسن ولایت کے عطر سے معطر ہے

خدا کی مخلوق اسی سے ہدایت کی خوشبو لے رہی ہے
چونکہ آپ کا درد عطر کا مقطر ہے

اسی کی خوشبو سے عالم معطر ہے
آپ یوں دہلی کے حجازی چاند ہیں

کہ آپ شاہ حجاز کے نائب ہیں
تجرد کے میدان کے آپ شہ سوار ہیں

تفرد کی اقلیم کے آپ شہریار ہیں

آپ کے خیر مقدم پر زمین کو ایسا ناز ہے
کہ فلک فرش پا انداز ہو گیا
تو اے اللہ آپ اللہ کے محبوب ہیں
فصل کی آنکھ سے اللہ کو مرغوب ہیں

نہیں از مقدم اوناز کردہ
فلک رافرش پا انداز کردہ
تو اے اللہ محبوب الہی
بعین فصل مرغوب الہی

رباعی

اے فخر جہاں جب سے آپ مجھے مل گئے ہیں
میرا سر و دل ہی جانتا ہے کہ میں نے کیا پایا
لوگوں نے آپ کے ذریعے خدا کو پایا
مگر خدا کی قسم میں نے خدا سے آپ کو پایا

اے فخر جہاں تاکہ ترا یافتہ ام
دانند دل شاد ہم کہ چہا یافتہ ام
مردم ہمہ دانند خدارا از تو
باللہ کہ ترا من ز خدا یافتہ ام

منقبت

میرا سر فخر دین کے جام سے بدوش ہے
میرا دل فخر دین کے نام پر قربان ہے
میری بلیل باغ میں سرمارتی ہیں پھرتی
فخر دین کے دامن ہی میں اسے آرام ہے

سرم بدوش جام فخر دین ست
دلہم قربان نام فخر دین ست
سرگلشن نزار د بلیل من
کہ آرامش بدام فخر دین ست

دل نے جس درد کی مجھے تعلیم دی ہے
 یہ فخر دین کے صبح و شام والی دعا کا اثر ہے
 اے دل دامن پھیلانے ہوئے آجا
 عالم میں فخر دین کا فیض عام ہے
 چلو دل کے ملک میں قیام کریں
 کہ دل کا ملک فخر دین کے کام میں مصروف ہے
 اندر والا فیض خوبی کے میدان میں
 سراسر فخر دین ہی کے نام سے جاری ہے
 آسمانی چاند سورج وغیرہ کی
 ساری تجلیاں فخر دین کا پیام ہیں
 عقل کا پرندہ یہاں کیا اٹھے
 فخر دین کے مقام سے آگاہ ہے
 یہی سبب ہے کہ ملک عشق کا نظام درست ہے
 آخر نظام فخر دین کا اعلام ہے

مراوردے کہ دل کر دست تعلیم
 دعائے صبح و شام فخر دین سے
 تو ہم اے دل بیا۔ دامن پیش آرا
 یہ عالم فیض عام فخر دین سے
 روم من ہم ملک دل کتم جائے
 کہ ملک دل بکام فخر دین سے
 بجولاں گاہ خوبی فیض قدسی
 سراسر ہم ز نام فخر دین سے
 زہر و مہ فلک کم گو کہ ہر دم
 تجلیہا پیام فخر دین سے
 چہ بال افشا ندیاں جا طائر عقل
 کہ آگہ از مقام فخر دین سے
 نظام ملک عشق از وے مناسبت
 نظام آخر اعلام فخر دین سے

حضرت مولانا کے گرامی اوصاف اور حالات کو تحریر میں
 لانا گویا دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے راقم الحروف کو جو کچھ یاد تھے
 لکھ دے۔ امید ہے کہ دیکھنے والے اس کو ذوق شوق سے پڑھ کر
 خوش ہوں گے اور اس احقر اضعف العباد کو دعائے خیر سے یاد

فرمائیں گے اور حضرت مولانا کے ارشادات کو پیش نظر رکھیں گے تو
 جزائے خیر کے مستحق ہوں گے۔ ۱۹۹۰ھ ہجری میں آپ کی عمر ۷۲ سال
 کی تھی اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہجری سنہ کے لحاظ
 سے آپ جناب باری کے (۹۹) نام کے منظر تھے اور (۷۲) سال
 کی عمر کے لحاظ سے (۷۲) مسلوکوں کے ہادی تھے اسی لئے آپ نے
 اس زمانے میں فرمادیا تھا کہ عام اجازت لیکن سنت نبوی صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کا خیال رہے۔ مقرب خادموں کے التماس پر
 بھی مدرسے کی جانشینی کے متعلق آپ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔
 حضرت خواجہ قطب العالم بختیار کاکلی اوشی کی درگاہ میں خود شریفی
 لے گئے۔ اور وہیں تھے کہ بوقت شب ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ
 میں وصال فرمایا۔

تاریخ

<p>و میکہ قبلہ جاں فخر وں محب نبی رواں بدیاغ جناں شذو جلوہ گاہ جہاں بروئے خلق جہاں حشر تازہ بہر باشد زویدہ اشک۔ نزل سر کشید آہ و فغان</p>	<p>جب قبلہ جاں فخر وں محب نبی اس دنیا سے جنت کو سدھارے دنیا میں تازہ حشر بہر پا ہو گیا آنکھوں سے آنسو دل سے آہ و فغان بکلی گئی</p>
--	---

نظام بندہ آل سرفراز عالم قدس بجیب سینہ نبرد چاک کرد۔ دل بریاں زردل چو سال وصالش طلب نمودم و گفت بود محب نبی زیب فخر دین بہ جنال	سر بلند عالم قدس کا بندہ سینہ چاک ہو گیا۔ دل بھین کر رہ گیا دل سے وصال کا سال پوچھا تو کہا محب نبی فخر دین جنت میں ہیں
اور ام اللہ تعالیٰ نے ظلال فیوضہ علی العالمین الا یوم التناوب بالنون و الصاد	بوسیدہ نص قیامت تک اللہ مولانا کے ساتھ سے نہ صرف ہم کو بلکہ تمام عالم کو فیضیاب کھے۔

رباعی

تاہر دو جہاں نام و نشان خواہد بود حقا کہ جہاں ست و جہاں خواہد بود در چشم نظام رونق ملک جہاں تاہست جہاں فخر جہاں خواہد بود	جب تک دونوں جہاں کا نام و نشان یہ ہے کا حق بات یہ ہے کہ وہی دائرہ ہے اور وہی رہے نظام کی آنکھ میں دنیا کی رونق کے لئے جب تک جہاں ہے فخر جہاں، فخر جہاں رہیں گے
--	---

رباعی

بیابی فخر۔ اندہ ہر لفظ عالم دو چندش سازد افزوں کن یکے ہم	دنیا کے ہر لفظ سے فخر کے عدد نکال کر دیکھو دو گنا کر کے اس پر ایک اور اضافہ کرو
---	--

بدھ ضربش نکامی بست کن طرح
بزن درہشت و مشتادش مسلم

پھر ضرب دیکے ۲۰ پر طرح دو
تواکھ سو اسی (۸۸۰) ہو جائیں گے

قطع تاریخ کتاب

درجی مناقب بصفائے بنیہ
حق دار مرا سنجیہ و مرضیہ
جستہم جو نظام سال جمعش از دل
گفتا۔ جمع مناقب فخریہ
۱۲۰ھ

میں نے صاف طور پر مناقب جمع کئے ہیں
اللہ نے پسند ہونے والی عبارت لکھوائی
قلبی اطمینان سے جب میں نے سال تاریخ کی جو
غیبی فرشتے نے کہا۔ مناقب فخریہ

اس سے توجید و جودی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح ہزام سے اللہ کے نام کے عدد
نکالنے کا قاعدہ یہ ہے۔ اللہ۔ لفظ کے (۶۶) عدد ہیں جس نام کو چاہیں اس کے عدد بھی
اللہ کے نام کے عدد ہو جائیں گے۔ ایچ کے قاعدے سے کسی نام کے عدد نکالو پھر دگنے کرو اور
اور دگنے کرنے سے جو کچھ آئے اس میں (۱) عدد ملا دو۔ ملانے سے جو کچھ عدد آئے اس کو
دس سے ضرب دو اور حاصل ضرب کو (۲۰) سے تقسیم کر دو۔ جو کچھ باقی بچے اس میں پھر
ایک بڑھا دو پھر (۶) سے ضرب دو تو (۶۶) ہو جائیں گے مثلاً لفظ فخر اس کا عمل یہ ہے

۶۶	۱۲۰	۲۴۰	۴۸۰	۹۶۰	۱۹۲۰	۳۸۴۰	۷۶۸۰	۱۵۳۶۰	۳۰۷۲۰
----	-----	-----	-----	-----	------	------	------	-------	-------

۶۶ لفظ اللہ کے
عدد ہیں۔ در دو کا کوئی

قطبہ تاریخ

ترجمہ

از مستزجم

جناب حضرت قیصر میاں کا

ہوا ارشاد پورا بہر طالب

مناقب فخریہ کا ترجمہ ہے

بکمال کمال اور جاذب

لکھوے درود پوری سال تاریخ

کہ نوید پاک فخریہ مناقب

قطرہ تاریخ طباعت

از (مترجم)

ہمارے مرشدوں کی ہے عنایت
 معین الحق والدین کے کرم سے
 طلب حق کی نہیں بے کار پارو
 نظام اشعار سے دو چند ہے حسن
 نبی کے ہیں محب کے یہ چوں بقونظ
 نمایاں اس سے توحید و جودی

کہ ہیں مندوب فخریہ مناقب
 چھپے مرغوب فخریہ مناقب
 کہ ہیں مطرب فخریہ مناقب
 یہ ہیں کیا خوب فخریہ مناقب
 تو ہیں محبوب فخریہ مناقب
 کہ ہیں مغلوب فخریہ مناقب

ہیں منکر لوگ۔ خارج درد اس سے

چھپے کیا خوب فخریہ مناقب^{۳۶۶}

۱۶۲۷ — ۳۶۶ = ۱۳۸۱ عہ

نذر عقیدت

از نتیجہ فکر جناب صدر نذر علی دہلوی کا کوروی
رنگ

نظام الدین خواہا رنگ دے
ست کر اپنا پیالہ - دے پلا
رنگیے قطب الدین کا واسطہ
رغنی نیرنگی کوہین سے
واجہ عثمان معین الدین حشیت
رت نسبتی اور حشیتی میکرہ
دل کے ورنے کا - روشن ہو چراغ
اپنے چھوٹے رنگ چٹری کا سمجھی
کچھ نہ ہو اپنی خبر مجھ کو نظام
مہر و روی اور کلیمی رنگ ہیں
پہر شاہ اصح الدین آج تو
حضرت قیصر میاں کا واسطہ
تو بے رنگیں - جام رنگیں ساقیا

آج جام عشق رنگا رنگ دے
تیرے قرباں ہاں پیالہ لا رنگ دے
واسطہ گنج شکر کا، رنگ دے
آج کچھ ایسا انوکھا، رنگ دے
معرفت کے لعل ہر رنگ دے
چشتیوں والا نرالا رنگ دے
ہاں نصیر الدین کا صد رنگ دے
صدقے جاؤں ایسا پکار رنگ دے
رنگ خسرو میں مہربا رنگ دے
آج یہ جتہ عماما رنگ دے
مخروٹی فخر دین کا رنگ دے
فقر فخری میں خدایا رنگ دے
سافر عرفان رنگا رنگ دے

قلب اپنا لے کر و کیوں نہ ہو
جب نظام الدین رنگیلا رنگ دے

حضرت چشتی نظام الدین گج کے عرس میں صندل مالی کا
عجب نورانی اور پرکیت ہوتا ہے۔ ۱۳۶۱ھ میں بمقام اورنگ
علی بخش قوال مرحوم نے یہ صندل گایا تھا۔ اب شیخ ہدایت
قوال گاتا ہے۔

صندل

یہ نظامِ پیا کا صندل ہے
سرورِ اتقیا نظام الدین
بیچ تن پاک کی ہے جلوہ گری
کھوئی جاتی ہے روح خوشبو میں
مہاک اٹھی متاعِ علم و حیات
دیکھو چھایا ہوا ہے نور ہی نور
جس میں ہے جلوہ کلیم اللہ
فخر دین فخر اولیا ہیں ساتھ
جانشین جن کے ہیں مہیاں قیصر

نور رب العلا کا صندل
سید الاصفیا کا صندل
نائب مصطفیٰ کا صندل
عارف کبریا کا صندل
نورِ نور خدا کا صندل
تاجدارِ بقا کا صندل
یہ اسی حق نما کا صندل ہے
مرشدِ باصفا کا صندل ہے
یہ اٹھیں باخدا کا صندل ہے

رنگ ہے درِ چشتیہ جن کا

یہ اٹھیں رہنا کا صندل ہے

دیگر

کہتے ہیں پر وہ انہ نظام الدینِ حشری کا
دیوانہ ہوں مستانہ نظام الدینِ حشری کا
اسی کو سپر ہوگی عالم عرفاں کی دنیا میں
جوئی ہے ایک پیمانہ نظام الدینِ حشری کا

ماکی ہے مجھے شاہی اسی درسی گدائی نے
کہتے ہیں دیوانہ نظام الدینِ حشری کا
جسے پینا ہو پی لے بادۂ توحید کا ساغر
کھلا ہے آج میخانہ نظام الدینِ حشری کا

نشہ بن گئے دنیا میں خادم آستانے کے
ہے فیضِ فقیرانہ نظام الدینِ حشری کا
نہ پھر کیسے ہو فقیر الدینِ حشری کی نظر اس پر
رہے جو دل سے دیوانہ نظام الدینِ حشری کا
بھلا لے درد اس کی سستیوں کا پوچھنا کیا ہو
پیا ہو جس نے پیمانہ نظام الدینِ حشری کا

ٹھہری

جب سے نیناں لگے تو سے مور سے انجام
میکار ڈھوا بھری توری آنکھین سے کام

جب سے نیناں لگے

میں تو داسی تمھاری ہوں اے فخر دین
اپنے ہی رنگ ما، میکا رنگ لیو تمام

جب سے نیناں لگے

آہ تڑپت ہوں۔ دن رین میں درد سے
مور سے سیاں رشت ہو چھکتا تو برا نام

جب سے نیناں لگے

دیگر

نجام پیا آج واری میں جاؤں

سنگ تہارے پھاگ رچاؤں

بھری پچکاری حضرت فخر کی

اپنی چنریا تو سے رنگاؤں

لہ وگہ نظام لہ میکا بمعنی مجھے لہ فقط۔

درو سے بے گل - پھروں گلے
جب میں سہیلی توری کہاؤں

نعتِ خواجہ پیر فخر الدین
ع۔ الفقرا۔ پی کے لاؤں رنگ
نتیجہ حنا ندان ہیں واللہ
سطح ہے چراغِ دہلی کا
بصارت عطا ہو عرفاں کی
سج و غم کی۔ مجھے نہیں پروا

ابن ابن امیر فخر الدین
تم بنا دو فقیر فخر الدین
آپ ہیں بے نظیر فخر الدین
ناصر دیں۔ نصیر فخر الدین
آپ کر دیں۔ بصیر فخر الدین
ہیں مرے دستگیر فخر الدین

درد کا گوروی کی عرض یہ ہے
دل ہو روشن ضمیر فخر الدین

بدل بدبویش جام فخر دیں ہے
بھرا اللہ نظامی میکدے کا
ازل کی مستیوں کی سن کے دعوت
چلا آسانے پھیلائے دامن
ہماری زندگی کی ساری تنظیم
بہر صورت ہے توحید و جود
نہیں معلوم کیا مستوں نے دیکھا
سمجھ سکتے نہیں ہم پستی والے
ہے پانی درد کی نعمت جو دل نے

یہ سر قربان نام فخر دیں ہے
ہر اک ساغر پیام فخر دیں ہے
جسے دیکھو بکام فخر دیں ہے
کہ جاری فیض عام فخر دیں ہے
سجد اللہ نظام فخر دیں ہے
یہی شرح کلام فخر دیں ہے
ہر اک شیدا بجام فخر دیں ہے
بہت اعلیٰ مقام فخر دیں ہے
دعائے صبح و شام فخر دیں ہے

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین

ہے آپ کا وہ رتبہ۔ سرکار نظام الدین

دائستہ ولی لاکھوں ہیں آپ کے خوش چین

آئے ہیں یہاں سُنکر نام آپ کا باتمکین

تقدیر کے کھوٹے ہیں۔ نادار ہیں اور مسکین

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین

جب آپ سا ولیوں میں سرکار نہیں کوئی

ہم سا بھی زمانے میں نادار نہیں کوئی

جب پار نہیں کوئی۔ غمخوار نہیں کوئی

ہم جیسے غریبوں کا۔ اختیار نہیں کوئی

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین

ہے جس کی ضرورت وہ توقیر نہیں کوئی

تقدیر بنے کندن اکسیر نہیں کوئی

مقصود کے ملنے کی۔ تدبیر نہیں کوئی

اشیوں کے کہ آہوں میں تاثیر نہیں کوئی

ہم پر بھی کرم داتا مولانا نظام الدین

جب درگاہ والا پر۔ قسمت ہمیں لانی ہے

پھر تو یہ سمجھتے ہیں تقدیر۔ بن آئی ہے

اللہ و محمد تک حضرت کی رسائی ہے
سرکارِ کلیدی کی سرکارِ دہائی ہے

ہم پر بھی کریم داتا مولانا نظام الدین

اس درجہ بھکاری کی یہ عرض ہے اے سرور

ہونچل، عقیدت کا۔ مولانا کبھی بار آور

اس دل کی تمنائیں، رخشانی میں ہوں خاور

اور آپ دئے جائیں عرفاں کے ہمیں ساغر

ہم پر بھی کریم داتا مولانا نظام الدین

فخر الدین مولانا

مری قسمت کی یہ روداد فخر الدین مولانا

کہ میرا گھر نہیں آباؤ فخر الدین مولانا

کہ ونا شاد کو بھی شاد فخر الدین مولانا

حبیبِ قطب و غوثِ اوتاد فخر الدین مولانا

پریشانی کی۔ اور افتاد کی جہری نہیں کوئی

مصیبت بھی اٹھاتا ہے، مقصد ہی نہیں کوئی

کہ جیسے زندگی کا اور مقصد ہی نہیں کوئی

یہ ہیں کب تک سہوں بیدار۔ فخر الدین مولانا

مری قسمت کی تار کی ضیا ہو مہر انور کی
کہ مدت سے تمنا ہے نگاہ بندہ پرور کی
قسم ہے آپ کو سرکار اس روئے منور کی

گرو درو جگر کو شاد۔ فخر الدین مولانا
کہاں تک آپ کو اپنے جگر کے داغ دکھلائیں
رہیں ناکام اور پھر آپ کے خدام کہلائیں
ویر والا کو آخر چھوڑ کر کیسے کہاں جائیں

خدا را کیجئے ارشاد۔ فخر الدین مولانا

خدا اپنے ہم عمروں میں ہو۔ بندہ نہ شرمندہ
لیں پر نور ساغر۔ آخر قسمت ہو تابدہ
جبین شوق پر گویا۔ انا المطلوب ہو کتدہ

عطا ہو ایسی استعداد۔ فخر الدین مولانا

یہ حالت اور پھر اقا تمھارے جان نثاروں کی
تمنائیں ہوئیں پامال تا بندہ بہساروں کی
کرم ہم پر کھئی۔ مولائے جہاں جیسے ہزاروں کی

کیا کرتے ہیں آپ امداد۔ فخر الدین مولانا

اوسرے موج بے تابی۔ تو اس جانب سے سیل غم
لکھی ہیں کیا مری تقدیر میں۔ ناکامیاں ہر دم
یہ نظر بائیں و حسرت کے۔ یہ سسکیں دد کا عالم

ہے میری آپ سے فریاد۔ فخر الدین مولانا

مزار پھولوں میں

(مزمونہ دعوت)

ضیا بدوش ہے کیسا مزار پھولوں میں

بسی ہوتی ہے نسیم بہار پھولوں میں

شریک ہیں جو عقیدت کے ہار پھولوں میں

گل مراد ہیں لاکھوں ہزار پھولوں میں

یہ نکہت اور یہ مستی۔ یہ کیف۔ یہ جلوے

یہ رنگ نور۔ یہ تصویرِ یار پھولوں میں

ہیں خود بھی بن کے وہ خوشبو شریک محفل میں

بسا ہوا سے یہ جن کا مزار پھولوں میں

لہک مہک ہے کچھ ایسی کہ بس گئی محفل

نشاط۔ روح کو ہے بار بار پھولوں میں

چڑھائے ہیں جو عقیدت کے پھول ہیں نے آج

شریک ہیں وہ۔ انھیں بے شمار پھولوں میں

بنا ہوا ہے جو سارا مزار بقیعہ نور

ہر ایک گل ہے۔ گل شاہکار پھولوں میں

ہے روز عرس کا۔ دولہا بنا ہوا ہے کوئی

چھپی ہوئی ہے عروس بہار پھولوں میں
خدا کے فضل سے اے درد آ رہی ہے نظر
تجلی نگہ کیفن بار پھولوں میں

میں گناہ گار اس پر یہ لباس پارستانی
مرا علم سے وہ ناقص۔ کہ عمل بنا ریائی
نہ مرے وجود سے ہو کہیں اور جگ ہنسائی
ضما رہ قلندر مسزوار بن نمائی

کہ در اندوہ دور دیدم رہ رہم پارستانی

ہے فروغِ آمریت مری زندگی کا مقصد
نہ خودی انتہا ہے۔ نہ فریب کی کوئی حد
وہ گناہ گار ہوں میں کہ ریائیں ہوں مقید
بہ زمین چوسجد کر دم۔ زند میں ندا بر آمد

کہ مرا خراب کر دی تو سجدۂ ریائی

کبھی زہد و پارستانی میں تھیں نیکیاں محبت
مگر آج ہے یہ حالت ہے برائیوں کا پرچم

ہے نظامِ پارسانی۔ ہوا ایک تخت برہم
بشراب خانہ رفتم۔ ہمہ پاک باز دیدم

چہ یصومہ رسیدم ہمہ یتم وغانی

مجھے اپنی علمیت پر۔ ہے غرور چند در چند
نہ خودی کی ہے ندامت نہ خدا کا آرزو مند

مرے نفس نے کچھ ایسا۔ مجھے کر لیا نظر بند
بطوائف کعبہ رفتم۔ بحرہم نہ داوند

تو برون در۔ چہ کردی۔ کہ درون خانہ آئی

جو خدا کو اپنے بندوں، کی پسند ہے خوشامد
تو ندامتوں سے یہ دل ہوا درو۔ ایک مشہد

یہ کرم خدا کا دیکھو کہ باین قصور سے حد
ویر چوں زدم من۔ زوروں نرا برآمد

کہ بیا، بیا عراقی تو ز خاصگان مائی

آہونگائے جاو و فگندے
از شد خوبی نخواست پسندے

دلہار بودہ گیسو کندے
بسیار تلخ و نازک مزاجے

منجور چشمے غارت گردیں
 درو دل ستانی جاوونگاہے
 در خاکساری۔ عاجز نوازے
 از تابش رخ رخشندہ مہرے
 خوش جامہ زیبے خوش دلفریبے
 ہر بند زلفش۔ صد حلقہ دارے
 از شکوۂ غم چین بر جبینے
 از روئے انور روشن جہانے
 صد پاچو محنوں۔ پابند داسے
 تا ترس کافر نہ تار بندے
 آہو فریبے ناوک فگندے
 از حسن و لکش مضطر پسندے
 دلہا گدازے آتش فگندے
 بستان سرے سر و بلندے
 آویخت جاں پابندے بہ بندے
 در دل نوازی دریاں پسندے
 وز عکس کاکل سایہ فگندے
 صد پاچو لیل اگیسو کندے

ہم سینہ بریاں۔ ہم دیدہ گریاں
 ہے ہے چہ پر سیا از درد مندے

دیدہ و دل تو اویس قرنی کا دیکھو
 جب ہوا۔ احمد مرسل کا تصور ان کو
 بے خودی میں یہ اویس قرنی کہتے ہیں۔ سنو

دل کند سجدہ بہ این طرز خرامیدن تو
ویدہ صد شکر بجا آردانہیں دیدن تو

جلوہ حسن ازل تیری قسم ہے تجھ کو
دیکھ عشاق کی آنکھوں سے نور و پوش نہ ہو
اے یہ رفتار یہ جلوے تیرے، اے حسن نکو

دل کند سجدہ یاہیں طرز خرامیدن تو
ویدہ صد شکر بجا آردانہیں دیدن تو

پھر ذرا جان جہاں پر وہ برانداز تو ہو
ایک عالم ترا مشتاق ہے اے نور نکو
کس طرح یار۔ مقبت نہ ترا کوئی ہو

نور مطلق متجلی بحالی ندرخ تو

کافرست آنکہ کند منع پر ستیدن تو

روح تقدیر سے جب تیری گرفتار آئی
عقل روتی ہوئی رسوا سر بازار آئی
کس کے چھتے ہیں تری دولت دیدار آئی

تاشنیدم کہ بہ پر سیدن بیمار آئی
کرد بیمار مرا حسرت پر سیدن تو

تیری آغوشِ نظر ہے وہ محبت کا جہاں
ایک اشارے پہ ترے نظم جہاں ہے رقصاں
پھر کچھ ایسا نگہ و دل میں تو کر دے سماں

ہر زمان میرم و۔ ہر لحظہ شوہم زندہ بی

گہ زہرِ سچیدن تو۔ گاہ زخمِ دیدن

بے کلی حد سے نہ بڑھ جائے کسی دن تیری

دیکھ پڑھ وہ نہ ہو جائے کہیں دل کی کلی

دارن ہر حال میں رکھ پیشِ نظر اس کی خوشی

اے حسین بوسہ بہ پائش زون از بے اد

پائے نازک نشود رنجہ ز بوسیدن

دیکھ وہ چیزیں ہیں جو عرس میں برابر گائی جاتی تھیں۔

تمت بالخیر